محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا
پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم
کا
اندازِ تربیت
(خلیفہ مجاز)
محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا
پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم
فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی
فاضل وفاق المدارس
مکتبۃ الفقیر

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

کا

اندازِ تربیت

مرتب

حضرت پروفیسر محمد اسلم صاحب

ایم اے اسلامیات، ایل ایل بی

ناشر

مکتبۃ الفقیر P223 سنت پورہ فیصل آباد

نام کتاب	:	حضرت جی کا اندازِ تربیت (جلد اوّل)
ازافادات	:	حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ
مرتب	:	حضرت مولانا مفتی محمد اسلم نقشبندی مجددی مدظلہ
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	محمد ہمایوں، آف راولپنڈی
اشاعت اوّل	:	اکتوبر 2011ء
اشاعت سوم	:	نومبر 2013ء
تعداد	:	1100

ناشر

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003,041-2649680
0300-9652292,0322-8669680
E-Mail : Alfaqeerfsd@yahoo.com

فہرست

پیش لفظ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عاجز ''ملفوظات و معارف مفتی اعظمؒ'' نامی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جس میں اصلاحی و تربیتی باتیں جو متعلقین نے مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ سے سیکھی تھیں وہ لکھی گئیں تھیں۔ اس عاجز کے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ جو تعلیمات ہم نے محبوب العلماء و الصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم سے سنی ہیں وہ بھی معرض تحریر میں آنی چاہئیں تا کہ دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ اس لئے کہ ہر آدمی ہر وقت تو شیخ کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات القاء فرمائی کہ دوسرے متعلقین خصوصاً خلفاء کرام سے بھی اصلاحی و تربیتی باتیں جو انہوں نے حضرت شیخ سے سنی ہوں یکجا کر دی جائیں تو دوسرے طالبین کو بھی فائدہ دیں گی۔ اسی جذبے کے تحت مختلف خلفائے کرام جن تک رسائی ہو سکی یہ اصلاحی و تربیتی ملفوظات جمع کرنے شروع کر دیے گئے تو ایک کتاب بن گئی۔

اپریل 2011 میں حضرت جی دامت برکاتہم نے انڈیا کا اصلاحی و تربیتی دورہ فرمایا جہاں اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے زبردست پذیرائی ہوئی۔ عاجز راقم نے یہ حالات و واقعات زیمبیا میں اعتکاف کے دوران ہندوستان میں حضرت جی دامت برکاتہم کے خلفاء کرام سے سنے اور ''الفرقان رسالہ'' میں اس سفر کے کچھ حالات و واقعات چھپے ہوئے ملے وہ بھی اس کتاب میں شامل کر لئے گئے۔ کیونکہ بہت سے لوگ وہاں کے سفر کی روئیداد سننا چاہتے ہیں۔ خصوصاً دارالعلوم دیوبند جو کہ پوری دنیا کا علمی مرکز ہے وہاں کے زبردست پروگراموں کے حالات سے آگاہی

چاہتے ہیں۔

لوگوں کی اسی طلب کی وجہ سے جو حالات و واقعات میسر ہوئے وہ بھی شامل کر لئے گئے ہیں تاکہ سب کچھ نہیں تو کچھ نہ کچھ حالات و واقعات سے دل کو تشفی ہو جائے۔ دورہ کے آخر پر دارالعلوم کے مہتمم نے حضرت جی دامت برکاتہم کو جو شکریہ کا خط لکھا اور حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑی محبت سے اس کا جواب لکھا اسے شروع کتاب میں جگہ دی گئی ہے تاکہ دارالعلوم سے محبت و الفت کی کچھ تھوڑی سی جھلکی محسوس ہو سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے اور حضرت جی دامت برکاتہم کی دعاؤں کے اثرات ہیں کہ یہ عاجز ہیرے جواہرات سے قیمتی باتوں کو جمع کرنے کے قابل ہوا۔

حضرت جی دامت برکاتہم کے صاحبزادگان نے جس وسعت ظرفی کے ساتھ راقم الحروف کو وقت دیا اور حضرت جی دامت برکاتہم کی تعلیمات کو کھول کر بیان کیا وہ نہ صرف فائدہ مند ہے بلکہ قابل رشک بھی ہے۔

اس کے علاوہ خلفاء کرام نے اس عاجز پر احسان فرماتے ہوئے حضرت جی دامت برکاتہم سے متعلق بہت سی قیمتی باتیں ارشاد فرمائی ہیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ تمام حضرات سے خصوصی التجاء ہے کہ یہ اصلاحی و تربیتی تعلیمات بار بار پڑھنے اور اپنی زندگیوں میں لاگو کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دینی طلباء سے خصوصی گذارش ہے کہ ان تعلیمات کو نہ صرف ذوق و شوق سے پڑھیں بلکہ دوسری منزل عمل، تیسری منزل اخلاص، چوتھی منزل رضائے الٰہی اور

پانچویں منزل اللہ تعالیٰ کی محبت کا عشق وجنوں پیدا کرنے کے لئے بھی اپنا محاسبہ کرتے رہیں یہی حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے کیونکہ

عشق تیری انتہاء عشق میری انتہاء
تو بھی ابھی نا تمام میں بھی ابھی نا تمام
عشق کی تیغِ جگر دار اڑا لی کس نے
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی
صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہء وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق
جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات کشمکش انقلاب
کہہ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

عاجز و مسکین فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

عرضِ ناشر

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کے علوم و معارف جو کہ اصلاح و تربیت سے متعلقہ ہیں ان کو مختلف لوگوں سے جمع کیا گیا ہے تا کہ علماء کرام اور عوام زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ ہر شخص کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ ہمیں تربیت سے متعلقہ مواد ایک ہی جگہ مل جائے تا کہ ہم اس سے استفادہ کر کے کچھ نہ کچھ اپنی تربیت کا شعور پیدا کر سکیں۔ انہی سہولیات کی خاطر اس مواد کو جمع کیا گیا ہے تا کہ ہر کسی کو اپنی تربیت کروانے کا احساس پیدا ہو سکے۔ واقعی یہ باتیں ہیرے جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ جس طرح شاہین کی پرواز ہر آن بلند سے بلند تر اور فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی جاتی ہے کچھ یہی حال حضرت جی دامت برکاتہم کے اصلاح و تربیت کے نکات کا ہے۔ آپ کے جس ملفوظ کو بھی سنتے ہیں فکر کو ایک نئی پرواز نصیب ہوتی ہے۔ یہ حضرت جی کے دل کا سوز اور روح کا گداز ہے جو الفاظ کے سانچے میں ڈھل کر آپ تک پہنچ رہا ہے۔ دورانِ گفتگو رخِ انور پر فکر کے گہرے سائے زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں:

؎ میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ مئے خانہ

اس ''اندازِ تربیت'' کی اشاعت کا یہ کام ہم نے بھی اسی نیت سے شروع کیا ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کی اس فکر سے سب کو فکر مند کیا جائے۔ الحمد للہ کہ ادارہ مکتبۃ الفقیر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت دامت برکاتہم کے مختلف بیانات اور

ملفوظات کو کتابی صورت میں استفادۂ عام کے لئے شائع کر رہا ہے۔ ہر کتاب احاطۂ تحریر میں لانے کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم کی دعا اور توجہ کے لئے پیش کی جاتی ہے، پھر تکنیکی مرحلے آتے ہیں، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کا کام بڑی عرق ریزی سے کیا جاتا ہے اور آخر پر پرنٹنگ اور بائنڈنگ کا مرحلہ آتا ہے۔ یہ تمام مراحل بڑی توجہ اور محنت طلب ہیں جو کہ مکتبۃ الفقیر کے زیر اہتمام سرانجام دیئے جاتے ہیں پھر کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اشاعت کے اس کام میں ادارے سے کہیں کوئی کمی یا کوتاہی محسوس ہو یا اس کی بہتری کے لئے تجاویز رکھتے ہوں تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بارگاہ ایزدی میں یہ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہمیں حضرت دامت برکاتہم کے ملفوظات اور کتب کی بازگشت پوری دنیا میں پہنچانے کی توفیق نصیب فرمائے اور اسے آخرت کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین ﷺ

فقیر سیف اللہ نقشبندی مجددی
مکتبۃ الفقیر فیصل آباد

حضرت جی دامت برکاتہم

کا

اصلاحی وتربیتی دورۂ ہند

مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ کا مکتوب حضرت جی دامت برکاتہم کے نام

نوٹ:

حضرت جی دامت برکاتہم کی دورۂ ہند سے واپسی کے بعد مہتمم دارالعلوم دیوبند نے شکریہ کا خط لکھا حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑی محبت سے اس کا جواب دیا دنوں خطوط کا عکس اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

الجامعۃ الاسلامیۃ دارالعلوم - دیوبند (الہند)
Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

التاریخ ......29-5-61.......   الرقم ....

باسمہ تعالیٰ

مخدوم و محترم حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی! ادام اللہ تعالیٰ افاضاتکم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہو، بفضلہ تعالیٰ آنجناب کا دورۂ ہند بخیر وخوبی مکمل ہوا اور آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ باشندگانِ ہند پر رب ذوالجلال کے بے پناہ انعام واکرام میں جناب کی تشریف ارزانی ایک بڑی نعمت بن کر شامل ہوگئی اور اسلامیانِ ہند کی خوش گوار یادوں کا ایک حسین حصہ بن گئی ہے، اللہ تعالیٰ اس سفر مبارک کے تابندہ و پائندہ نقوش کو تادیر قائم ودائم رکھیں۔ سرزمین دیوبند چونکہ خود اکابر ومشائخ کا مخزن رہی ہے؛ اس لیے کسی نووارد بزرگ کی شخصیت سے عموماً باشندگانِ دیوبند بہت زیادہ متاثر نہیں ہوتے، نہ اشتیاق ووارفتگی کا یہ انداز ہوتا ہے؛ لیکن جناب والا کی شخصیت کے سحر نے متعلقین دارالعلوم اور باشندگان شہر کے اوپر جو اثر ڈالا ہے اس سے معمول کے سارے تار و پود بکھر گئے۔ مولانا منیر الدین صاحب ناظم دارالاقامہ دارالعلوم دیوبند نے بعض اہل شہر کی یہ روایت نقل کی ہے کہ بہت سے عادی خطا کاروں نے توبہ کرلی ہے اور ان کی زندگیوں میں خوش گوار تبدیلی آرہی ہے۔

جناب کی تشریف آوری پر اظہارِ تشکر کے ساتھ ساتھ جناب والا کی راحت رسانی کا اہتمام نہ ہوسکنے پر احساس ندامت بھی ہے۔ ذاتی طور پر جناب سے اپنے لیے خصوصی دعاؤں کا متمنی ہوں، حق تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمادیں اور رضا وخوشنودی سے نوازیں، ملفوضہ خدمات کو اخلاص کے ساتھ انجام دینے کی توفیق بخشیں۔

دارالعلوم اور جملہ خدام دارالعلوم ومنسبین ومتعلقین کے لیے بھی خاص دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام
(دستخط)
ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
خادم دارالعلوم دیوبند
۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

حضرت والا کا جوابی خط بخدمت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب

اللّٰہ ۔ اللّٰہ ۔ اللّٰہ

من فقیر
حال مقیم مکہ مکرمہ

محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب
دامت برکاتہم العالی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آپ کا مکتوب مرغوب شرف صدور لاکر کاشف احوال ہوا ۔ مکتوبہ حالات سے آگاہی ہوئی ۔ الحمدللہ علی ذلک

سرزمین دیوبند ایسے اکابر ومشائخ کا مسکن رہی ہے کہ جن پر لواقسم علی اللہ لابرہ کی مثال صادق آتی ہے ۔ ان کی دعائے نیم شبی کے اثرات ۔ انوار وبرکات آج بھی دارالعلوم کے درودیوار سے جھلکتے نظر آتے ہیں ۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کو دو خصوصی نعمتوں سے نوازا ہے ۔ ایک دھڑکتا ہوا دل جو عشق الٰہی کا مخزن ہے ۔ دوسرا پھڑکتا ہوا دماغ جو علم الٰہی کا مخزن ہے ۔ بقول شاعر

ع عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات ۔ علم مقام صفات عشق تماشائے ذات
عشق سکون وثبات عشق حیات وممات ۔ علم ہے پیدا سوال عشق ہے پنہاں جواب
عشق کے ہیں معجزات سلطنت وفقر ودیں ۔ عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج ونگیں
عشق مکان ومکیں عشق زماں وزمیں ۔ عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح باب
علم ہے ابن الکتاب عشق ہے ام الکتاب

انسان کامل بننے کیلئے کیف علم اور سوز عشق دونوں کا ہونا ضروری ہے ۔ رب کائنات نے کیف علم کیلئے کتاب اللہ کو بھیجا اور سوز عشق کے لیے رجال اللہ کو بھیجا ۔ لہٰذا ان دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ اگر فقط عشق ہو تو انسان بدعات کا مرتکب ہو جاتا ہے جیسے نصاریٰ کی مثال جنہوں نے رہبانیت کو گھڑ لیا تھا ورھبانیۃ ابتدعوھا اس پر گواہ ہے ۔ اگر فقط علم ہو تو انسان تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسے یہود کی مثال جن کے بارے میں قرآنی فیصلہ ہے ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض ... امت میں فقط عشق کی مثال "مبتدعین" ہیں اور فقط علم کی مثال غیر مقلدین ہیں۔

یہ دونوں گروہ راہ راست سے ہٹ گئے۔ اکابر علمائے دیوبند کی امتیازی شان یہی ہے کہ اللہ رب العزت نے انہیں دونوں نعمتوں کا جامع بنایا۔

؎ در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق۔ ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن،

اسی بنا پر ہمارے اکابر جب مسند ارشاد پر بیٹھتے تھے تو وقت کے جنیدؒ اور بایزیدؒ نظر آتے تھے اور جب مسند حدیث پر رونق افروز ہوتے تھے تو "عسقلانی" اور "قسطلانی" کی یادیں تازہ کر دیتے تھے۔ سوزِ عشق اور کیفِ علم نے ان کو مرج البحرین بنا دیا تھا۔

؎ کنز ناچا جن کے آگے بار ہا نگی کا ناچ۔ جسطرح جلتے توے پر ناچ کرتا ہے سپند
ان میں نامسم ہوں کہ از ورشاہ کر محمود حسن۔ سب کے دل تھے دردمند اور سبکی فطرت ارجمند

یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علم و عشق ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ عشق علم میں تواضع پیدا کرتا ہے جبکہ علم عشق کو متوازن رکھتا ہے۔ چنانچہ سچے عالم کی نشانی یہی ہے کہ وہ مشائخ کا قدردان ہوگا اور سچے شیخ کی علامت یہ کہ وہ علماء کو سر کا تاج سمجھے گا۔

آج مدارس میں کیفِ علم کا عروج ہے جبکہ سوزِ عشق کی شمع کہیں کہیں اور کم کم ہی جلتی نظر آتی ہے۔ ہر مدرسے میں ایسے سیما کا ہونا ضروری ہے جو اساتذہ کرام اور طلبائے کرام کے دلوں میں سوزِ عشق کی مستی پیدا کریں۔

؎ کس طرح توحید و سنت کا مزہ ہم کو ملے۔ جب بنیں شمعِ رسالت کے بجے پروانہ ہم
جام الفت کا مزہ جب ہم نے چکھا ہی نہیں۔ سکر سے کیونکر لگائیں نعرۂ مستانہ ہم
نعمتوں سے ان کی جب ہر آن ہیں ہم مستفیض۔ کس لئے کرتے نہیں پھر سجدۂ شکرانہ ہم
دل لرزتا ہے ہمارا کیا کہیں کس سے کہیں۔ ان کی چشم مست سے کیونکر کریں یارانہ ہم
جام الفت کیوں ملے کیونکر ملے کیسے ملے۔ آہ جاتے ہی نہیں جب جانب میخانہ ہم

فقیر جب دیوبند حاضر ہوا تو دارالعلوم کے اساتذہ کرام نے جس شفقت و الفت

کا اظہار فرمایا وہ آج کے دور میں اکابر کا اصاغر کی حوصلہ افزائی فرمانے کی زریں مثال ہے۔ مزید برآں طلبا اور عوام نے جس جوش و خروش کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بقول شخصے

؎ کیا تعجب کہ سر بزم تیرے دیوانے۔ پیرہن نوچ لیں خوشبوئے بدن کی خاطر

حقیقت یہی ہے کہ آپ حضرات کے حسن طلب اور حسن نیت کی وجہ سے ایسی مجالس منعقد ہو گئیں جو عوام و خواص کے لئے نفع کا باعث بن گئیں۔
عارف باللہ حضرت پرتاپ گڑھی کے بقول۔

؎ اہل ایمان کیلئے لے کے پیام آیا ہوں۔ ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں
سوچکے آپ بہت اب تو ہوں بیدار جناب۔ آپ سے آپ کا بتلانے مقام آیا ہوں
مال و دولت کی تمنا نہ صلے کی پروا۔ لب پہ لیتا ہوا اللہ کا نام آیا ہوں
دوستو شوق سے توحید کا اب جام پیو۔ یہی دیتا ہوا اختر میں پیام آیا ہوں

اللہ تعالیٰ فقیر کے اس سفر کو وسیلۂ ظفر بنا دے اور ہم سب کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔
دارالعلوم کے اساتذہ کرام طلباء کرام کی خدمت میں فقیر کے محبت بھرے سلام پیش فرما دیں۔

؎ آں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند۔ سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

دارالعلوم دیوبند میں گزرے ہوئے لمحات فقیر کیلئے سرمایۂ زندگی ہیں۔ آپ حضرات کی شفقت و محبت کا خیال کئی مرتبہ دل کو ہلا دیتا ہے آنکھیں پرنم کر دیتا ہے۔

؎ عشق کا معجزہ اسے کہیے۔ دور ہو کر بھی میں نہیں ہوں دور

آپ حضرات فقیر کو دارالعلوم کے خدام میں سے ایک ادنیٰ خادم سمجھتے ہوئے اپنی دعائے نیم شبی میں یاد فرمائیں تو زہے نصیب۔
والدعا من کم اس الکرام لنصیب۔

دعا گو و دعا جو
والسلام مع الاکرام
فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی
کان اللہ لہ عوضاً عن کل شیٔ۔

من فقیر

حال مقیم مکہ مکرمہ

محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔آپ کا مکتوب مرغوب شرف صدور لاکر کاشف احوال ہوا، مکتوبہ حالات سے آگاہی ہوئی **الحمد اللہ علی ذلک**

سرزمین دیوبند ایسے اکابر ومشائخ کا مسکن رہی ہے کہ جن پر لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَ بَرَّهٗ (اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کردیں) کی مثال صادق آتی ہے ان کی دعائے نیم شبی کے اثرات، انوار اور برکات آج بھی دارالعلوم کے درودیوار سے جھلکتے نظر آتے ہیں یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کو دو فطری نعمتوں سے نوازا ہے ایک دھڑکتا ہوا دل جو عشق الٰہی کا مخزن ہے۔ دوسرا پھڑکتا ہوا دماغ جو علم الٰہی کا مخزن ہے۔ بقول شاعر

عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات!
علم مقامِ صفات عشق تماشائے ذات!
عشق سکون و ثبات عشق حیات و ممات!
علم سے پیدا سوال عشق سے پنہاں جواب!
عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دیں!
عشق کے ادنیٰ غلام صاحبِ تاج ونگیں!
عشق مکان و مکیں و عشق زمان و زمیں!
عشق سراپا یقین اور یقین فتح باب!
علم ہے ابن الکتاب عشق ہے ام الکتاب!

انسان کامل بننے کے لئے کیف علم اور سوز عشق دونوں کا ہونا ضروری ہے، رب کائنات نے کیف علم کے لئے کتاب اللہ کو بھیجا اور سوز عشق کے لئے رجال اللہ کو بھیجا، لہٰذا ان دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، اگر فقط عشق ہو تو انسان بدعات کا مرتکب ہو جاتا ہے جیسے نصاریٰ کی مثال ہے جنہوں نے رہبانیت کو گھڑ لیا تھا، وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا اس پر گواہ ہے۔ اگر نمٹ علم ہو تو انسان تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسے یہود کی مثال جن کے بارے میں قرآنی فیصلہ ہے سَاَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْض (میں ایسےلوگوں کو اپنے احکام سے پھیر دوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں)۔ امت بیضا میں فقط نمٹ عشق کی مثال ''محبین'' ہیں اور نمٹ علم کی مثال غیر مقلدین ہیں۔ یہ دونوں گروہ راہ راست سے ہٹ گئے۔ اکابر علمائے دیوبند کی امتیازی شان یہی ہے کہ اللہ رب العزت نے انہیں دونوں نعمتوں کا جامع بنایا

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

اسی بنا پر ہمارے اکابر جب مسند ارشاد پر بیٹھتے تھے تو وقت کے جنیدؒ اور بایزیدؒ نظر آتے تھے۔ اور جب مسند حدیث پر رونق افروز ہوتے تھے تو عسقلانیؒ اور قسطلانیؒ کی یادیں تازہ کر دیتے تھے۔ سوز عشق اور کیف علم نے ان کو مرج البحرین بنا دیا تھا۔

کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر ناچ کرتا ہے سپند
ان میں قاسمؒ ہوں کہ انور شاہ کہ محمود حسن
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند

یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علم و عشق ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ عشق علم میں تواضع پیدا کرتا ہے جبکہ علم عشق کو متوازن رکھتا ہے۔ چنانچہ سچے عالم کی نشانی یہی ہے کہ وہ مشائخ کا قدردان ہوگا اور سچے شیخ کی علامت یہ ہے کہ وہ علماء کو سر کا تاج سمجھے گا۔

آج مدارس میں کیف علم کا عروج ہے جب کہ سوز عشق کی شمع کہیں کہیں اور کم کم ہی جلتی نظر آتی ہے۔ ہر مدرسے میں ایسے مسیحا کا ہونا ضروری ہے جو اساتذہ کرام اور طلبائے کرام کے دلوں میں سوز عشق کی مستی پیدا کریں۔

کس طرح توحید و سنت کا مزہ ہم کو ملے
جب نہیں شمعِ رسالت کے بنے پروانہ ہم
جامِ الفت کا مزہ جب ہم نے چکھا ہی نہیں
فکر سے کیونکر لگائیں نعرۂ مستانہ ہم
نعمتوں سے ان کی جب ہر آن ہیں ہم مستفیض
کس لئے کرتے نہیں پھر سجدۂ شکرانہ ہم
دل لرزتا ہے ہمارا کیا کہیں کس سے کہیں
ان کی چشمِ مست سے کیونکر کریں یارانہ ہم
جامِ الفت کیوں ملے کیونکر ملے کیسے ملے
آہ! جاتے ہی نہیں جب جانب میخانہ ہم

فقیر جب دیوبند حاضر ہوا تو دارالعلوم کے اساتذہ کرام نے جس شفقت و الفت کا اظہار فرمایا وہ آج کے دور میں اکابر کا اصاغر کی حوصلہ افزائی فرمانے کی زریں

مثال ہے۔ مزید برآں طلبا اور عوام نے جس جوش وخروش کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بقول شخصے

کیا تعجب کہ سر بزم تیرے دیوانے
پیرہن نوچ لیں خوشبوئے بدن کی خاطر

حقیقت یہی ہے کہ آپ حضرات کے حسن طلب اور حسن نیت کی وجہ سے ایسی مجالس منعقد ہوگئیں۔ جو عوام وخواص کے لئے نفع کا باعث بن گئیں۔

عارف باللہ حضرت پرتاپ گڑھیؒ کے بقول

اہل ایمان کے لئے لے کے پیام آیا ہوں
ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں
سو، چکے آپ بہت، اب تو ہوں بیدار جناب
آپ سے آپ کا بتلانے مقام آیا ہوں
مال و دولت کی تمنا نہ صلے کی پرواہ
لب پہ لیتا ہوا اللہ کا نام آیا ہوں
دوستوں شوق سے توحید کا اب جام پیو
یہی دیتا ہوا احمؔد میں پیام آیا ہوں

اللہ تعالیٰ فقیر کے اس سفر کو وسیلہ ظفر بنا دے اور ہم سب کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ و ما ذلک علی اللہ بعزیز

دار العلوم کے اساتذہ کرام، طلبا کرام کی خدمت میں فقیر کے محبت بھرے سلام پیش فرما دیں۔

بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند

سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

دارالعلوم دیوبند میں گزرے ہوئے لمحات فقیر کے لئے سرمایہء زندگی ہیں۔ آپ حضرات کی شفقت و محبت کا خیال کئی مرتبہ دل کو مچلا دیتا ہے آنکھیں پرنم کر دیتا ہے۔

عشق کا معجزہ اسے کہیے

دور ہو کر بھی میں نہیں ہوں دور

آپ حضرات فقیر کو دارالعلوم کے خدام میں سے ایک ادنیٰ خادم سمجھتے ہوئے اپنی دعائے نیم شبی میں یاد فرمائیں تو زہے نصیب

و للارض من کاس الکرام نصیب

(اور زمین (فقیر) کے لئے بھی کریموں کے پیالے میں سے حصہ ہوتا ہے)

دعا گو و دعا جو

والسلام مع الاکرام

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضا عن کل شئی

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا سجاد نعمانی ندوی مدظلہ

حضرت جی دامت برکاتہم کی انڈیا جانے کی دلچسپ روئیداد

نگاہِ اولیں:

غالباً 27 رمضان المبارک 1429ھ کا دن تھا، یہ عاجز بھی دوسرے بہت سے طالبین کے ساتھ لوساکا (زمبیا) کی مسجد عمر میں معتکف تھا، یہ عاجز اور برادر محترم مولانا صلاح الدین سیفی صاحب باہم مشورہ کے بعد اپنے شیخ و مرشد اور شمع محفل (حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے ہندوستان کا دورہ کرنے کی گذارش کی۔ ہم نے جو کچھ عرض کیا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

''مختلف پہلو ہیں جن کی وجہ سے آپ کے یہ غلام آپ کی ہندوستان تشریف آوری کو ضروری سمجھ رہے ہیں۔ جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ بڑوں کی پوری صف اٹھ جانے کے بعد ہمارا شیرازہ منتشر ہوتا جا رہا ہے اور ہمیں ایک ایسی شخصیت کی شدید ضرورت ہے جس کے دامن میں سب کو پناہ مل سکے جو سب کو اپنا سمجھے اور جسے سب اپنا سمجھیں۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ اور آنے والی نسلیں غیر شعوری طور پر مشرکانہ کلچر سے مانوس اور متاثر ہوتی جا رہی ہیں۔ ہمارے لاکھوں بچے بچیاں جو تعلیم پا رہے ہیں اور ہمارے جو عام لوگ تجارت یا سیاست وغیرہ میں لگ کر ہر وقت دوسروں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، توحید وشرک کے بارے میں اس حساسیت

سے وہ بالکل محروم ہوتے جارہے ہیں جو اسلام میں یقیناً مطلوب ہے۔ ہمیں امید ہے کہ خاص کر ان دونوں پہلوؤں سے اور دوسرے اور پہلوؤں سے بھی جن کی تفصیل کا موقع نہیں، حضرت والا کی تشریف آوری سے اللہ کے بندوں کو بہت نفع ہوگا، ہمارا خیال ہے کہ غربت کدۂ ہند میں مسلمانوں کو مجددی نسبت کی رہبری و دست گیری کی ایک بار پھر سخت ضرورت ہے......''

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت نے ہماری یہ معروضات سنیں، تھوڑی دیر کے لیے گردن جھکا کر کچھ سوچا اور پھر جب سر اٹھایا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو نم پایا۔ تاہم انہوں نے اپنی قلبی کیفیات کو چھپاتے ہوئے اپنی جیب سے وہ کاغذ نکالا جس پر پورے سال کا پروگرام درج رہتا ہے اور اس عاجز کو سونپتے ہوئے فرمایا:

''بہت اچھا اس چارٹ میں دیکھ لیں، فلاں فلاں مہینے میں کوئی 15 دن خالی ہوں تو ان دنوں کی ترتیب بنالیں، یہ عاجز حاضر ہے۔''

ہم دونوں باہر نکلے، خوشی سے ایک دوسرے سے لپٹ گئے، کچھ دیر اشکبار آنکھوں سے دعاؤں میں لگے رہے اور یہ طے کیا کہ اب وطن جا کر حضرت جی دامت برکاتہم کے لئے ویزے کی کوشش شروع کرنی ہے۔

ہند و پاک، پاس پاس ہونے کے باوجود کس قدر دور ہیں؟ یہ بات تو سبھی جانتے ہیں اور اسی وجہ سے ویزے کے حصول میں کافی طوالت اور دشواریاں ہیں۔ چنانچہ پچھلے دو، ڈھائی سال تک یہ ہوتا رہا کہ اس سلسلہ میں جب بھی کچھ پیش رفت ہوتی تو اچانک دونوں ملکوں میں پیش آنے والے کسی واقعہ کی وجہ سے تناؤ بڑھ جاتا، جذبات میں ہیجان پیدا ہو جاتا اور باخبر لوگ یہی رائے دیتے کہ جلدی نہ کریں

مناسب وقت کا انتظار کریں۔ اسی طرح وقت گزرتا گیا اور کوئی خاص پیش رفت نہ ہوسکی۔ اس میں کچھ دخل ''سرکار دربار میں'' ہماری نارسائی کا بھی تھا۔

اسی دوران گذشتہ سال 1431ھ میں جب رمضان المبارک میں اعتکاف کے لیے زمبیا حاضری ہوئی تو اس وقت حضرت جی دامت برکاتہم نے بتایا کہ مولانا محمود مدنی صاحب اپنے اہل خانہ کے ساتھ پاکستان آ کر ملے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کے سفر کی دعوت بھی دی اور ویزے کے سلسلہ میں ذمہ داری بھی لی۔ ہم لوگوں کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور امید بندھ گئی کہ جو کام ہم لوگ نہیں کر پا رہے تھے امید ہے کہ مولانا محمود میاں کے ذریعے وہ کام انجام پا جائے گا۔ الحمدللہ ایسا ہی ہوا، غالبًا اواخر نومبر کی کوئی تاریخ تھی جب یہ خوشخبری ملی کہ مولانا محمود میاں کی کوشش کے نتیجے میں حکومت ہند کی طرف سے اسلام آباد میں واقع ہندوستانی ہائی کمیشن کو ویزے جاری کر دینے کے احکام صادر ہو گئے ہیں۔

چنانچہ دسمبر کے مہینے میں یہ عاجز راقم السطور اور مولانا صلاح الدین سیفی صاحب نے حضرت جی دامت برکاتہم کے ایماء پر دبئی کا سفر کیا، جہاں اس وقت حضرت جی دامت برکاتہم تشریف لائے ہوئے تھے، وہیں سفر کا تفصیلی پروگرام طے ہوا ،جس کے مطابق 13 سے 28 فروری تک کی مدت میں حضرت جی دامت برکاتہم کا ہمارے ملک کا سفر ہونا تجویز ہوا تھا۔ اگلے ہی دن ہم دونوں وہاں سے واپس آ گئے اور مختلف مقامات پر تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ مگر پھر ہوا یہ کہ جنوری میں ہم دونوں اسی مقصد سے جب دیوبند حاضر ہوئے تو وہاں تمام حضرات نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دیوبند کے پروگرام کی مجوزہ تاریخوں کے بارے میں اشکال ظاہر کیا

کہ ان دنوں دارالعلوم کے تمام ہی طلبہ ششماہی امتحان کی تیاریوں میں بہت مصروف ہوں گے اور کما حقہ استفادہ نہیں کر پائیں گے اس لیے ہماری رائے یہ ہے کہ تقریباً ایک ماہ اس پروگرام کو آگے بڑھا دیا جائے۔ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم جناب مولانا عبدالخالق مدراسی صاحب نے دارالعلوم کی طرف سے اس مضمون کا ایک خط بھی حضرت جی دامت برکاتہم کے نام تحریر کر کے ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم لوگوں نے دیوبند ہی سے حضرت جی دامت برکاتہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی، معلوم ہوا کہ حضرت جی دامت برکاتہم اس وقت افریقی ملک ملاوی (MALAVI) میں تشریف رکھتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے حضرت جی دامت برکاتہم سے رابطہ ہو گیا اور ہم لوگوں نے دارالعلوم کے ارباب اہتمام کی یہ رائے حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت میں عرض کی تو آپ کا جواب یہ تھا:

''دارالعلوم کے حضرات کی رائے اس عاجز کے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے جس کی تعمیل واجب ہے۔''

فون پر متبادل تاریخوں کے بارے میں زیادہ تفصیلی بات کرنا مشکل تھا اور حضرت جی دامت برکاتہم کا پروگرام افریقی ممالک کے سفر سے براہ راست وطن واپسی کا تھا لیکن ہماری درخواست پر حضرت جی دامت برکاتہم نے یہ طے فرما لیا کہ وہ واپسی پر ایک دن کے لیے دبئی رک جائیں گے۔ ہم فوراً ہی دیوبند سے بمبئی واپس آ گئے کیونکہ 3,4 دن کے اندر ہی اندر ہمیں دبئی پہنچنا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ بعض مخلص دوستوں کی مدد سے ایک بار پھر سفر کے انتظامات فوری طور پر ہو گئے اور ہم دونوں دبئی پہنچ کر حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، بہت اطمینان سے گفتگو

کا موقع ملا اور اب جو تاریخیں طے ہوئی وہ تھیں 2 اپریل سے 20 اپریل تک۔ مارچ سے از سر نو ہر مقام پر تیاریاں شروع ہو گئیں اور الحمد للہ کہ اپنے پروگرام کے مطابق حضرت جی دامت برکاتہم بمبئی تشریف لے آئے اور پھر 3 اپریل سے 22 اپریل تک بمبئی، نیرل (مہاراشٹر)، ترکیسر (گجرات)، دہلی، دیوبند، حیدرآباد، میل وشارم اور بنگلور میں ایسا سماں بندھا کہ اس کی منظر کشی ممکن نہیں۔ ہر جگہ اللہ کے بندے ٹوٹ پڑے۔ علماء کرام، خواص، طلبہ، مستورات ہر طبقہ کی کیفیت نا قابل بیان ہے۔ بلا مبالغہ اس ایک سفر میں لاکھوں لوگوں نے توبہ کی، ہر علاقے سے اب تک جو خبریں آرہی ہیں کہ بے شمار لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ بچھڑے ہوئے گلے ملے، وہ لوگ جو ایک دوسرے سے دور دور رہتے تھے انہوں نے تھوڑی دیر کے لیے تو سارے فاصلے بھلا دیئے۔ (اللہ کرے کہ اس کیفیت کو دوام نصیب ہو)

حضرت جی دامت برکاتہم کی مجالس کا آغاز بمبئی سے ہوا جہاں احترام انسانیت کے موضوع پر حضرت جی دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر سننے والوں میں تھوڑی سی تعداد ''برادران وطن'' کی بھی تھی، بعد میں معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک نے اسٹیج کے قریب آ کر پوچھا جن صاحب نے Speech کی تھی وہ کہاں ہیں؟ میں ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت جی دامت برکاتہم تو خانقاہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے بمبئی ہی کے ایک اور بزرگ عالم دین نے اس بندۂ خدا کو کلمہ پڑھا دیا، اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

اگلے دن 4 اور 5 اپریل کو خانقاہ نعمانیہ میں مجالس رہیں۔ ان مجالس میں اصل بیانات تو حضرت جی دامت برکاتہم ہی کے ہوئے، حضرت جی کے علاوہ مولانا

حبیب اللہ نقشبندی (شیخ الحدیث معہد الفقیر جھنگ) اور حضرت جی دامت برکاتہم کے دونوں صاحبزادوں مولانا حبیب اللہ نقشبندی اور مولانا سیف اللہ نقشبندی، مولانا صلاح الدین سیفی اور اس عاجز کے بیانات بھی ہوئے۔ یہ مقام جہاں یہ مجالس ہورہی تھیں ''ممداپور'' نامی ایک چھوٹی سی بستی ہے مگر ان دنوں ایسا لگ رہا تھا کہ تین دنوں کے لیے ایک نور کی بستی کہیں سے آ کر بس گئی ہے۔ بلامبالغہ ڈھائی لاکھ سے زیادہ کا مجمع تھا اور بات صرف تعداد کی نہیں ہے اس کیفیت کی ہے جو پورے مجمع پر طاری رہی، دلوں میں رجوع وانابت کی وہ کیفیت دیکھنے کو ملتی تھی کہ اللہ اللہ! اور دعا کے وقت تو لگتا تھا کہ شاید ابھی کئی لوگ اشکِ ندامت بہاتے بہاتے جان دے دیں گے۔

یہ عاجز و مسکین جو حضرت جی دامت برکاتہم ہی کے حکم سے گذشتہ ساڑھے تین سال سے یہاں فروکش ہے ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' کی صداقت کا گواہ بنا بڑوں کی نسبت کی برکتیں دیکھتا رہا اور دل کی گہرائیوں سے شکر و دعا میں لگا رہا۔ ریاست مہاراشٹر کے حضرات تو شامل ہی تھے ملک کے شمال سے جنوب تک گویا کشمیر سے کنیا کماری تک کے علماء کرام آئے ہوئے تھے۔

مہاراشٹر کے بعض تبلیغی احباب نے اور مدارس کے ذمہ داران اور عام لوگوں نے جن میں بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی تھے، دو ماہ مسلسل جو شبانہ روز کی محنت اس اجتماع کی تیاریوں کے سلسلہ میں کیں وہ یاد آتی ہیں تو ہر ایک کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اس علاقے اور گردونواح کی آبادیوں کے تقریباً ایک ہزار نوجوانوں نے دل و جان سے خدمت کے مختلف کاموں میں حصہ لیا اور سب سے زیادہ

قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ غیر مسلموں نے بھی بڑھ چڑھ کر خدمت میں حصہ لیا راستوں پر یہ لوگ گاڑیاں روک روک کر ٹھنڈے پانی اور مشروبات سے آنے والوں کا استقبال کررہے تھے۔ ایک تعلیم یافتہ ہندو نے اجتماع کے بعد اس عاجز کے نام ایک طویل محبت بھرا خط لکھا جس میں اس بندۂ خدا نے اس اجتماع کے انعقاد پر دلی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مبارک باد دی، اور خاص طور پر پاکستان سے آئے ہوئے بزرگ کے پاکیزہ وجود کو دیکھ کر اوران کے محبت بھرے پیغام کو سن کر دلی عقیدت ومحبت کے جذبات کا اظہار کیا۔

خانقاہ نعمانیہ سے بمبئی ہوتے ہوئے یہ ''قافلۂ اہلِ دل'' گجرات پہنچا، بمبئی سے ''اگست کرانتی راجدھانی ایکسپریس'' سے سفر کرکے 6 اپریل کی شام سورت اسٹیشن پر اترے اور سیدھے ترکیسر روانہ ہوگئے۔ مولانا صلاح الدین سیفی، جو ہندوستان میں شاید سب سے پہلے حضرت جی دامت برکاتہم کے دامن سے وابستہ ہوئے اور ان ہی کے ذریعہ ہمارے ملک میں ابتداءً حضرت جی دامت برکاتہم کا تعارف ہوا، انہوں نے ایک دینی مرکز ''خانقاہ فیضِ اولیاء'' کے نام سے ترکیسر میں بنایا ہے۔ اس قافلہ کا پڑاؤ بھی اس خانقاہ میں ہونا طے تھا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ پہلے ہی سے پہنچ چکے ہیں جن میں علماء کرام اور طلبہ کی اکثریت تھی۔

صبح فجر کی نماز کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم نے مسجد ہی میں ایک جامع اور بلیغ خطاب فرمایا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق 7 اپریل کو دن میں ساڑھے گیارہ بجے علماء کرام کی ایک مخصوص مجلس میں حضرت کو خطاب کرنا تھا لیکن بتایا گیا کہ

مہمان حضرات کے بیان کے لیے ضلع انتظامیہ سے اجازت لینی ضروری ہے۔(یہ خبر خانقاہ نعمانیہ ہی میں پہلی بار ہمیں دی گئی تھی) مقامی حضرات اس کے لیے دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے تھے اور ان ہی کے ذریعہ ہمیں انتظامیہ کے افسران سے یہ ہدایت مل رہی تھی کہ جب تک اجازت نہ مل جائے مہمان حضرات میں سے کسی کا بیان نہ کروایا جائے چنانچہ تقریباً 11 بجے کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم نے اس عاجز کو مجمع سے کچھ عرض کرنے کا حکم دیا۔ سارا مجمع تو حضرت جی دامت برکاتہم ہی کا خطاب سننے کے لیے گھنٹوں سے مسجد اور مسجد سے باہر پنڈال اور پنڈال کے بھی باہر دھوپ میں منتظر بیٹھا تھا بہت ہی نازک موقع تھا میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس مجمع کے سامنے متکلم کی حیثیت سے کیسے جاؤں اور جاؤں بھی تو کیا کروں؟ بس اسے صرف حضرت کی دعا و توجہ کی برکت سے متوجہ ہونے والا، اللہ کا خاص فضل ہی کہا جائے گا کہ اس وقت جس طرح کی باتوں کی ضرورت تھی، اللہ نے شاید وہی کہلوا دیں۔

ظہر کے تھوڑی دیر بعد شام کے عوامی اجتماع میں خطاب کی اجازت مل گئی اور اللہ کا شکر ہے کہ ترکیسر کے ہاکی گراؤنڈ میں ایک تاریخی اجتماع میں نہایت سکون و وقار کے ماحول میں حضرت جی دامت برکاتہم کا تفصیلی خطاب ہوا۔ محتاط اندازے کے مطابق ڈیڑھ لاکھ کا مجمع وہاں جمع تھا، جن میں علماء کرام کی تعداد بہت تھی، اگلے دن جمعہ کی نماز دار العلوم فلاح دارین میں پڑھنا طے تھی، نماز سے پہلے حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک جامع خطاب فرمایا۔ اس کے بعد سملک اور ڈابھیل مدارس کے لیے روانگی ہوئی لیکن وہاں کی مقامی انتظامیہ کی طرف سے اجازت نہ ملنے پر دونوں جگہ کوئی بیان نہ ہوسکا، ہزاروں مستورات سملک میں اور لاکھوں بندگانِ خدا

ڈابھیل میں نہایت مایوس واپس ہوئے۔ کاش کہ وہاں کے پولیس اور انتظامیہ کے لوگ اس بات کو نوٹ کرتے کہ مسجد اور مدرسہ سے تعلق رکھنے والا یہ لاکھوں کا مجمع، اس سخت ناخوشگوار تجربہ کے بعد بھی جس صبر وضبط کے ساتھ واپس گیا، اگر ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے کسی مجمع کے ساتھ یہ ناروا اور غیر معقول سلوک ہوتا تو کیا وہ اسی طرح خاموشی سے واپس چلے جاتے؟؟؟

اگلے دن 9 اپریل کو بڑودہ سے دہلی آنا ہوا، یہاں کے میزبان مولانا ملک ابراہیم صاحب تھے جو دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن اور مدراس کے ممتاز تاجر الحاج ملک ہاشم صاحب کے صاحبزادے ہیں، یہاں شام کو اکابر علماء ومشائخ کے (مثلاً خواجہ باقی باللہؒ، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، حضرت شاہ ولی اللہ اوران کے صاحبزادگانؒ) کے مزارات کی زیارت کا پروگرام تھا۔ اس سے پہلے مرکز نظام الدین حاضری ہوئی، پہلے حضرت مولانا محمد زبیر صاحب دامت برکاتہم کے کمرے میں نشست ہوئی، حضرت مولانا سعد صاحب اور مولانا احمد لاٹ صاحب اور دوسرے بہت سے حضرات وہیں تشریف لے آئے تھے، اذانِ مغرب تک وہیں محبت بھری گفتگو رہی، آخر میں حضرت مولانا زبیر صاحب کے اصرار پر حضرت جی دامت برکاتہم نے دعا بھی کروائی، اس کے بعد مولانا سعد صاحب حضرت جی دامت برکاتہم کو اپنے ہمراہ نماز مغرب کے لیے مسجد کی پہلی صف میں لے گئے، نماز کے بعد ان ہی کے کمرے میں بہت دیر تک حضرت جی دامت برکاتہم بیٹھے، ہم لوگ صاف محسوس کرر ہے تھے کہ ان حضرات سے بات کرتے وقت حضرت جی دامت برکاتہم کے دل میں اپنائیت اور محبت واحترام کے جذبات امڈے پڑر ہے تھے، خصوصاً مولانا

سعد صاحب نے ''منتخب احادیث'' کے اصل عربی مسودہ کے وہ اوراق دکھائے جو خود داعی کبیر حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے مبارک ہاتھوں کے لکھے ہوئے تھے اور جو برسہابرس تک پانی میں بھیگے رہنے، بلکہ مولانا سعد صاحب کے بقول ڈوبے رہنے اور دیمک لگ جانے کے باوجود اس طرح محفوظ رہے تھے کہ ایک حرف بھی نہیں مٹا تھا تو حضرت نے ان اوراق کو سینے سے لگایا، آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا۔ آخر میں حضرت جی دامت برکاتہم کی شفقت اور اپنائیت کا یہ منظر دیکھ کر ہم سب کی آنکھیں پرنم ہوگئیں کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے مولانا سعد صاحب کے سینے پر انگلی رکھ کر لطیفۂ قلب پر اللہ اللہ کے اسم اعظم کو نقش کرنے والا عمل بھی کیا۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا مدظلہ، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ اور مولانا ریاض صاحب اور مرکز کے کئی اور حضرات، حضرت جی دامت برکاتہم سے ملاقات اور ''یک زمانہ صحبتے با اہل دل'' کے ارادے سے حضرت جی دامت برکاتہم کی قیامگاہ پر بھی تشریف لائے۔

یہ راقم الحروف، جو اپنے بزرگوں کی بدولت حضرت مولانا الیاسؒ کے، اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے دو عظیم بزرگوں، حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ اور حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ (قدس اللہ سرہما) سے عقیدت مندانہ تعلق اور اس کی برکتوں سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہے، اس کے دل سے یہ دعا نکلی کہ اے اللہ! ان برکتوں اور نسبتوں کے اجتماع کو ایک نئی زندگی عطا فرمادے کہ آپ ہر شے پر قادر ہیں۔

اگلے دن دہلی میں ذاکر نگر کی جامع مسجد میں عشاء کے بعد عمومی خطاب سے فارغ ہوکر یہ بابرکت قافلہ دیوبند کے لیے روانہ ہوگیا۔ دیوبند میں حضرت کا قیام

سب سے زیادہ یعنی چار دن رہا اور اس دوران وہاں جو ماحول بنا اس کا بیان مولانا ندیم الواجدی کے مضمون میں پڑھیں گے۔ ان چاروں دنوں میں واقعۃً پورے دیوبند بلکہ پورے خطے پر محبت اور انابت کی چادر تنی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ دونوں دارالعلوموں کے اربابِ اہتمام نے، اساتذہ وطلبہ نے، کارکنوں نے اور دیوبند اور قرب وجوار کے عوام نے جس محبت سے اپنے ''محبوب مہمان'' کا استقبال کیا وہ ایک تاریخ بنا گیا ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی واپسی کے چند دن بعد حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مدظلہ نے اس عاجز کو فون پر بتایا:

> ''طلبہ واساتذہ کے اندر جو اثرات نظر آ رہے ہیں وہ نہایت امید افزا ہیں۔ اور ان کی تفصیل آپ کو دوسرے حضرات سنا بھی چکے ہیں۔ میں تو آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شہر دیوبند کے کئی وہ لوگ جو مختلف جرائم کے عادی تھے ان کے بارے میں بھی برابر خبریں آ رہی ہیں کہ انہوں نے بھی توبہ کی ہے اور ان کی زندگی میں بھی تبدیلی کے واضح آثار نظر آ رہے ہیں۔''

دیوبند کا آخری خطاب ''دارالعلوم وقف'' کے وسیع میدان میں ہوا جو اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گیا تھا اور الوداعی مجلس کی دعاؤں میں شرکت کرنے والوں کا تاثر یہ تھا کہ دل کہہ رہا ہے کہ آج اللہ نے مغفرت کا فیصلہ فرما ہی دیا ہوگا۔

اس پروگرام کے بعد رات کا کھانا حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم کے مکان پر کھا کہ یہ قافلہ حیدرآباد جانے کے ارادے سے دہلی کے لیے روانہ ہوا اس مرتبہ قیام مسجد عبدالنبی کے مہمان خانہ میں تھا اور یہاں بھی میزبان مولانا محمود میاں ہی تھے، یہ جمعہ کا دن تھا جمعہ کی نماز سے پہلے حضرت جی دامت

برکاتہم نے مسجد عبدالنبی میں خطاب فرمایا اور بعد عصر حیدر آباد کے لیے روانہ ہو گئے۔ حیدر آباد، میل وشارم اور پھر بنگلور ہر جگہ عوام وخواص کا غیر معمولی رجوع رہا۔ لاکھوں لوگوں نے مکمل اسلامی زندگی گذارنے کا عہد کیا۔ افسوس ہے صفحات کی گنجائش ختم ہو چکی ہے اور میرا ارادہ بھی سفر کے تفصیلی تذکرہ کا نہیں تھا کہ

ع سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے

اور پھر ہم لوگ تو یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ اس سفر کی داستان بھی ہمیں اور آپ کو وہی سنائے گا کہ جس نے ہم کو بخارا وسمرقند کے سفر کی داستان سنائی تھی۔ یہ سطور ایک سفر کے دوران اس طرح لکھی ہیں کہ ذہن بالکل یکسو نہیں ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کو ہم سب کے لیے اور ہمارے پورے ملک کے لیے وسیلۂ ظفر بنائے اور اس کے آثار ونتائج دیرپا ثابت ہوں۔

ہم حکومت ہند کے شکر گذار ہیں کہ اس نے ایسے بابرکت آنے والوں کے لیے ویزے جاری کیے، مولانا محمود مدنی بھی ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں جن کی سعی جمیل سے یہ ویزے ملے اور دورانِ سفر بھی وہ شروع سے آخر تک منتظمین کی برابر رہنمائی کرتے رہے اور بروقت مفید مشورے دیتے رہے اور دیوبند میں تو پوری میزبانی انھوں نے ہی کی۔ مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی مدظلہ بھی باوجود علالت کے حضرت جی دامت برکاتہم سے ملاقات کے لیے بھی تشریف لائے اور اپنے یہاں ناشتہ پر مدعو کیا اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی شان عالی کے مطابق اجر عظیم عطا فرمائے۔

اس پورے سفر میں نظم کی ذمہ داری زیادہ تر اس کمزور کے دوشِ ناتواں ہی پر

تھی، اس لئے نہ جانے کتنے حضرات کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی ہوگی، کتنے ہی لوگ ایسے تھے جن کو یہ ناکارہ حضرت جی دامت برکاتہم سے تنہائی میں نہیں ملوا سکا۔ بہر حال یہ گنہگار ایسے سب حضرات سے دست بستہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے کہ یہ سب حضرات معذور تصور فرما کر معاف فرمادیں گے۔

آخیر میں اپنے حضرت جی دامت برکاتہم اور ان کے ساتھ آنے والے تمام مہمانوں سے بھی یہ عاجز معذرت خواہ ہے کہ ان کے حق کے مطابق ہم انہیں راحت نہ پہنچا سکے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں **فالعذر عند کرام الناس مقبول** ''معذرت کریم اور مہربان لوگوں کے ہاں مقبول ہو جاتی ہے۔''

خلیفۂ مجاز حضرت قطب الدین ملا صاحب (انڈیا)

خانقاہ نعمانیہ کے اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال

تمہید:

پیر دوراں، صاحب الارشاد حضرت الحافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کا ماہِ اپریل میں ہندوستان کا 25 دن طویل دورہ ہوا۔ ہندوستان کے متعدد اہم دینی و علمی شہروں اور مراکز میں حضرت موصوف کے فکر انگیز اور روح پرور بیانات ہوئے۔ اس سفر کے روحانی و باطنی اثرات و کیفیات، دورس اثرات اور مرتب ہونے والے ثمرات کے بارے میں بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا۔ اور اس کے لیے متعدد قلم حرکت میں آئیں گے اور سفر کا سارا منظر نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔ ان امور کے بارے میں احقر کو کچھ لکھنا نہیں ہے لیکن ان کوائف کے دوبدو (By Products) جو نتائج مشاہدہ میں آگئے اس کے بارے میں کچھ تحریر کرنے کا ارادہ ہے۔

دعوت ہند:

کئی سالوں سے ہندی پروانوں کی خواہش و تمنا تھی کہ حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کی شمعِ معرفت سرزمین ہند میں بھی روشن ہو۔ اس سرزمین کے متعدد مشائخ اور بزرگوں سے خصوصاً اکابر دارالعلوم دیوبند سے عشق کی حد تک تعلق رکھنے کی وجہ سے حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کی طبیعت پر بھی اس سفر کا شدید تقاضا تھا، لیکن آج کی دنیا میں پڑوس سے پڑوش کا تعلق بہت مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن اللہ جب

کسی علاقہ میں ہدایت کی روشنی پھیلانا چاہتا ہے تو غیبی طور پر اس کا انتظام ہوجاتا ہے اوران علاقوں میں خدا کے محبوبین اور مخلصین کے ورودِ مسعود کی راہیں ہموار ہوجاتی ہیں۔ کسی علاقہ میں کسی بزرگ کو دعوت دینے والے اور جماعتوں کا رخ طے کرنے والے تو نظر آتے ہیں لیکن خدا کا وہ غیبی نظام مستور ہوتا ہے۔ بہرحال وہ گھڑی آ ہی گئی جس کا انتظار تھا اور بغیر اشتہار کے یہ خبر سارے ہندوستان میں پھیل گئی کہ حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کا ہندوستان کا سفر ہونے والا ہے۔

افواہیں:

لیکن چند دینی مصالح کی وجہ سے پروگرام میں تاخیر ہوگئی اور تاریخیں بھی بدل گئیں اور ذمہ داروں کی طرف سے نئی تاریخوں کی تصدیق میں بھی تاخیر ہوگئی۔ اس کے نتیجہ میں کچھ تو مایوس ہوگئے کچھ فکر مند ہوگئے اور دوسری طرف افواہیں پھیلنی شروع ہوگئیں کہ حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کا پروگرام منسوخ ہوگیا اور بڑے رسوخ کے ساتھ یہ بات چلی یا چلائی گئی۔ عاشقانِ صادق کے لیے اللہ تعالیٰ نے دعا وانابت کا دروازہ کھول دیا اور منظر صاف ہوگیا۔

قیاس آرائیاں لوگوں کے درمیان یہ تھیں حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کا سفر صرف ممبئی ہی کا ہوگا۔ ہواؤں کا رخ بتا رہا تھا کہ سارے ہندوستان کا رخ ''خانقاہ نعمانیہ ممدا پور'' کی طرف ہونے جا رہا ہے۔ اس صورت میں انتظامات کا معاملہ اور دوسری طرف ہزاروں عاشقوں کے لیے طول وطویل سفر کی زحمت۔ اس لیے ان افواہوں کے پس منظر میں بعض احباب نے یہ رائے دی کہ پورے ہندوستان

کے سفر کا نظام اخبار میں دیا جائے تا کہ تذبذب کا سد باب بھی ہو جائے اور مختلف علاقے والوں کو اپنے قریب کے پروگرام کا بھی معلوم ہو جائے۔ اس لیے آج تک اخبارات کے ذریعہ تشہیر کی جو بات اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے درخور اعتناء نہیں سمجھی گئی تھی اخبارات میں دینا طے پائی۔ ورودِ مسعود کے صرف چند روز پہلے، پہلی بار بڑے شاندار طریقہ پر حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کے پورے پروگرام کا اعلان کر دیا گیا۔

استقبال:

ہزاروں عوام کی اور خواص کی بھی اور بالخصوص مقتدر شخصیات کی بھی یہ دلی تمنا تھی کہ حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کے سرزمین ہند پر قدم رکھنے کے موقع پر استقبال کے لیے ائرپورٹ پر حاضر رہیں۔ لیکن ابھی تھوڑے عرصہ پہلے شمس الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم کی آمد کے موقع پر لوگوں کی عقیدت نے ''ادب'' کے تمام آداب کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اس لیے کسی کو بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کون سے تاریخ کو اور کس فلائیٹ سے انڈیا آ رہے ہیں۔ چونکہ 3 اپریل کا پروگرام گونڈی میں طے تھا اس لیے سب کا گمان یہ تھا کہ حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم 2 اپریل کو تشریف لائیں گے۔ لیکن حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کی آمد 31 مارچ کو ہی ہو گئی۔ اس موقع پر احقر راقم سطور کی بھی یہ بڑی تمنا تھا کہ حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کی آمد اور رخصتی کے موقع پر بنفس نفیس موجود رہے۔ ایک بزرگ کا واقعہ ذہن میں تھا کہ وہ ایک مقام پر تشریف لا رہے

تھے۔ سارے لوگ گاؤں سے باہر ان کے استقبال کے لیے حاضر تھے اور ان بزرگ کی زیارت کر کے خوش ہو رہے تھے۔ لیکن ان بزرگ کی نگاہ کسی اور کی تلاش میں تھی لیکن وہ استقبال کرنے والوں میں حاضر نہیں تھا۔ چند روز کے بعد ایک نوجوان ان بزرگ کی قیام گاہ پر ملاقات کے لیے حاضر ہو گیا، وہ ان کا شاگرد تھا۔ بزرگ نے فرمایا کہ سب آئے لیکن میری آنکھیں تمہیں ڈھونڈ رہی تھیں، عجیب بات ہے تم نہیں آئے۔ نوجوان نے عرض کیا حضرت میں اپنے دل کا حال کیا بتاؤں، کتنا اشتیاق تھا اور کیسی تڑپ آپ کے استقبال کے لیے آنے کی تھی۔ لیکن گھر میں والدہ سخت بیمار تھیں۔ اس لیے اس وقت آ نہ سکا۔ اب والدہ کو کچھ افاقہ ہوا تو پہلی فرصت میں حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔ ان بزرگ نے فرمایا جو والدین کا اکرام کرتا ہے اللہ اسے روزی دیتا ہے اور جو استاد کا اکرام کرتا ہے اللہ اسے علم دیتا ہے۔ احقر راقم کا یہ خیال ہے کہ اگر کوئی اپنے شیخ کا اکرام کرتا ہے تو اللہ اسے دولتِ باطنی اور اپنی معرفت عطا کر سکتا ہے۔

؎ مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل کر دیا

دل کی اور بھی کچھ تمنائیں تھیں جن کا زیرِ قلم نہ لانا ہی بہتر ہے۔ احقر بالکل پا بہ رکاب تھا کہ ائر پورٹ چلا جائے۔ ایسے میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہ نے فرمایا کہ

''میں جانتا ہوں اس وقت تم کس حال میں ہو لیکن ہم دونوں کا یہاں سے انتظامات کی فکروں سے ہٹ کر چلے جانا بالکل مناسب نہیں ہے۔ اس

لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہاں (ممداپور خانقاہ میں) ٹھہر جاؤ تو مجھے اطمینان رہے گا۔"

اب احقر کے سامنے دو باتیں تھیں۔ ایک طرف دلی جذبات اور دوسری طرف تقاضے۔ بہرحال تقاضوں پر جذبات کو قربان کرنا ہی پڑا اور استقبال کی سعادت سے محروم رہا۔

2اپریل کی رات عشاء کے بعد حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھنے اور اپنے حکم کی تعمیل کا معائنہ کرنے کے لیے خانقاہ نعمانیہ مجددیہ، ممداپور تشریف لائے جہاں آپ کا قیام طے ہوا تھا۔ پورے مجمع کو قابو میں رکھا گیا تھا کہ کوئی مصافحہ وغیرہ کے لیے آگے بڑھ کر کسی قسم کی پریشانی یا دشواری کھڑی نہ کردے۔ خانقاہ کے گیٹ پر مفتیٔ گجرات حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم، حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہ اور احقر کے علاوہ حضرت مولانا سید محمد طلحہ مدظلہ استقبال کے لیے موجود تھے۔ بہرحال کیف ومسرت کے ایک سرور آگین کیفیت کے ساتھ حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کا استقبال کیا گیا۔ ایک صاحب کی زبان سے بے ساختہ نعرۂ تکبیر بھی نکل گیا۔

اجتماع گاہ:

اس موقع پر خانقاہ نعمانیہ مجددیہ ممداپور کے بالکل متصل دو دنوں کا ایک اصلاحی تربیتی اجتماع (5,4اپریل، پیر، منگل) طے کیا گیا۔ لاکھوں کے مجمع کی آمد متوقع تھی۔ اس لیے ایک نہایت وسیع اور عالیشان شامیانہ بنانے کی اور جو لاکھوں کے لیے کافی ہو ایسے پانی کے انتظامات ضروری تھے۔

اس لیے انتظامی لائن کا تجربہ رکھنے والوں کا تعاون ضروری تھا۔ ممبئی مہاراشٹر اور شمالی کرناٹک کے ایسے تجربہ کار منتظمین کا ایک مشورہ طے ہوا۔ یہ وہ دن تھے جن میں ہمارے لیے ایک نہایت ہی سنجیدہ مسئلہ پیش نظر تھا۔ اسی مہینہ کی مختلف تاریخوں میں مہاراشٹر کے مختلف اضلاع کے تبلیغی اجتماعات بھی ہورہے تھے۔ فکر یہ کی جارہی تھی کہ کسی اجتماع پر کسی قسم کی زد نہ پڑے اور ہر اجتماع اپنی آن کے مطابق ہو۔ تجربہ کار حضرات کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی اجتماع کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ اللہ جزائے خیر دے ان حضرات مخلصین کو کہ ان پر کئی طرح کی ذمہ داریوں کا بوجھ ہونے کے باوجود کچھ تو بنفس نفیس تشریف لے آئے۔ تشریف لانے والے یہ حضرات بھی اور جو تشریف نہیں لا سکے وہ بھی پورا اطمینان دلاتے رہے کہ ہم ہر طرح کا تعاون کریں گے، فکر کی کوئی وجہ نہیں۔ تعاون کی یہ امیدیں ہمارے لیے بڑی تسلی بخش اور اطمینان کا باعث ہوئیں۔ لیکن اللہ کو ہماری ترتیب منظور تھی۔ اس نے بڑا اکرم کیا کہ ہمیں جہاں سے امیدیں تھیں وہاں کچھ رکاوٹیں آ گئیں اور ہماری نگاہ پھر صرف اللہ ہی کی طرف یکسو ہوگئی، سچ ہے کہ اسباب کا فراہم ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اور متوقع اسباب کی طرف سے نظروں کا ہٹ کر صرف مسبب الاسباب کی طرف یکسو ہو جانا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ کچھ ایسے حالات بن گئے۔

روزانہ سورۂ یٰسین کی تلاوت اور منزل پڑھنے کے بعد دعائیں ہورہی تھیں۔ اور مشکل کام آسان ہوتے چلے جارہے تھے۔ ایک نقشبندی نسبت کے حامل کا دورہ جس خدا نے طے کیا تھا، راستہ کی دشواریوں کا حل بھی اسی کی طرف سے ہونا یقینی تھا۔

ناتجربہ کار عملہ، میدانِ تگ ودو میں:

میرا اشارہ اس طرف ہے کہ بڑے بڑے اجتماعات کی تیاریوں کا تجربہ ہمارے جس عملہ کو ہے اس کے افراد مطلوبہ تعداد میں مہیا نہیں تھے، تاہم مدارس کے ناتجربہ کار طلبہ واساتذہ اور دوسرے ساتھیوں ہی میں اللہ نے برکت ڈال دی اور ان ہی سے پورا کام بحسن وخوبی لے لیا۔

اہل ممداپور اور اہل دامت کا عجیب تعاون:

منتظمین کو فکر اور تشویش اس بات کی تھی کہ کسی اجتماع کے لیے محنت کرنے والا ایک مستقل عملہ ہفتوں پہلے چوبیس گھنٹے کے لیے مستقل پڑا رہتا ہے، ایسا عملہ یہاں نہیں تھا۔ مستقل عملہ اگر کہہ سکیں تو طلبہ کا تھا اور بس۔ لیکن ممداپور اور دامت (خانقاہ سے ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں) کے احباب اور نوجوانوں نے دن بھر اپنے مشاغل کے لیے وقت محفوظ کرتے ہوئے مگر رات کا پورا وقت محنت کے لیے دینا طے کر دیا تھا۔ رات میں عشاء کے بعد آجاتے اور رات بھر کام میں لگے رہتے۔ ان حضرات نے اور طلبہ نے مل کر میدان کی صفائی کا کام بھی کیا۔ گڑھے بھی کھودے، کھمبے بھی کھڑے کر دیئے۔ اجتماع کے دن قریب تھے سارے کھمبے کھڑے ہو گئے تھے۔ کپڑا باندھنے کا کام دشوار بھی تھا اور کئی دنوں کی محنت کا متقاضی تھا۔ ایک دن سورج کو ہم نے اس حالت میں غروب ہوتے دیکھا اور فکر اور تشویش میں اضافہ ہو گیا کہ اب کیسے ہوگا؟ لیکن رات گذرنے کے بعد سورج اس حال میں طلوع ہوا کہ اس کی کرنیں شامیانہ کا بوسہ لے رہی تھیں۔ یہ کیسے ہوا؟ کیونکر ہوا؟ خدا ہی بہتر جانے۔ اس کی غیبی

مدد و نصرت پر دل شکر کے جذبات سے بھر گیا۔ یہ سب کچھ ثمرہ حضرت جی دامت برکاتہم کی فکر اور دعاؤں کا تھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم برابر حالات معلوم کر رہے تھے اور دعاؤں کا اہتمام فرما رہے تھے۔

خدائے ذوالجلال کی طرف سے پردہ داری:

جو بھی اس اجتماع میں شریک ہوا اس نے ''حسنِ انتظامات'' کی خوب تعریف کی اور ہزاروں کی زبان پر یہ بات تھی کہ لاکھوں کا مجمع اور کسی قسم کی پریشانی اور تکلیف نہیں ہوئی۔ اس طرح کی باتیں سن کر دل شکر کے جذبات سے ڈوب جاتا۔ اس لیے کہ جن لوگوں پر انتظامات کی ذمہ داری تھی وہ اس بات کو خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ کہاں کہاں کمی رہ گئی ہے اور کیا جھول باقی رہ گیا ہے۔

چونکہ احقر راقم کو بڑے اجتماعات کی تیاری کا تھوڑا سا اندازہ تھا کہ اجتماعات کے لیے جگہ کے تعین میں کن کن باتوں کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ جس جگہ پر اجتماع ہونا طے ہوا تھا، حقیقت یہ ہے کہ وہ جگہ اجتماع کے لیے بالکل مناسب نہیں تھی۔ اگر کسی وقت بارش کا ایک بھی جھونکا آ جاتا تو شامیانہ کا کھڑا رہنا مشکل تھا اور سارے ہی انتظامات درہم برہم ہو جاتے۔ جگہ کے تعین کے وقت چند ذمہ دار حضرات نے اپنی تشویش کا اظہار بھی کیا لیکن اس جگہ کے علاوہ کوئی جگہ بھی تو نہیں تھی۔ خدا ہی ہے جو غیر مناسب جگہ کو حسبِ حال بنا دیتا ہے۔ غزوۂ بدر میں مجاہدین کو جو جگہ ملی تھی وہ نشیبی تھی اور ریتیلی تھی، جنگی نقطہ نظر سے سے بالکل نا مناسب تھی۔ لیکن اسی جگہ کو اللہ نے بالکل حسبِ حال بنا دیا تھا۔ ایسے موقعوں پر خدا ہی کی مدد پر نظر ہوتی ہے۔ اسی سے مانگا گیا

اور لوگوں نے یوں محسوس کیا کہ اجتماع کے لیے یہ بہترین جگہ تھی۔ جگہ تنگ بھی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں وسعت ڈال دی جن کی جگہ تھی، ان کی جگہ بھی ملی اور پھر کام بھی شروع ہو گیا، ان میں سے کئی غیر مسلم بھی تھے۔

اجتماع گاہ میں تین طرف (دائیں، بائیں اور پیچھے) طہارت خانوں وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے یا کم از کم دو طرف، تاکہ کسی ایک طرف بوجھ زیادہ نہ ہو اور لوگوں کے لیے بھی سہولت ہو۔ لیکن تنگ دامنی کی وجہ سے یہاں صرف ایک طرف (یعنی شمال کی طرف) زیادہ طہارت خانے بنانے کی مجبوری تھی۔ جنوب کی طرف برائے نام چند طہارت خانے بنا سکے اور وہ بھی تمام سہولیات کے بغیر۔ جبکہ اجتماعات کے موقع پر مجمع کے جس تناسب سے طہارت خانے بنائے جاتے ہیں اس اعتبار سے یہ آدھے بھی نہیں تھے۔ ان باتوں کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ سارا بوجھ شمال کی طرف طہارت خانوں پر پڑتا۔ اور وہاں بہت دیر تک کے لیے لمبی Queue (قطاریں) بن جاتیں اور زحمتِ انتظار اٹھانی پڑتی۔ لیکن حیرت اس بات پر تھی کہ کبھی ان جگہوں پر Queue نہیں بنی۔ اس سوال کا جواب بظاہر بڑا عجیب ہے، ہوتا یہ تھا کہ مغرب کے بیان کے لیے لوگ دوپہر چار بجے کے قریب ضروریات سے فارغ ہو کر شامیانہ میں آجاتے تو اسی وضو سے عشاء کی نماز پڑھ کر ہی باہر نکلتے۔ اشتیاق تھا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کو قریب سے دیکھنے کا اور قریب بیٹھ کر بات سننے کا موقع ملے۔ لوگوں نے اپنے جذبات کی تسکین کے لیے یہ بات اپنی طور پر طے کر لی تھی کہ مصافحہ تو ہونے سے رہا، کم از کم قریب سے حضرت جی دامت برکاتہم کو دیکھ ہی لیں۔ اللہ رب العزت نے حضرت جی دامت برکاتہم کو کچھ ایسا روشن چہرہ عطا فرمایا ہے کہ آپ کے دیدار سے

ہی ہزاروں لوگ سکونِ قلبی حاصل کر لیتے ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی شخصیت بڑی جاذبِ نظر ہے۔ کہنے کی شاید ضرورت نہیں کہ چہرے کی یہ کشش حسنِ باطنی کا نتیجہ ہے اس موقع پر یہ شعر کہہ لیں تو نامناسب نہ ہوگا:

تیری صورت، تیری سیرت، تیرا نقشہ، تیرا جلوہ
تبسم گفتگو ، بندہ نوازی ، خندہ پیشانی

بہرکیف، مجمع کا مزاج یہ بن گیا تھا کہ ضروریات سے فراغت کے لیے بار بار باہر نہ جایا جائے۔ ایک بار فارغ ہوکر کئی بار کی نمازیں پڑھ لیتے۔ اسی جذبہ نے طہارت خانوں کی کمی پر پردہ ڈال دیا تھا۔

اس کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ بازاروالا ماحول جو اجتماعات کے موقع پر اجتماع کی جگہ سے ذرا ہٹ کر بن جاتا ہے، وہ ماحول یہاں بالکل ہی نہ بن سکا۔ بلکہ طے شدہ ہوٹل بھی ٹھیک طریقے سے نہ چل سکے۔ اللہ ان ہوٹل والوں کو نوازے کہ جنہوں نے کسی اجتماعی عمل کے موقع پر کوئی چائے پینے کے لیے آ بھی گیا تو صاف انکار کر دیا۔ ہوٹلوں کی جگہ سنسان تھی۔

اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مجمع جوڑنے کی جماعت کی ضرورت نہ رہی بلکہ پہلے سے بنائی بھی نہیں گئی تھی۔ بات کے شروع ہونے سے بہت پہلے مائیک کے ذریعہ بار بار اعلان کرنا پڑتا ہے کہ قریب آ جائیں یہاں اس اعلان کی ضرورت نہیں تھی بلکہ دوسرا اعلان کرنا پڑ رہا تھا کہ بھئی نماز پڑھنے والوں کو موقع دیں پھر سٹیج کے قریب آئیں۔ کہاں تو ہم نے بیت اللہ میں دیکھا تھا کہ نماز کا سلام پھرتے ہی دعا کا انتظار کئے بغیر لوگ طواف میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہاں حال یہ تھا کہ سلام پھیرتے ہی

دعا کا انتظار کیے بغیر مجمع پوری شتابی کے ساتھ آگے بڑھ جاتا تھا۔ لوگوں کے اشتیاق کا یہ عجیب سماں ہوتا تھا۔

ایک بہت اہم کی جو رہ گئی تھی وہ یہ تھی کہ شارع عام سے اجتماع گاہ میں آنے کا جو راستہ بنا تھا وہ بڑی مشکل سے 15 سے 20 فٹ چوڑا تھا۔ رہ رہ کر یہ بات دل میں آتی تھی کہ جو راستہ صرف ہزاروں کے مجمع کے دخول وانخلاء کے لیے بھی مناسب نہیں ہے وہ لاکھوں کے مجمع کے لیے کیسے کافی ہوگا؟ اور کتنی دھکم پیل ہوگی۔ لیکن عجیب بات کہ اس بارے میں کسی قسم کی دشواری کی کوئی بات سامنے نہیں آئی اور لاکھوں کا یہ مجمع وہاں سے داخل بھی ہوا اور نکل بھی گیا۔ سمجھ میں یہی آیا کہ راستوں کا ہموار اور کشادہ کرنے والا بس اللہ ہی ہے۔

لاکھوں کے اس مجمع کے لیے طعام اور پانی کی سبیلوں کا جو نظم کیا گیا تھا وہ بھی راقم کے اندازے کے مطابق یقیناً ضرورت سے کم تھا، لیکن اللہ نے اس میں بھی برکت دی اور اتنا نا کافی نظام بھی سب کے لیے کافی ہوگیا۔ طعام خانوں پر بھی زیادہ بھیڑ نہیں رہی اور سبیلوں پر بھی رش نہیں تھا۔ اس بات پر تبصرہ کے لیے ہمارے پاس کوئی الفاظ نہیں ہیں کہ یہ رمضان کا مبارک مہینہ بھی نہیں تھا کہ سوچا جاسکتا کہ شاید لوگ روزے سے ہوں گے۔

ممبئی کے بعض مخیر حضرات، دودھ اور کولڈ ڈرنک کی اشیاء ایک ایک کو دینے کی بجائے ایک ہی آدمی کو اتنی مقدار میں دے دیتے تھے کہ وہ اس کے پورے ساتھیوں کے لیے اور ایک بار کے لیے نہیں بار بار کے لیے کافی ہو جاتیں تھیں۔ جس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مجمع میں اٹھک بیٹھک، چلت پھرت کا موحول نہیں بنا۔ مجمع کا

زیادہ وقت شامیانہ کے نیچے گزرتا اور بلاوجہ کی چہل پہل اور شوروغل نہیں ہوتا تھا۔ ایک عجیب سکون کا سماں تھا۔ دوسری طرف ہر مجلس کے بعد تڑپادینے والی دعائیں ہوتی تھے۔ لوگوں کو کہتے سنا گیا کہ ہر مجلس کے اختتام پر تبلیغی اجتماع کا منظر بن جاتا تھا۔

غیر مسلم بھائیوں کی فکرمندی:

ریلوے سٹیشن سے اجتماع گاہ کئی کلومیٹر پر تھا۔ مقامی احباب نے اپنی گاڑیوں اور ٹیکسیوں کے ذریعہ لوگوں کو لانے کا بڑا بہترین انتظام کیا تھا اور ناتجربہ کار عملہ نے پارکنگ کا بھی ایسا چھا انتظام کیا تھا کہ گاڑیوں کے آنے اور نکلنے میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوئی۔ ریلوے اسٹیشن سے اجتماع گاہ تک کئی جگہوں پر غیر مسلم بھائیوں نے بھی چائے وغیرہ کا انطام کیا تھا اور گذرنے والے مجمع سے دل کی گہرائیوں کے ساتھ یہ کہتے کہ بھائیو! ہماری بھی ذرا چائے پیتے جانا۔ متعصب فضاؤں میں، رواداری کا وہ سماں بندھ گیا تھا کہ اسے اپنے اور پرائے برسوں یاد رکھیں گے۔

اجتماع کے دودن:

الحمدللہ جوں توں انتظامات پورے ہوگئے تھے۔ اب فکر اس بات کی تھی کہ اجتماع کے دودن بغیر کسی پریشانی اور دشواریوں کے پورے ہوجائیں اور کوئی ناگہانی حادثہ پیش نہ آئے۔ حضرت جی دامت برکاتہم جس دن ''خانقاہ'' تشریف لائے، رات کو سب سورہے تھے لیکن حضرت جی دامت برکاتہم نے رات میں ڈھائی تین بجے کے قریب ایک دو احباب کو لے کر انتہائی خاموشی کے ساتھ پورے اجتماع گاہ کا معائنہ کیا۔ اس بات کی خبر ہمیں بعد میں ہوئی۔ دل نے گواہی دی کہ انشاءاللہ کوئی

ناگہانی واقعہ پیش نہیں آئے گا۔ الحمدللہ پورے آب و تاب کے ساتھ پروگرام ہوئے۔ یہ الگ موضوع ہے جس کے بارے میں ہم نے شروع ہی میں عرض کردیا ہے کہ اس بارے میں متعدد قلم حرکت میں آئیں گے۔

مسجد کا سنگِ بنیاد:

ہاں البتہ اس بات کو تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اجتماع کے دن عصر کے بعد خانقاہ کی مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت جی دامت برکاتہم کے دستِ مبارک سے رکھا جانا تھا۔ عام طور پر اس موقع پر جو پتھر استعمال ہوتا ہے اس پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں کے دستِ مبارک سے اس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ یہ ایک رسمی انداز ہے جس میں سنگِ بنیاد رکھنے والے کی ستائش ہوتی ہے لیکن یہاں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سجاد نعمانی مدظلہ پر ایک عجیب مضمون کھولا۔ یقیناً یہ ایک نادر تخیل تھا۔ اس ندرتِ خیال پر خامہ فرسائی کے بجائے مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تحریر ہی یہاں پیش کردی جائے:

''یا اللہ ایک عاجز و مسکین بندہ آپ کے بندوں کے جمِ غفیر کے ساتھ آپ کے حضور دست بدعا ہے کہ اپنے اس گھر کو بھی دنیا کے بت کدے میں اپنے اس پہلے گھر سے رابطہ و نسبت عطا فرمادے جو سارے جہانوں کے لیے دین اور دنیا کی نعمتوں کی تقسیم کا مرکز اور پوری انسانی برادری کی بقاء و سلامتی کا سبب ہے اور اس کی تعمیر اور آبادی میں حصہ لینے والوں کو اپنے مقبول اور پسندیدہ بندوں اور بندیوں میں شامل فرمالے اور اس مسجد کے حق میں بھی یہ دعا قبول فرما:

ے تیرے در و بام پر وادیٔ ایمن کا نور
تیرا منارِ بلند جلوہ گہِ جبرئیل

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

وارد حال خانقاہ نعمانیہ مجددیہ، محمد اپور، نیرل، رائے گڑھ، مہاراشٹر

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ، ۴ اپریل ۲۰۱۱ء بروز شنبہ بعد نماز عصر

رخصتی:

5 اپریل کے مغرب کے بیان کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم کی اگلے سفر کی روانگی طے تھی، لیکن بعض احباب کے اصرار پر حضرت جی دامت برکاتہم نے 6 اپریل کی دوپہر تک خانقاہ میں قیام کو قبول فرما لیا تھا تاکہ اجتماع گاہ کی تیاریوں اور مختلف شعبوں میں خدمت میں مصروف احباب کی ملاقات ہو جائے اور ان کے لیے دعائیں دوپہر 12 بجے کے قریب ہو جائیں، لیکن کسی وجہ سے پہلے سے طے شدہ پروگرام پر عمل کرنا پڑا اور حضرت جی دامت برکاتہم 5 اپریل کی رات ہی میں اگلے سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ احقر نے ایک عرصہ سے دعائیں کی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا موقع دے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ کوئی سفر ہو جائے۔ سفر میں تربیت زیادہ ہو پاتی ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کا ہندوستان کا سفر احقر کے لیے بڑی خوشیاں لے کر آیا۔ پوری تیاری تھی کہ پورے سفر میں ساتھ رہنا ہے اور واپسی کے موقع پر حضرت جی دامت برکاتہم ہی کی فلائیٹ میں ممبئی تک سفر کرنے کا نظام بن گیا تھا لیکن:

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

چند روز قبل انجیو پلاسٹی ہونے کی وجہ سے طبیعت بہت مضمحل تھی۔ حضرت مولانا سجاد نعمانی صاحب مدظلہ نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ اس حالت میں زیادہ سفر مناسب نہیں۔ آخر بنگلور حاضری ہوئی لیکن حضرت جی دامت برکاتہم کے واپسی کے سفر میں بھی ہلکی سے تبدیلی ہوئی جس کی وجہ سے بنگلور سے ممبئی تک کا سفر بھی منسوخ کرنا پڑا۔ فلائیٹ کا ٹکٹ بھی ضائع ہوا۔ اب رخصتی کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا (اور یہی جذبہ سارے ہی عاشقوں کا تھا) کہ بذریعہ موبائیل حضرت جی دامت برکاتہم کو یہ پیغام دے دوں کہ

ع بہ سلامت روی و باز آئی

اس سفر کے اثرات:

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اس تحریر کا موضوع صرف خانقاہ نعمانیہ میں ہونے والے اجتماع کے کچھ احوال قلمبند کرنا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس اجتماع میں حاضرین و شرکاء کے کیا تاثرات رہے اور لوگوں کے دلوں پر کیا کیفیات رہیں؟ اور ان کی آئندہ زندگی پر اس کے کیا اثرات مرتب ہونے کی خبریں مل رہی ہیں؟ تو اس سب کا بیان فی الحال میرے موضوع سے آگے کی چیز ہے۔

صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہاں 3,2 دن تک ہر شخص کے دل کی جو کیفیت تھی دل و جان سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے دل کی وہ کیفیت ترقی کے سات باقی رکھنے کی توفیق دے دے تو یقیناً زندگی کا رخ بدل جائے گا۔ اور ہمارے دوستوں

کا بیان ہے کہ توبہ وانابت الی اللہ کی یہی کیفیت ہر اس مقام پر لاکھوں دلوں کی رہی جہاں جہاں حضرت جی دامت برکاتہم اس سفر میں تشریف لے گئے۔ بس احقر دست بدعا ہے کہ اس سفر کو ویسی قبولیت اور تاثیر حاصل ہو جیسی کبھی حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ جیسے اہل دل کو ہوا کرتی تھی۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

جناب ندیم واجدی صاحب (دارالعلوم دیوبند انڈیا)

وہ آئے اور ہمیں بھولا ہوا سبق یاد دلا گئے

پاکستان سے تعلق رکھنے والے عالمی شہرت یافتہ صوفی بزرگ حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی ان دنوں ہندوستان تشریف لائے ہوئے ہیں۔اپنے دورۂ ہند کے تیسرے مرحلے میں وہ دیوبند بھی تشریف لائے اور چار روز قیام کر کے حیدرآباد چلے گئے۔ قیام دیوبند کے دوران انہوں نے متعدد چھوٹی بڑی مجلسوں سے خطاب کیا ان کی تشریف آوری کے لوگ شدت سے منتظر تھے اور دور دور سے سفر کر کے ان کی ایک جھلک پانے کے لیے اور ان کی تقریریں سننے کے لیے دیوبند پہنچے ہوئے تھے۔ یوں تو دیوبند میں دارالعلوم کی برکت سے سال کے بارہ مہینے دینی اور علمی شخصیتوں کی آمد و رفت رہتی ہے مگر شیخ ذوالفقار کی آمد کا واقعہ اپنے آپ میں بالکل انوکھا واقعہ ہے، اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس طرح آئے جیسے صحرا کی سخت دھوپ میں ہوا کا خوش گوار جھونکا میسر آجائے اور روح میں اتر کر اندر تلک شاداب و شرسار کر جائے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا، اہل دیوبند کو یہ چار تاریخی دن مدتوں یاد رہیں گے اور دیر تک ان کے روحانی وجود کی مہک دیوبند کی فضاؤں میں رچی بسی رہے گی۔

اس دورِ قحط الرجال میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی کا وجود کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں وہ اس امت کا ایک زندہ معجزہ ہیں انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے اور ان کی باتیں سن کر دلوں میں سوز اور تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ یہ صرف میں ہی نہیں کہہ رہا بلکہ تقریباً یہی جملے ہر اس شخص کی زبان پر ہیں جس نے ان چار دنوں میں سے کوئی ایک

لحہ بھی ان کے ساتھ گزار لیا ہے یا ان کی باتیں دل کے کانوں سے سن لی ہیں۔ واقعی کوئی زمانہ اللہ کے نیک بندوں سے خالی نہیں رہتا، اس کے ساتھ یہ بھی ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس سے چاہے بڑے سے بڑا کام لے لیتا ہے، ماضی قریب میں جو کام سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے تھانہ بھون کی خانقاہ میں کیا، ان کے بعد جو کام ان کے باکمال خلفاء حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پھر ان حضرات کے خلفاء شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور ان حضرات کے بالواسطہ یا بلا واسطہ جانشینوں نے کیا آج وہی کام پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی انجام دے رہے ہیں، اصل میں تو یہ کام حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی روحانی اولاد کا تھا جو دارالعلوم دیوبند سمیت ہزاروں مدارس میں بکھری ہوئی ہے لیکن انجام دے رہے ہیں شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی جو اصطلاحی معنوں میں اس روحانی سلسلے سے وابستہ نہیں اور نہ اس سلسلۂ زریں کے باقاعدہ فیض یافتہ ہیں۔ ہوسکتا ہے شیخ کی آمد اسی بھولے ہوئے سبق کو یاد دلانے کے لیے ہو، جس طرح لوگ ان کی مجلسوں میں ٹوٹ کر پڑے اور جس طرح ذوق وشوق کے کانوں سے ان کے مواعظ کا ایک ایک لفظ انہوں نے سنا اور دل میں اتارا اس سے پتہ چلتا ہے کہ راہ حق کے طلب گاروں کی کمی نہیں ہے تشنگان شوق بھی بے شمار ہیں بس ایک راہنما کی ضرورت ہے جو ہاتھ پکڑ کر منزل پر پہنچا دے اور ایک صاحب دل ساقی کی ضرورت ہے جو ''مئے حق'' پلا کر تشنہ کاموں کی پیاس بجھا دے۔

لفظ ''پیر'' سے لگتا ہے کہ وہ کوئی بہت ہی بوڑھے اور عمر رسیدہ بزرگ ہوں

گے جنہیں لوگوں کے سہارے سے چلنا پڑتا ہوگا لیکن ایسا نہیں ہے وہ ابھی ساٹھ سال کے بھی نہیں ہوئے ماشاء اللہ صحت بھی اچھی ہے، بلند قد وقامت اور معتدل جسامت کے ساتھ ان کی صحت قابل رشک ہے۔ ہم نے اپنے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے جن پر نگاہ پڑتی تھی تو ہٹنے کا نام نہیں لیتی تھی، بعینہٖ یہی کیفیت پیر صاحب کی ہے، چہرہ ایسا منور تر وتازہ اور شاداب کہ نگاہ پڑے تو ہٹنا بھول جائے، لبوں پر کھیلتی مسکراہٹ آنکھوں میں یادالٰہی کا سوز اور تڑپ، طبیعت میں حد درجہ انکسار اور تواضع، اپنی ہر ادا سے گہری چھاپ چھوڑنے والی شخصیت، اہل دیوبند کو مدتوں یاد رہے گی۔

مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی کی پیدائش 1953ء کو صوبہ پنجاب پاکستان کے شہر جھنگ میں ایک کھرل خاندان میں ہوئی، ان کے والدین نہایت دین دار اور عبادت گزار تھے، گھر میں نماز، تلاوت کا بڑا اہتمام تھا، یہاں تک کہ تہجد کی بھی پابندی ہوتی تھی، اپنی والدہ محترمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''والدہ ماجدہ بھی پابند صوم وصلوٰۃ تھیں، راقم جب تین برس کی عمر کا تھا تو رات کے آخری پہر میں والدہ صاحبہ کو بستر میں موجود نہ پا کر اٹھ بیٹھتا، دیکھتا تھا کہ وہ سرہانے کی طرف مصلّٰی بچھا کر نماز تہجد پڑھنے میں مشغول ہیں، راقم منتظر رہتا کہ نماز کب ختم ہوگی، والدہ صاحبہ نماز کے بعد دامن پھیلا کر اونچی آواز سے رو رو کر دعائیں مانگتیں، راقم نے اپنی زندگی میں تہجد کے وقت جس قدر اپنی والدہ صاحبہ کو روتے دیکھا ہے کسی اور کو اس قدر روتے نہیں دیکھا، بعض اوقات والدہ صاحبہ راقم کا نام لے کر دعائیں کرتیں تو راقم خوشی سے پھر بستر پر سو جاتا۔'' (حیات حبیب ص 744)

یقیناً یہ والدہ محترمہ کی دعائے سحرگہی اور نالۂ نیم شبی کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے

بیٹے کا نام پورے عالم میں گونج رہا ہے اور ان سے دلوں کی اصلاح کا کام لیا جا رہا ہے۔

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کی تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں ہوئی۔ انہوں نے کئی عصری کورس کئے 1972ء میں بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر کی ڈگری حاصل کر کے اسی شعبے سے وابستہ ہوگئے، پہلے اپرنٹس الیکٹریکل انجینئر، پھر اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر بنے، اس کے بعد چیف الیکٹریکل انجینئر بن گئے، جس زمانے میں وہ انجینئر بن رہے تھے اس زمانے میں جمناسٹک، فٹ بال، سوئمنگ کے کیپٹن اور چمپین بھی رہے۔ ان حالات میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی طالب علم دین کی طرف مائل بھی ہو سکتا ہے، مگر یہ معجزہ ہوا، انہوں نے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ناظرہ بھی پڑھا، ابتدائی دینیات، فارسی اور عربی کی کتابیں بھی پڑھیں، قرآن کریم بھی حفظ کیا، یہاں تک کہ جب وہ لاہور یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے ان کا تعلق عمدۃ الفقہ کے مصنف حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ سے ہوگیا، جو نقشبندیہ سلسلے کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے، شیخ ذوالفقار احمد نے ان سے مکتوبات مجدد الف ثانی سبقاً سبقاً پڑھی، ان کی وفات کے بعد وہ حضرت مرشد عالم خواجہ غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ کے دامن سے وابستہ ہوگئے، یہ 1980ء کی بات ہے، 1983ء میں خلافت سے سرفراز کئے گئے، اس دوران انہوں نے جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کی اعزازی ڈگری بھی حاصل کی، اپنے مرشد کی وفات کے بعد وہ پوری طرح دین کے کاموں میں لگ گئے، کئی سال امریکہ میں گزار کر اب مستقل طور پر جھنگ میں مقیم ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں کے متعدد دینی ادارے ان کی سرپرستی اور اہتمام میں چل رہے ہیں، پچاس سے زائد ملکوں کے اصلاحی و تبلیغی

دورے بھی کر چکے ہیں، ہر وقت سرگرداں رہتے ہیں، دینی وعصری علوم کی جامعیت حضرت والا کی امتیازی خصوصیت ہے، انگلش زبان پر عبور حاصل ہے انہیں دینی علوم کو عصری اسلوب میں اور مخاطب کی زبان میں پیش کرنے کا غیر معمولی طور پر ملکہ حاصل ہے، ہر سال رمضان المبارک کا مہینہ (صرف آخری عشرہ) افریقی ملک زمبیا میں گزرتا ہے، جہاں حضرت اپنے مریدین اور خلفاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اعتکاف فرماتے ہیں۔ ہر سال حج کے ایام میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مجلسیں لگتی ہیں اور بے شمار عقیدت مند، ان مجلسوں میں ان سے استفادہ کرتے ہیں، گویا سال کے بارہ مہینے ان کا فیض جاری رہتا ہے۔

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کو علماء دیوبند سے بڑی عقیدت ہے اور یہ عقیدت ان کی ہر تقریر اور تحریر سے جھلکتی ہے آپ ان کی کوئی بھی تقریر سن لیں، یا کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو علماء دیوبند کا ذکر ضرور ملے گا، یہ عقیدت ہی ان کے ہندوستان آنے کا سبب بنی، افسوس انہیں بعض مقامات کا ویزہ نہیں مل سکا، ورنہ تھانہ بھون، گنگوہ، نانوتہ، رائے پور اور سہارن پور جیسے مقامات پر جہاں کبھی بزرگوں کی خانقاہیں ہوا کرتی تھیں ان کا دل جانے کے لیے بڑا بے چین رہا، جب کوئی سبیل جانے کی نہ نکل سکی تو دہلی سے دیوبند کا سفر انہوں نے شاملی اور تھانہ بھون کے راستے کیا تاکہ اگر ان بستیوں میں اندر نہ جاسکیں تو کم از کم ان بستیوں کے باہر سے تو گزر جائیں۔ علماء دیوبند کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے جذبات قابو میں نہیں رہتے، خود بھی روتے ہیں اور سننے والوں کو بھی رلا دیتے ہیں وہ بار بار کہتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند تو صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کے وہ افراد ہیں جنہیں اللہ نے چودہ سو سال بعد پیدا

فرمایا تا کہ لوگ دیکھ لیں کہ میرے حبیب ﷺ کے صحابہؓ ایسے ہوا کرتے تھے۔

حضرت کی زبان میں تاثیر بہت ہے، تقریریں تو بہت لوگ کرتے ہیں، گھنٹوں گھنٹوں کرتے ہیں، الفاظ کا سماں باندھ دیتے ہیں لیکن جب لوگ مجلسوں سے اٹھتے ہیں تو ان کے پلے کچھ بھی نہیں ہوتا، جیسے آئے تھے ویسے ہی رخصت ہو جاتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عام سی، سادہ سی باتیں اس سوز کے ساتھ کرتے ہیں کہ دل پر اثر انداز ہوتی ہیں، ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مشاہدہ حضرت پیر صاحب کی تقریریں سن کر ہوا، وہی باتیں جو بار بار کتابوں میں پڑھیں، وہی قصے جو زندگی بھر پڑھتے اور سنتے رہے ان کی زبان سے سنے تو بالکل نئے محسوس ہوئے، ان کی آواز کا سوز، اور دل کا اخلاص سننے والے کو اپنے حصار میں لے لیتا ہے، ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہزاروں کا مجمع تقریر کے دوران بالکل ساکت و صامت ہو جائے اور ماحول پر ایسا سناٹا طاری ہو جائے کہ سوئی گرے تو اس کے گرنے کی آواز سنائی دے، حضرت پیر صاحب جب تقریر شروع کرتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے اور بدشوق سے بدشوق انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کب تقریر شروع ہوئی اور کب ختم ہوگئی، دو ڈھائی گھنٹے کس طرح منٹوں میں گزر گئے۔

تقریریں تو بہت سنی ہیں، لیکن اتنی جامع، مرتب، حسب حال اور پر اثر تقریریں کم ہی سنی ہیں۔ حضرت کے ایک خلیفہ نے راقم کے استفسار پر بتلایا کہ حضرت پیر صاحب ہر تقریر سے پہلے مکمل تیاری کرتے ہیں، نوٹس تیار کرتے ہیں، احادیث کا متن نوٹ کرتے ہیں، حوالے تلاش کرتے ہیں، حسب حال واقعات اور اشعار کے ذریعے اپنی ہر تقریر کو سجاتے سنوارتے ہیں، تقریر سے کچھ دیر پہلے تنہائی اختیار کر لیتے

ہیں اور رب کریم سے رو رو کر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میری تقریر میں اثر دے، میری زبان میں حق بات کہنے کی صلاحیت پیدا فرما، حضرت پیر صاحب خود فرماتے ہیں کہ میں الہامی تقریر نہیں کرسکتا، رات رات بھر مطالعہ کرنے کے بعد سامعین کو مخاطب کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی تقریر موضوع کے دائرے میں رہتی ہے، حشو و زوائد سے پاک اور نہایت مرتب، حضرت پیر صاحب کی تقریروں میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا رنگ جھلکتا ہے، جن کے وعظ ہم نے سنے نہیں ہیں پڑھے ضرور ہیں، جو حضرت کے باکمال شاگردوں نے کئی کئی گھنٹے بیٹھ کر من و عن نقل کئے، ماضی قریب میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی تقریریں بھی سادگی، پرکاری، شگفتگی، اثر انگیزی اور برجستگی کے لحاظ سے بے نظیر تھیں، راقم کو حضرتؒ کی مجلسوں میں بیٹھنے اور ان کی تقریریں سننے کی سعادت حاصل رہی ہے، حضرت پیر صاحب کی تقریریں سن کر مجھے اپنے ان دونوں بزرگوں کی یاد آ گئی، اللہ نے آج حضرت پیر صاحب کو یہ خصوصیت عطا کی ہے بلاشبہ یہ کوئی کسبی ملکہ نہیں ہے بلکہ خالص وہبی چیز ہے اللہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

حضرت پیر صاحب جدید تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں، ان کا مطالعہ بڑا وسیع ہے، مشاہدہ گہرا ہے، وہ مغربی تہذیب کے مظاہر دیکھ چکے ہیں، اس کی برائیوں سے اچھی طرح واقف ہیں اور دینی تعلیم کی برکت سے ان برائیوں کا علاج بھی خوب جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد ڈاکٹروں، انجینئروں اور عصری علوم سے وابستہ لوگوں کی بھی ہے۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ جس قدر جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان کی طرف بڑھ رہا ہے اسی قدر دینی تعلیم سے وابستہ لوگ بھی ان کے دامن سے وابستہ ہو رہے ہیں۔ آج

سے چند سال پہلے انہیں کوئی جانتا بھی نہیں تھا، خاص طور پر ہندوستان میں تو ان سے کوئی واقف بھی نہیں تھا، دس پندرہ سال پہلے وہ کسی کے ساتھ دیوبند آئے اور گھوم پھر کر چلے گئے نہ کسی نے ان کی آمد کا نوٹس لیا اور نہ نظر بھر کے ان کی طرف دیکھا، اچانک ان کی شہرت کا سفر شروع ہوا، اور جس طرح مشک کی خوشبو مہکتی ہے اسی طرح ان کے وجود کی خوشبو مہکنے لگی۔ یہ خوشبو سرحدوں سے نکلی اور دور دور تک پھیل گئی، آج شاید ہی کوئی جگہ ایسی ہو جہاں یہ خوشبو نہ پہنچ رہی ہو اور مشام جاں کو معطر نہ کر رہی ہو۔ اس میں بہت کچھ دخل ان تقریروں کا ہے جو مولانا صلاح الدین سیفی کے ذریعے مرتب ہو کر پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں۔ ہندوستان کے گجرات سے تعلق رکھنے والے مولانا صلاح الدین نے ان کو کس طرح دریافت کیا، بقول ان کے وہ ہند میں سب سے پہلے بکنے والوں میں ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ دس بارہ سال قبل وہ تقریروں کا مجموعہ لے کر میرے پاس تشریف لائے اور اس کو دار الکتاب سے شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی، میں نے مقرر کا نام دیکھ کر معذرت پیش کر دی۔ دراصل میرے لیے یہ نام بالکل اجنبی تھا، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تصوف کے موضوع پر ہمارے اکابر کے علاوہ بھی کسی کی تقریر یا تحریر قابل اشاعت ہو سکتی ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ جس مجموعے کو میں مقرر کا نامانوس نام دیکھ کر واپس کر رہا ہوں وہی مجموعہ اور اس جیسے بیسیوں مجموعے خود دیوبند سے شائع ہوں گے اور ان کو عوام و خواص میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوگی۔ حضرت پیر صاحب دوسری بار جب ہندوستان آئے تو ان کی شہرت وعظمت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ چکا تھا، آج وہ جہاں جا رہے ہیں عقیدت مندوں کی بھیڑ انہیں سر آنکھوں پر بٹھا رہی ہے۔

دیوبند میں ان کے تین بڑے اجتماعات ہوئے، تینوں میں حاضرین کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے اگر یہ کہا جائے کہ اجتماع گاہوں میں سر سے سر بج رہا تھا تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا، تینوں جگہ انہوں نے الگ الگ موضوع پر خطاب کیا لیکن تینوں موضوع کا تعلق ایک ہی موضوع سے تھا جسے ہم تصوف وطریقت، سلوک اور احسان کہتے ہیں، یہ ایک ہی مفہوم کے مختلف عنوانات ہیں۔ عام طور پر تصوف کے بارے میں بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف کا مقصود محض ذکر ہے، آپ جب کسی شیخ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ آپ کو کچھ اذکار و اوراد بتلا دیتا ہے آپ ان اذکار و اوراد کا اہتمام کرتے ہیں، صرف یہ چیز تصوف نہیں ہے، بعض لوگ اس سے آگے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ تصوف مراقبے، مجاہدے اور چلہ کشی کرنے کا دوسرا نام ہے، یہ بھی بڑی غلط فہمی ہے، ذکر اور مجاہدہ اصلی نہیں ہے اصل مقصود وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس 9)

''وہ شخص کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کرلیا۔''

اور جس کا ذکر ہمیں اس ارشاد ربانی میں ملتا ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (البقرة 129)

''اور وہ رسول ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔''

ان دونوں آیتوں میں تزکیے کا ذکر ہے جس کے معنی ہیں پاک صاف کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح انسان کے ظاہری اعمال و افعال ہوتے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی ہیں جیسے نماز پڑھو،

روزہ رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو، جھوٹ نہ بولو، شراب نہ پیو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو، غیبت اور چغل خوری نہ کرو، ان اوامر ونواہی کا تعلق بندوں کے ظاہری اعمال سے ہے، اسی طرح انسان کے باطن یعنی قلب سے متعلق بھی کچھ اوامر ونواہی ہیں، ان اوامر کو انجام دینا بھی واجب ہے اور ان نواہی سے بچنا بھی واجب ہے، جیسے تواضع ، اخلاص ، توکل، صبر وغیرہ اوامر ہیں، تکبر، حسد، ریاکاری وغیرہ نواہی ہیں، ان میں سے اول الذکر کو فضائل اور اخلاق فاضلہ کہتے ہیں، ثانی الذکر کو رذائل اور اخلاق رذیلہ کہا جاتا ہے۔ حضرات صوفیاء اور مشائخ کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مریدین کے دلوں میں اخلاق فاضلہ کی آبیاری کرتے ہیں اور اخلاق رذیلہ کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں یہی تزکیہ ہے۔ اسلامی نظام حیات میں تزکیۂ نفس کی اہمیت اور ضرورت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے، عقائد، عبادات، اخلاق ومعاملات، ہر شعبے میں اس کی ضرورت مسلم ہے۔

تصوف وسلوک کی تعلیم بھی بہت ضروری ہے، اس تعلیم سے سالک کی زندگی پر بڑا خوش گوار اثر مرتب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق مضبوط ہو جاتا ہے، اس کے اندر اتباع سنت کا جذبۂ کامل پیدا ہو جاتا ہے، اس کے شخصی حالات ، اس کے اخلاق، اس کے معاملات سب شریعت کے دائرے میں آ جاتے ہیں، اس کی زندگی کا نصب العین آخرت کی فوز وفلاح بن جاتا ہے، دنیا کی بے وقعتی اس کے قلب ونظر میں سما جاتی ہے اس کے اندر مخلوق کی خیر خواہی کا جذبہ اس حد تک پیدا ہو جاتا ہے کہ مخلوق کو ایذاء دینا تو ایک طرف مخلوق کی ایذاء کے تصور سے بھی اس کی روح کانپ اٹھتی ہے، بالکل ایک نئی شخصیت ابھر کر نکھر کر سامنے آتی ہے۔

سلوک ومعرفت کے جتنے بھی سلسلے ہیں سب کے مشائخ یہی ایک کام کر رہے

ہیں، یعنی دلوں کی دنیا آباد کر رہے ہیں اور انہیں خدا سے قریب کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں سب کا انداز جدا جدا ہے، مگر ایک چیز سب کے یہاں قدر مشترک کے طور پر ہے اور وہ ہے اللہ کے ذکر پر مداومت اور اس کے ذریعے باطن کی اصلاح و تعمیر، یہ وہ نسخہ ہے جو خود سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہؓ کے لیے تجویز فرمایا تھا۔ ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نفلی عبادات اتنی زیادہ ہیں کہ میں تمام عبادات انجام دینے کی اپنے اندر ہمت نہیں پاتا آپ میرے لیے کوئی ایسی چیز تجویز فرمادیں کہ میرا شوق بھی پورا ہو جائے اور عباداتِ نافلہ کی ادائیگی میں کمی بھی باقی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن کریم میں اس طرح فرمائی گئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

''اے ایمان والو اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔''

کبھی ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران 191)

''یہ وہ لوگ ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔''

ان آیات مبارکہ سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں، ایک یہ کہ اللہ کا ذکر ہر حال میں کرو اور دوسرے یہ کہ ہر وقت کرو صوفیائے کرام کا کام ہی یہ ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے لوگوں کو ذکر الٰہی اور یاد الٰہی کی طرف مائل کرتے ہیں اور اس راستے سے انہیں قرب الٰہی تک لے جاتے ہیں جو مومن کا اصل مقصود ہے اور جو دین و

دنیا میں فلاح و کامرانی کی دلیل ہے۔ حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی اسی ذکر کا پیغام لے کر آئے اور دے کے چلے گئے، انہوں نے ہمیں کوئی نیا سبق نہیں دیا بلکہ ہمیں ہمارا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ ہمارے مدارس کا مقصدِ تاسیس ہی ظاہر کی تعمیر اور باطن کی تطہیر ہے۔ دارالعلوم کے اولین معماروں کی اور ان کے بعد آنے والے بزرگوں کی نظر اسی مقصد پر رہی۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کی فضائیں قال اللہ و قال الرسول ﷺ کے نغموں سے بھی گونجا کرتی تھیں اور اللہ اللہ کی ضربوں سے بھی۔ دارالعلوم کا ایک دور وہ بھی تھا جب یہاں کے شیخ الحدیث سے لے کر دربان تک عابد شب زندہ دار اور تہجد گزار لوگ ہوا کرتے تھے، یہ وہ سبق ہے جو اب فراموش ہو چکا ہے عجب نہیں کہ اللہ نے یہ بھولا ہوا سبق یاد دلانے ہی کے لیے شیخ کو یہاں بھیجا ہو۔

شیخ کی مجلسوں میں جس طرح لوگ پہنچے اور جس ذوق و شوق کے ساتھ ان کو سنا اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں میں تشنگی کا احساس ہے ان کے دل بے چین ہیں، اور ان کی نگاہیں کسی مرشد کامل کے انتظار میں ہیں۔ علماء کی ہمارے ہاں کوئی کمی نہیں مقرر بھی ایک سے بڑھ کر ایک موجود ہیں لکھنے والے بھی بے شمار ہیں مگر اس ہجوم میں کوئی صاحب دل نہیں ہے اللہ کی حقیقی معرفت رکھنے والا نہیں ہے کوئی ایسی ہستی نہیں جس کا سینہ جذبۂ سوز دروں سے معمور ہو اور جس میں عشق الٰہی کی آگ سلگ رہی ہو، وہ آئے اور سب کو عشق الٰہی کی روشنی دکھلا کر چلے گئے اب یہ ہم پر موقوف ہے کہ ہم روشنی میں کب تک چلتے ہیں دوسرے لفظوں میں ہم یہ بات اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو سبق شیخ نے ہمیں یاد دلایا اسے ہم کب تک یاد رکھتے ہیں۔

مفتی محمد صادق ابوحسان پوترک (انڈیا)

ایک بار جس نے دیکھا تا حشر آرزو کی

آنکھیں ترس گئیں تھیں اس سراپائے حسن کو دیکھنے کے لیے، ان کے سلسلے کی مقبولیت اور برکات کا کون انکار کر سکتا ہے؟ پھر ان کے مواعظ وخطبات کی اثر آفرینی ،مکتوبات اور سفرناموں کی دلآویزی، سیرت و کردار کی دلکشی، علم وعرفان کی صہبائی اور غیر معمولی واقعات وحالات زندگی کے پس پردہ ان کے جمالِ روحانی اور پیکر ربانی کو کس نے دیکھنے کی کوشش نہیں کی ہوگی!! مگر اس کے مجسم وجود سے آنکھوں کو روشن اور دل کو منور کرنے کا اشتیاق خلق خدا کو دیوانہ بنائے دے رہا تھا، کوئی سفرِ عمرہ کو ان کے دیدار کا بہانہ بناتا تو کوئی سفر حج کے دوران کی مجالس میں شرکت کے لیے بے تاب رہتا۔ جس کو ایک جھلک دیکھنا نصیب ہوتا وہ واپس آ کر دوستوں کو افسانہ بنا کر سناتا، محبت چیز ہی ایسی ہے کہ حکایت درازتر می گوید......

گذشتہ دس سالوں سے ہندوپاک کے درمیان کی دوریوں نے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کے سفر ہند کو مشکل بنا رکھا تھا، اتنا تو صاف نظر آتا ہے کہ ان دس سالوں میں اہل ہند میں حضرت جی دامت برکاتہم کی مقبولیت کیا سے کیا ہوگئی ہے، اس کا صحیح اندازہ تو وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہوں نے اس سفر میں حضرت جی دامت برکاتہم کی ہم رکابی کا شرف پایا ہے، راقم نے یہاں خانقاہ نعمانیہ نیرل (مہاراشٹر) میں جو کچھ محسوس کیا ہے وہ قلم بند کرنا چاہتا ہے۔

جنوری 2011ء میں یہ خبر گشت کرنے لگی کہ فروری میں حضرت جی دامت

برکاتہم کا سفر ہند متوقع ہے۔ خانقاہ نعمانیہ میں اصلاحی مجلس سے متعلق مشورہ کے لیے بلائے گئے ہنگامی اجلاس نے اس خبر کی تصدیق کردی، مہاراشٹر کے تمام اضلاع سے 200 سے 250 افراد صبح خانقاہ میں آ موجود ہوئے۔ 11,12,13 فروری تین روزہ اصلاحی مجالس کا پروگرام طے ہوا، اندازہ تھا کہ 50 سے 60 ہزار افراد کا مجمع ہوگا، اتنے مجمع کا کسی ایک جگہ دو روزہ قیام بھاری انتظام کا متقاضی ہوجاتا ہے۔ ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان وہ بھی اتنے کم عرصہ میں اور ایک چھوٹے سے گاؤں میں آسان نہیں ہوتا، سایہ، پانی، طعام، طہارت، وضو، غسل ہر چیز کا اہتمام کرنا کارِ دارد......

بے سروسامانی کا عالم ہو تو انسان کے حواس بے قابو ہوجاتے ہیں، فکر اضطراب میں اور اضطراب مایوسی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ خانقاہ نعمانیہ کے عقب میں کھیتوں کے وسیع سلسلے کو ہموار کرنے اور اس سے بھی پہلے مالکانِ اراضی سے جن میں کئی غیر مسلم بھی تھے، ان سے منظوری کا مرحلہ بھی بہت اہم تھا، چھوٹے سے قصبہ میں وسائل کی قلت اور مشینوں کا فقدان! اے خدا کیسے ہوگا؟ مگر محبوبیت اور مقبولیت مول تول کی چیز نہیں! فیصلہ عرش سے ہوجاتا ہے تو اس کے انتظامات بھی اسی کے وسعتِ فیض سے پورے ہوجاتے ہیں۔ 15,20 دنوں میں زمین کا نقشہ ہی بدل گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کسی علاقے کے لوگوں نے پنڈال، کسی نے پانی، کسی نے طعام، کسی نے بیت الخلاء اور غسل خانوں کی ذمہ داری قبول کرلی، جو لوگ ہمارے مدارس اور تبلیغی جدوجہد میں جانی اور مالی قربانیوں میں پیش پیش تھے اللہ نے یہاں بھی ان کو محروم نہیں رکھا، کولہاپور، کراڑ، پونہ، لاتور، اورنگ آباد، جالنا، بیڑ اور ممبئی کے تجربہ کار اور ذمہ دار

احباب یہاں بھی پیش پیش نظر آئے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ

جن کوششوں نے ایمان کی جڑوں کو پانی پہنچانے اور دل میں زندگی سے محبت کی جگہ اللہ اور آخرت کی نعمتوں کا شوق بیدار کرنے کا کام گھر اور فرد سے شہروں اور ملکوں تک عام کیا اور اس محبوب کے نام پر زندگی کی متاع عزیز کو نثار کرنے کا جذبہ عام مسلمانوں میں از سر نو بیدار کیا، جب اس چنگاری کو شعلہ بنانے کا وقت آ پہنچا اللہ نے اپنے ایک عاشق بندے کی غائبانہ محبت ان کوششوں سے ساختہ پرداختہ بہت سے کارکنوں کے دل میں اس طرح ڈال دی جیسے پروانے کے دل میں شمع کی ہوتی ہے۔

زمین کی ہمواری کا مرحلہ گو کسی قدر تکمیل پا چکا تھا مگر اس کے بعد کے انتظام معمولی نہ تھے، انتظامیہ پریشان تھی کہ ہائے اللہ! ساعت موعود سر پر کھڑی ہے اور کام 50 فیصد سے زیادہ باقی ہے۔ گنے چنے چند روز!! اسی دوران یہ خبر موصول ہوئی کہ حضرت جی دامت برکاتہم کا سفر ہند ایک ماہ کے لیے ملتوی ہو گیا ہے۔ کہنے کو یہ معمولی خبر تھی مگر ہمارے پیروں کے نیچے سے زمین سرک گئی تھی، کیا کیا خواب آنکھوں میں سجائے تھے اچانک تمناؤں اور آرزوؤں کا جہان ویران ہوتا نظر آنے لگا، فرطِ جنون اور لقائے دلبر کے شوق میں مست رات دن کی سخت کوشی سے جو تکان محسوس نہیں ہوئی تھی اس بے ضرر خبر نے جسم و روح کو دفعتاً زخمی کر دیا، عشق و محبت کی اندیشنا کیاں یوں بھی معمولی بات کو مصائب کا عفریت بنا دیتی ہیں۔ بعض لوگوں کی لغت میں تاخیر کا ترجمہ منسوخ قرار پایا۔

مصلحتِ خدا، کس کا کیا پتا؟ سارے کام روک دیئے گئے کچھ دنوں کے بعد 4,5 اپریل اگلی تاریخ کا اعلان ہوا مگر وہ شوق جو آدمی کو جذبات کی جنت میں پہنچا دیتا

ہے اب نہیں تھا، بہر حال ٹوٹے ہوئے دل کی فریاد بے اثر تو جاتی نہیں کیوں کہ

؎ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

اب کچھ امید تھی تو وہ اسی زخمی روح پر مولا کی نظرِ رحمت سے تھی، کوششوں اور تدبیروں کی بیساکھیوں پر سے سہارا ہونے کا گمان جاتا رہا، واہ رے میرے مولا! یہ ٹوٹا دل تیرے آستانے پر کیسا قیمتی نذرانہ ہے، جب ایک قلبِ شکستہ حالات کے زمین و آسمان بدل دیتا ہے یہاں تو مجروح دلوں کا طویل سلسلہ موجود تھا، استغفار اور دعاؤں کی توفیق نے دھیرے دھیرے یاس کو آس میں بدل ہی دیا۔

بہر حال 15 سے 18 مارچ کے درمیان دوبارہ کام شروع ہوا، اتنے بڑے کام کے لیے جس طرح کی نفری درکار تھی بظاہر وہ موجود نہیں تھی، مدارس کے کم عمر اور ناتجربہ کار طلبہ اور تبلیغی احباب عشق و محبت میں ڈوب کر تیاریوں میں لگے ہوئے تھے، گرمی، دھوپ، زخم، بیماری اور تکلیف کا کسے ہوش تھا، چاروں طرف پتھریلے پہاڑ تھے، سخت دھوپ اور تمازت و حرارت سے چہرے جھلس گئے تھے مگر اس سرچشمۂ نور و جمال سے روح یقیناً تر و تازہ اور منور ہو رہی تھی، خدا کی محبت میں کسی بندے سے پیار کرنے کا نشہ ہی عجیب ہوتا ہے!! عشق رسول ﷺ میں صحابہ کے وہ محیر العقول واقعات جن پر آج ظاہر پرستوں اور قانونی مسلمانوں کو ہزاروں قسم کے اشکالات ہیں اس کی واحد وجہ ہی یہ ہے کہ:

؎ خرد نے مجھ کو عطا کی نظرِ حکیمانہ
سکھائی عشق نے ان کو حدیث رندانہ

جس کو عشق و وارفتگی کی ایک گھڑی بھی میسر نہ آئی ہو، وہ ان لمحات سرور و مستی کو کیا جانے؟؟ محبت بھی انسان کا فطری اور نفسیاتی عارضہ ہے۔ اس کا سرچشمہ دماغ نہیں دل ہوتا ہے، ان دیکھے خدا کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کی احسان مندی اور منت سپاسی کے خالص جذبات میں ڈوب جانے اور اس پر بے خطر نثار ہونے والے انسانوں کے واقعات کا تاریخی تسلسل دماغ کے لیے اشکال کا باعث ہو سکتا ہے مگر محبت کرنے والے اسی دل کے لیے اعزاز و افتخار کا سامان ہوتا ہے۔

ے زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

اگر عقل ہی انسان زندگی کے لیے کسوٹی قرار پا جائے تو الفت، محبت، شفقت، ہمدردی، خیر خواہی، قربانی اور امدادِ باہمی کے سارے معاملات ابلہی اور حماقت کے مظاہر مانے جائیں، ہوش و خرد کی اپنی کائنات ہے اور جنون و سرمستی کا اپنا عالم!! ایک کا مرکز دماغ ہے تو دوسرے کا سرچشمہ دل...... جو عداوت و انتقام کے درندے کو امن و صلح پر مجبور کرتی ہے اس سے میدان کارزار میں جاں سپاری کی مثال قائم ہوتی ہے اور یہی شاخِ گل بن کر کانٹوں کو گلے بھی لگاتی ہے اور یہی وصالِ یار میں حائل رکاوٹوں کے لیے شمشیر بے نیام بھی بن جاتی ہے۔

ع ایک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

بہر کیف! اسی جنوں سے خانقاہ اور اس کے اطراف حرکت و عمل کا مرکز بنا ہوا تھا، کسی کے ہاتھ میں کدال، تو کوئی پھاوڑے کی تلاش میں ہے، کسی نے مٹی کا ٹوکرا اٹھایا ہوا ہے کوئی ان مستانوں کا ساقی بنا ہے، ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، زخم لگے،

خون بہا، دست و بازو کدال پھاوڑے چلاتے شل ہو گئے، ایک نظارہ وہ تھا جہاں آفتاب نبوت میں گم ہو کر صحابہ آسمانِ ہدایت کے روشن تارے بن گئے تھے اور یہاں یہ عالم کہ قلزم ولایت میں ڈوب کر ان معصوم قطروں کو لافانی بننے کا سودا...... کم وقت میں جس رفتار اور سہولت سے سارے کام انجام پا رہے تھے اس سے یہ یقین ہونے لگا تھا کہ اب اس محبوب کی آمد کا فیصلہ فرش کی انسانی میز پر نہیں عرش کی نورانی کرسی پر ہو گیا ہے۔

بے دیکھے ہی اس عاشقِ خدا پر لوگ فریفتہ ہیں، مقبولیت اور محبوبیت کا یہ عالم ''بزور بازو نیست تا نہ بخشند خدائے بخشندہ'' پیکر پرستی کے اس نامبارک دور میں جس میں لذت چشم و دہن کے آگے کان بے مصرف نظر آتے ہیں، اور ''اخبار لا اعتبار'' کا محاورہ زبان زد ہوتا جا رہا ہے، عاشقوں کی یہ بے خودی

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم 96)

''عنقریب رحمان ان کے لئے محبت پیدا کرے گا۔''

کی عملی تفسیر تھی، کیوں کہ مشاہدے اور ذائقے کا ادراک براہِ راست ہوتا ہے جس کی تکذیب یا تردید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر ہم جس عشق و سرمستی کی بات کر رہے ہیں اس کا مدار فقط اخبار و اعتبار پر ہے، ایمانی صداقتوں کو مشاہدے اور احساس سے تو تسلیم نہیں کیا جاتا جس خدا کی عبادت کو عقل بھی ضروری سمجھتی ہے، حواس اس کے ادراک سے درماندہ ہیں۔ اہل اللہ سے ربط و تعلق کا ضابطہ بھی محض اعتبار اور اخبار ہے جو کچھ ان کے بارے میں سنا محبت نے اس کو قابل اعتبار سمجھ لیا۔

ایمان، تصدیق اور محبت کے بغیر بت کدۂ تصورات سے زیادہ کچھ نہیں، اگر

ملکی دستور کو لوگ عشق و محبت سے مجبور ہو کر تسلیم کرتے تو بدعنوانی کے ناسور سے دنیا کی بیشتر ریاستیں لب گور کھڑی نظر نہ آتیں؟ اسلام کے ماننے والوں نے بھی اپنے اللہ سے اسی دستوری اور قانونی رشتہ کو صرف کافی ہی نہیں بلکہ اتنا ہی ضروری سمجھ لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس گروہ نے عشق و محبت کو دائرۂ اسلام سے باہر کر دیا ہے۔ شرابِ محبت اور انگوری شراب کو ایک ہی سطح پر اتارنے والوں نے اللہ اور رسول، اولیاء اور صالحین کے عاشقوں کو معذوری کی سند دینے کے بجائے کفر الحاد کا تمغہ دیا ہے۔

عشق و مستی، وارفتگی اور شیفتگی کے عالم میں گزرے وہ ایام زندگی کے یادگار دن تھے، 2 اپریل بعد نماز مغرب انتظامی امور کے ذمہ دار سہیل مل صاحب نے کام کا جائزہ لیا، پنڈال، اسٹیج، بیت الخلاء، پانی کی سبیلیں، وضو اور غسل خانے ہر جگہ کام ابھی نامکمل، مگر اللہ جانے کہ کیا ہوا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کے خانقاہ پہنچنے کے بعد اگلے 15,20 گھنٹوں میں سارا کام بحسن وخوبی مکمل ہو گیا۔ اور دو دن دو ڈھائی لاکھ سے متجاوز مجمع نے کسی کمی کی شکایت نہ کی، عشاء کی نماز کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم کی تشریف آوری کی خبر ہر طرف گشت کر رہی تھی، پروانے شمع پر نثار ہونے کو بے تاب تھے، تحفظ اور سہولت کے لیے احاطۂ خانقاہ کو چاروں طرف سے بند کر دیا گیا تھا، خانقاہ کے اندر بہت ہی مخصوص مہمانان کرام قیام پذیر تھے۔ صدر دروازے اور آس پاس کا حصہ حضرت جی دامت برکاتہم کی تشریف آوری کی اطلاع ملتے ہیں زائرین سے بھر گیا تھا، روکنے اور منع کرنے کے سارے طریقے ناکام ہو چکے تھے۔

حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم، جو گجرات سے حضرت جی دامت برکاتہم کے استقبال کے لیے خانقاہ تشریف لائے ہوئے تھے،

حضرت جی دامت برکاتہم کے خلفاء، معہد الامام کے طلبہ اور اساتذہ نیز خدمت کے مختلف شعبوں کے ذمے داران سراپا انتظار بنے ہوئے تھے، راستے سے گزرنے والی ہر سواری پر حضرت جی دامت برکاتہم کی آمد کا گمان ہوتا اور سانس روکے دل تھامے اس کی طرف متوجہ ہو جاتے، اسی دوران حضرت جی دامت برکاتہم کی گاڑی احاطۂ خانقاہ میں داخل ہوئی، بہرکیف وہ دلبرو جانِ جاں آیا اور بڑی شان سے آیا، 2 اپریل، عشاء کے بعد کا وقت تھا، عاشقوں کے ہجوم میں وہ سراپا جمالِ روحانی سیاہ شیشوں کے پیچھے کمشکوۃ فیھا مصباح کی تعبیر نظر آتا تھا اور بے ساختہ زبان پر جاری ہوگیا......

ـ یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کی جگہ اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

سواری نئی عمارت کے صدر دروازے پر کھڑی تھی، حاضرین ساکت و صامت دہانِ صدف سے روشن موتی کے باہر نکلنے کے منتظر، دروازہ کھلا اور شیشے کی اوٹ سے وہ پیکرِ حسن و جمال، سیاہ بادلوں سے بدرِ کامل کی طرح نمودار ہوا، دیکھنے والی آنکھیں سوال کیے بغیر نہ رہ سکیں کہ:

ع رخ ہے کہ آئینہ میں مصور چھپا ہوا......

لوگ پنجوں کے بل ایک جھلک دیکھنے کو بے چین تھے، اونچا پورا قد، مضبوط بدن، معصوم نورانی چہرہ، خوبصورت داڑھی، دیدہ زیب عمامہ، ہاتھ میں عصاء، پورا وجود سنتوں کے نور سے آراستہ، جس نے ایک بار دیکھا دیکھتا ہی رہ گیا۔ میں سوچتا رہا حضور ﷺ کے حاضر باش صحابہؓ کے روایات میں جو واقعات منقول ہیں کہ جب وہ

خدمت اقدس سے گھر جاتے، اچانک ان کو حضور ﷺ کی یاد بے چین کر دیتی تو وہ چہرۂ انور فداہ ابی وامی کی زیارت کے لیے حاضر ہو جاتے، نیز انہوں نے امت اور انبیاء کے درجات کا فرق جو دیدار محبوب میں رکاوٹ بن سکتا تھا فرط محبت میں اس کے شکوہ سے گریز نہ کرتے تھے، حتیٰ کہ اپنے محبوب کے دیدار کی لذت کے آگے جنت کی لذتوں کو بے لطف سمجھتے تھے۔ محبت میں ایسی دیوانگی نہ ہو تو پھر اس محبت کا مزہ ہی کیا ہے؟؟ میرے اللہ!! اس کوثرِ محبت اور تسنیمِ فدائیت کا کوئی قطرہ ہمارے سینوں بھی ٹپکا دے۔ ذہن میں: اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ والی روایت گردش کر رہی تھی، کہ اگر اللہ نے یہ انتظام نہ کیا ہوتا تو ہم کم کوشوں کا وہاں بھی شاید یہی حال ہو جاتا۔ بہر حال ممدا پور میں اس رات پہلی مرتبہ شب کی تاریکی کو شکست خوردگی کا احساس ہوا ہوگا اور آسمان اپنے بدر کامل کو بے نور پا رہا ہوگا، قوس قزح کے سارے رنگ اس دن آنکھوں کو بے کیف لگ رہے تھے، ظاہری حسن کے ساتھ روحانی جمال کا مشاہدہ کتنی آنکھوں نے زندگی میں پہلی بار ہی کیا تھا، جس کو پڑھتے اور سنتے رہے تھے حقیقت میں وہ کہنے والے کہہ رہے تھے...... یہ تو بے شک اس دور کے ہیں مگر شکل وصورت سیرت وکردار عہد نبوت سے قریب تر بلکہ جس کسی نے علمائے دیوبند کے بارے میں کہا تھا کہ صحابہ کی بچی ہوئی روحیں اللہ نے ان کے جسموں میں اتار دی تھی حضرت جی دامت برکاتہم کو دیکھنے کے بعد اس کی صداقت کا تجربہ ہو گیا۔

خانقاہ نعمانیہ میں ہر طرف مسرت وخوشی کا ماحول تھا، مگر باہر پنڈال والے پیچ وتاب کھائے جا رہے تھے، فجر سے عصر تک وہاں عشق، انتظار شدید کے انگاروں پر آزمائش سے گزر رہا تھا۔ 4 اپریل نماز عصر کے بعد حضرت کے دست مبارک سے

خانقاہ کی مسجد کے سنگ بنیاد کا اعلان ہو چکا تھا، لوگ ظہر سے ایسی جگہ پر جمے رہنے کی فکر میں تھے جہاں سے حضرت جی دامت برکاتہم کو آنکھوں میں بسایا جاسکے، ہزار اندیشے دل میں پیدا ہو رہے تھے، اسٹیج سے نیچے اترنا تھا، دیوانوں کا اتنا بڑا ہجوم جو قریب رہ کر کئی گھنٹوں صبر کے جام نوش کئے جارہا ہے، اپنے محبوب کو اتنے قریب دیکھ کر ہوش کہاں سے لائے گا!!!! اور اس سیلاب کو کس دیوار سے روکنا ممکن ہے!!

مگر ہائے وہ منظر میں کبھی بھول نہیں سکتا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کی ایذاء کے حوالے سے کئے گئے ہمارے حضرت (مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہ) کے ایک اعلان نے گویا مجمع کو زمین سے چپکا دیا تھا، حضرت جی دامت برکاتہم تخت سے نیچے اترے اور سنگ بنیاد اپنی جگہ رکھ کر سہولت سے واپس اسٹیج پر تشریف لے آئے، کسی نے ملاقات و مصافحہ کی کوئی کوشش ہی نہیں کی، سچ ہے جذبۂ محبت کتنا بھی بے قابو ہو جائے محبوب کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا، جو محبت اغراض اور خواہشات سے پاک ہوتی ہے اس کے نزدیک رضائے معشوق ہی وصال کا مقام پا جاتی ہے۔

ایک بلیغ اور جامع خطاب اور اس موقع کی دعا کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم قیام گاہ پر تشریف لے گئے مگر مجمع وہیں کا وہیں جما رہا۔ نمازِ مغرب کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم کی مجلس نے کسی کو ٹلنے نہ دیا، نہ مجمع جوڑنے کی ضرورت تھی نہ مل مل کر بیٹھنے کی ترغیب، پہلا خطاب تھا سی ڈی اور انٹرنیٹ پر کئی بار سن چکے تھے، مگر آمنے سامنے کی صہبائی کا یہ پہلا موقع، نماز کے فوراً بعد مجمع گوش برآواز تھا، ہر طرف قیامت کی خاموشی، گویا زباں بندی کا دستور، حضرت جی دامت برکاتہم نے محبت الٰہی کے وہ جام لٹائے کہ سامعین حاضر و موجود سے بیزار نظر آئے، یعنی......

ے نازک سی توجہ میں اشارات کے دفتر
ہلکے سے تبسم میں کنایات کا عالم

کا مصداق، محبت کی بات ہو اور سراپا محبت کے دل سے، تو نشہ دوآتشہ ہو ہی جاتا ہے۔ چاروں طرف سے بوالہوسی، عیش کوشی اور لذت پرستی کی ظلمتوں کے اثرات قلب کو پتھر بلکہ ''اَشَدُّ قَسْوَة'' بنائے دیتے ہیں، مگر پورا مجمع جو سر اٹھا اٹھا کر حضرت جی دامت برکاتہم کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا اب سر جھکائے کہہ رہا تھا:

ے عشق کو تھا کب سے اپنی خشک دامانی کا رنج
ناگہاں آنکھوں کو اشکوں کا سلام آ ہی گیا

بیان کے اختتام پر ہر کوئی دل کی کیفیت کو تبدیل پا رہا تھا، عشاء کی نماز میں پہلی بار ایسا محسوس ہوا کہ ہم اپنے محبوب و مطلوب سے ہمکلام ہیں اور وہ ہماری ہر فریاد کو بہت قریب سے سن رہا ہے، دوسرے روز بھی فجر کے بعد ہی سے مجالس کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، 11 بجے ظہر کے بعد عصر کی مجلس نکاح خود حضرت جی دامت برکاتہم کی رہی، خطبۂ نکاح عام روایات سے مختلف ازواجی اور معاشرتی زندگی سے متعلق دسیوں قرآنی آیات اور احادیث پر مشتمل تھا، کل 37 نکاح ہوئے، حاضرین ظہر کے بعد اپنی نشستوں پر عشاء تک کمر کس کے بیٹھے ہوئے تھے، مغرب بعد کی مجلس کا سب کو بڑی بے صبری سے انتظار تھا، آج آخری مجلس تھی اس لیے دعا بھی ہونی تھی، بالآخر بیان کے بعد اسمائے حسنہ کے واسطہ سے دعا کا وہ منظر، آہ و گریہ کا وہ سماں، اتنے بڑے مجمع کی ایک میدان میں یا اللہ یا اللہ کی پکار کوسوں دور سنی گئی ہوگی، کتنے لوگ جذب و مستی میں بے قابو ہوتے ہوئے دیکھے گئے اور کتنے غلبہ و محویت میں غش کھا کر

گرے۔ کیف وسرور کا ایک عجیب وغریب عالم تھا، ابن قیمؒ، ابن جوزیؒ، جنید بغدادیؒ اور قدیم علماء کی مجالس کی جو کیفیت کتابوں میں پڑھی تھی آج اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کررہے تھے، صبح فجر کے لیے جب میدان میں پہنچے تو پورے میدان پر ایک سوگ وماتم کا عالم تھا اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا:

؎ رو رہی آج ایک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

خلیفۂ مجاز حضرت مفتی انعام الحق صاحب (انڈیا)
دارالافتاء دارالعلوم عالیپور گجرات انڈیا

تصوف وسلوک کی حقیقت

عاجز راقم الحروف حضرت جی سے کیسے متاثر ہوا؟

ایک دفعہ فقیر زمبیا کے سفر میں حضرت جی دامت برکاتہم سے ملا اور کافی متاثر ہوا۔ ایک دو دفعہ دوبارہ ملاقات ہوئی اور بیعت ہونے کی توفیق نصیب ہوئی، انڈیا کے سفر میں وقت کی کمی ہونے کے باوجود حضرت جی دامت برکاتہم ہمارے ہاں تشریف لائے جس سے فقیر کا دل بہت زیادہ متاثر ہوا کہ ہم گرے پڑوں پر بھی حضرت شیخ دامت برکاتہم نے کتنی بڑی مہربانی کی ہے۔ جس کی وجہ سے حضرت شیخ دامت برکاتہم کی کتابوں کا کام کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ مجالسِ فقیر مبوب کو ترتیب دیا جو کہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کی نگاہ میں بھا گئی۔ اس کے علاوہ اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات کو بھی قبولیت حاصل ہوئی۔ نسبت کا کام کرنے کی بھی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتے رہتے ہیں۔ یہ سب حضرت شیخ دامت برکاتہم کی دعاؤں اور توجہات کا نتیجہ ہے۔ اسی نسبت کی برکت سے حضرت شیخ دامت برکاتہم کے بارے میں چند باتیں کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت شیخ کی امتیازی خصوصیت:

حضرتِ اقدس پیر طریقت، رہبرِ شریعت آیۃ من آیات اللہ عارف باللہ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی ذاتِ گرامی میں جو خصوصیات، امتیازی

اوصاف اور نمایاں صفات ہیں ان میں ایک نادر اور بے مثال خصوصیت یہ ہے کہ جہاں بھرپور، سوز و کرب اور درد و اضطراب کے ساتھ سالکین کی روحانی تربیت فرماتے ہیں وہیں اپنے خلفاء کرام، اہل علم اور علم دوست حضرات کی فنِ تصوف میں عملی تربیت کرتے ہیں، چنانچہ سلاسلِ اربعہ، اسباق کی نشاندہی، سلسلۂ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف، ان کی تدوین وترتیب کے مراحل، ان کی خصوصیات وتاثیرات، سلسلہ جن حضرات کی طرف منسوب ہے اس کی وجہ، نیز چاروں سلسلوں کی عظمت و رفعت اور ہرایک کی شایانِ شان خدمات کے اعتراف و اقرار کے ساتھ ہر سلسلہ کی الگ الگ خصوصیت کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ چونکہ راہِ سلوک میں آپ سلسلہ نقشبندیہ کے اس دور کے امام العارفین ہیں اور اسی راہ سے محبتِ الٰہی اور وصلِ ربانی کا راستہ طے کراتے ہیں اس لیے سالکین کے سامنے فنِ تصوف کے اس خاص شعبہ کے اسباق کی بہت ہی دلنشین انداز میں عملی تشریح اور ان کی اصطلاحات کی مدلل وضاحت اس انداز میں فرماتے ہیں کہ کسی کو نہ تشنگی باقی رہتی ہے نہ مزید دلیل کی حاجت ہوتی ہے۔ حقائق کو قرآن وحدیث، آثارِ صحابہ اور عقلی دلائل سے اس طرح واضح کرتے ہیں کہ علم وفن کے ماہرین، دلائل کے استحضار اور انطباق پر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اور بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ یہ علمِ وہبی اور علمِ لدنی کا نتیجہ ہے ورنہ تو کتابوں کی لکیروں میں یہ چمکتے موتی کہاں ملیں گے؟ زبدۃ السلوک نامی کتاب درحقیقت اسی عملی تربیت پر مشتمل مجالس کا مجموعہ ہے، اس میں آپ فنِ تصوف کے مختلف موضوعات کو دیکھیں گے۔

فنِ تصوف کی اصطلاحات کی عملی تشریحات:

اس طرح امسال رمضان 1432ھ میں جو تصوف سے متعلق چند دن مجالس ہوئیں، اس مجموعہ پر نگاہ پڑنے سے اندازہ ہوگا کہ حضرت والا راہِ سلوک کو صرف ذکر و اذکار، توجہ و تصرف سے طے نہیں کراتے بلکہ علم و تحقیق کے اس جدید دور میں اس فن کی عملی تشریح بھی خوب سمجھاتے ہیں تاکہ اہل علم جب اس نسبت کے حامل بن کر خدمتِ دین میں لگ جائیں تو فن کی اہم اصطلاحات وغیرہ کے بارے میں احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں اور پوری بصیرت کے ساتھ عمل کرتے ہوئے دوسروں کو یہی حقیقت سمجھا سکیں۔

دردِ دل کا حصول:

فنِ تصوف کے عملی حقائق و معارف سے روشناس کروانا، یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ کسی بھی سلسلے سے نورِ نسبت حاصل کرنے والا جب سنتا یا پڑھتا ہے تو اعتراف کیے بغیر نہیں رہتا۔ اللہ رب العزت حضرت والا کے روحانی، علمی، تربیتی فیض کو عام و تام فرمائے اور ہم سالکین کو سراپا تمنا بن کر استفادے اور خدمت کی توفیق بخشے۔

؎ تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا صلاح الدین سیفی مدظلہ (انڈیا)

حضرت جی دامت برکاتہم سے پہلی ملاقات کی روئیداد

پیدائش:

اس عاجز کی پیدائش 1391ھ بمطابق 1971ء ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع میرٹھ میں ہوئی۔ اس عاجز کے گاؤں کا نام دوراله ہے۔ 9 بہن بھائیوں میں اس عاجز کا نمبر چھٹا ہے۔ یہ گاؤں دیوبند کے قریب تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی اور ان تمام میں سب سے زیادہ پڑھنے اور معیت میں رہنے کا موقع استاذ محترم جناب قاری سید منور صاحب زید مجدہ، شاگرد حضرت مولانا سید حامد حسین صاحب تھانویؒ کے ساتھ ملا۔ آپ قاعدہ بغدادی پڑھاتے تھے اور ساتھ ہی مکتب کے اوقات کے علاوہ اپنے ساتھ رکھ کر کھانا کھلانا، کپڑے دھونا، مسجد کی صفائی کرنا، مسجد کے وضوخانہ کی نالیوں کی صفائی ہاتھ سے کرانا غرض اس طرح کے کاموں میں لگا کر تربیت فرماتے تھے۔ اللہ رب العزت آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور عافیت کے ساتھ آپ کا سایۂ حیات تادیر قائم دائم رکھے۔ آمین

علم دین کے لیے سفر:

بارہ سال کی عمر میں تحصیل علم دین کے لیے اتر پردیش سے گجرات کا سفر کیا۔

ہندوستان کا یہ ساحلی صوبہ ہے اس میں ایک ضلع ہے جس کا نام سورت ہے۔ ضلع میں گاؤں تاکسیر کے اندر ایک بہت ہی مشہور ''جامعہ فلاح دارین'' ہے۔ اس میں اس عاجز کے پھوپھی زاد بھائی جناب حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مشکوۃ شریف تک کتب پڑھاتے تھے۔ یہاں اس ادارہ فلاح دارین میں 1984ء میں داخلہ لیا اور مکمل درس نظامی کا دس سالہ کورس پورا کر کے فراغت حاصل کی الحمدللہ۔ بعد ازاں تقریباً 3 ماہ دیوبند کے اکابرین سے استفادہ کے لیے سرزمین دیوبند میں قیام کا موقع ملا۔ بعد ازاں تقریباً سوا دو سال صوبہ گجرات کے اندر جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں چند ابتدائی کتب کی تدریس اور کتب خانہ میں بحیثیت خوش نویس کے تقرر رہا۔ لیکن جلد ہی مادر علمی فلاح دارین میں نظامت کتب خانہ اور چند کتابوں کی تدریس کے لیے انتخاب کیا گیا اور تادم تحریر یہ عاجز اسی ادارہ میں اپنے اساتذہ کے زیر سایہ مفوضہ امور انجام دے رہا ہے۔ اللہ رب العزت اس دین متین سے وابستگی اور محبت و وارفتگی کے ساتھ اس دین کی خدمت کے لیے دور تک اور دیر تک کے لیے قبول فرمائے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ سے وابستگی:

سال 2001ء کا پہلا مہینہ تھا اور ملک بھر کے مدارس اسلامیہ میں رمضان المبارک کی تعطیلات کے بعد نئے تعلیمی سال کا آغاز تھا۔ کسی کہنے والے نے کہا کہ سنیچر (ہفتہ) کے دن فلاح دارین کے اندر پاکستان کے ایک بزرگ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم تشریف لانے والے ہیں اور ساتھ ہی اس آدمی نے کتاب عشق الٰہی بھی دی۔

اس عاجز نے اس کو پڑھا۔ پڑھتے ہی دل کی حالت بدل گئی۔ پہلی فرصت میں یہ فیصلہ کیا کہ اس کتاب کو روزانہ طلبہ کے درمیان بعد عصر سبقاً سبقاً پڑھ کر سنانا ہے تاکہ حضرت جی دامت برکاتہم سے پہلے طلبہ کو حضرت جی دامت برکاتہم سے ایک مناسبت پیدا ہو جائے چنانچہ جیسے جیسے کتاب پڑھتا گیا سبھی کا شوقِ دیدار بڑھتا گیا۔ جمعرات آگئی اور شام سے ہی سنیچر کے دن کا انتظار ہونے لگا کہ حضرت جی دامت برکاتہم ترکیسر سنیچر کے دن آنے والے ہیں۔ یہ عاجز جمعہ کے دن کسی کام سے سورت گیا تھا اور رات میں واپسی میں تاخیر ہو جانے کے سبب گھر رات گئے دیر سے پہنچا۔ فجر کی نماز کے بعد بڑی بیتابی سے مہتمم صاحب کو فون کیا کہ حضرت کیا بات ہے کیا آپ ناراض ہیں مہتمم صاحب نے پوچھا کیوں؟

عرض کیا جناب جب بھی کوئی مہمان آتا ہے آپ ان کا استقبال اکرام اور نظم ونسق جیسے کام اس عاجز کے سپرد کرتے ہیں اور آج اتنے بڑے مہمان آنے والے ہیں اور ابھی تک آپ نے خبر ہی نہیں دی کہ کہاں قیام کرانا ہے اور کہاں کھانا کھلانا ہے؟ فوراً معذرت بھرے انداز میں فرمایا کہ صلاح الدین! دراصل معاملہ ایسا ہے کہ مہمان چونکہ پاکستانی ہیں اور کچھ قانونی اونچ نیچ کی وجہ سے ترکیسر نہیں آسکتے۔ اس لیے گذشتہ کل یہاں جتنے بھی اساتذہ تھے ان کو حضرت مولانا عبداللہ صاحب نے کا دپودرا، اپنی قیام گاہ پر ہی طلب فرمالیا تھا اور ہم رات میں ان کا بیان سن کر آئے ہیں۔ بڑے عجیب آدمی ہیں اور چوں کے آپ یہاں تھے ہی نہیں سورت گئے ہوئے تھے اس لیے آپ کو نہ لے جاسکے۔ بس یہ کہنا تھا کہ اس عاجز کی حالت ہی بدل کر رہ گئی ۔فوراً پوچھا اب کیا ہوگا؟

فرمانے لگے آپ ایسا کرو جلدی سے کھروڑ جامعہ چلے جاؤ وہاں حضرت جی دامت برکاتہم کا اس وقت ناشتہ ہے آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔

حضرت جی دامت برکاتہم کی تلاش میں:

کھروڑ بستی تقریباً یہاں سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس عاجز نے ایک موٹر سائیکل والے نوجوان کو تیار کیا اور علی الصباح اس سمت دوڑنا شروع کیا۔

جنوری کا مہینہ، صبح کی ٹھنڈ، نیشنل ہائی وے پر ٹریفک کے اژدھام میں راستہ بناتے ہوئے نوجوان موٹر سائیکل چلا رہا تھا اور یہ عاجز اس نوجوان کو بار بار کہتا کہ اللہ کی طرف توجہ رکھو اور موٹر سائیکل تیز چلاؤ انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا اور دل ہی دل میں دعا کرتا، یا اللہ حضرت جی دامت برکاتہم سے ملاقات کرا دیجئے۔ محروم نہ فرمائیے۔ بالآخر وہ راستہ آ گیا جہاں سے بس ہمیں تھوڑا سے چل کر اس مدرسہ کے احاطہ میں داخل ہونا تھا جہاں حضرت جی دامت برکاتہم کا ناشتہ تھا۔ جیسے ہی ہائی وے سے نیچے اترے ایک سیاہ رنگ کی کار ہمارے سامنے سے گزری۔ ہم جیسے ہی جامعہ پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی نے جو اس ادارہ میں پڑھاتے ہیں اترتے ہی فوراً کہا کہ حضرت جی دامت برکاتہم تو ابھی یہاں سے روانہ ہوئے ہیں پتہ چلا کہ وہ کالی کار حضرت جی دامت برکاتہم کی ہی تھی۔

ٹھٹھرے ہوئے بدنوں کے ساتھ بمشکل تمام موٹر سائیکل سے اتر کر ساتھیوں سے اور وہاں موجود اساتذہ سے مصافحہ کیا۔ حضرت جی دامت برکاتہم کے بارے میں کچھ دریافت کیا جس نے جو کچھ بتایا یقیناً حضرت جی دامت برکاتہم اس سے

بڑھے ہوئے تھے اس کے بعد چائے پی کر ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ اسی نوجوان کے ہمراہ ترکیسر واپس ہوگیا، یہاں پہنچ کر اس عاجز نے پتہ لگایا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کا شب میں کہاں بیان ہوگا؟ پتہ چلا دار القرآن جمبوسر میں ہے۔

حضرت جی دامت برکاتہم سے ملاقات:

حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان شب میں دار القرآن جمبوسر میں تھا چنانچہ ایک گاڑی کرائے پر کی جس میں ادارے کے دیگر اساتذہ بھی چلے۔ ٹھیک عشاء کی اذان ہوتے ہوئے جامعہ جمبوسر میں داخل ہوئے۔ گاڑی سے جیسے ہی اساتذہ اترے وہاں کے مقامی احباب نے اکرام کیا اور کھانے کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ اتنے میں اس عاجز کی نظر مغربی سمت کی جانب دو افراد پر پڑی جو اندھیرے سے اجالے کی طرف آ رہے تھے اور مسجد کی سمت چل رہے تھے۔ ایک تو دبلے سے تھے اور دوسرے قد آور تھے۔ ایک عصا کے ساتھ تھے دوسرے چوب دستی کے ساتھ۔ جیسے جیسے قریب آئے دل میں ایک روشنی سی محسوس کی جو عصا والے تھے دل نے کہا یہ کوئی انسان نہیں فرشتہ ہے۔ جلدی سے قدم آگے بڑھائے اور مصافحہ کیا۔ دل نے ٹھنڈک محسوس کی اور بالآخر بے قراری کو قرار آ گیا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کا دیدار ہوگیا۔ پھر حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم کا ''دل سنوارنے'' کے عنوان پر ایک اور بیان ہوا۔

حضرت جی دامت برکاتہم تو بیان کے فوراً بعد گاڑی میں بیٹھ کر اگلی منزل کی طرف چلے گئے لیکن اس عاجز کے دل میں تو آگ لگ چکی تھی۔ وہیں کسی نے یہ بتلایا

کہ حضرت جی دامت برکاتہم انشاء اللہ ایک ہفتہ کے بعد ترکیسر آئیں گے۔ حضرت جی دامت برکاتہم ابھی تو دیوبند اور دہلی کی سمت جا رہے ہیں انشاء اللہ وہاں سے واپسی میں پھر ترکیسر اور ڈابھیل وغیرہ تشریف لائیں گے۔ یہ بات سن کر بڑی خوشی ہوئی اور بڑی بے تابی سے دوسری ملاقات کا انتظار کرنے لگا۔

حضرت جی دامت برکاتہم کی ترکیسر آمد:

جمعہ کا دن تھا اور جنوری کی انیس تاریخ آج حضرت جی دامت برکاتہم کو ترکیسر آنا تھا۔ صبح صبح نہا دھو کر یہ عاجز مہتمم صاحب کے گھر پہنچا کہ حضرت جی دامت برکاتہم تشریف لانے والے ہیں تو کوئی ہدایت دیجیے۔ فرمانے لگے کہ گاؤں کے باہر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت جی دامت برکاتہم چونکہ نقشبندی ہیں اس لیے موسیٰ جی نقشبندیؒ کے مزار پر لے جانا اور پھر یہاں گھر لانا۔

یہ عاجز صبح آٹھ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک راستے میں کھڑا رہا استغفار پڑھتا رہا کہ کہیں ایک اللہ کے ولی کا دل اس کمینہ کے گناہوں سے میلا نہ ہو جائے۔ اس دوران یہاں پر کافی لوگ جمع ہو گئے تھے۔ بالآخر تقریباً پونے ایک بجے حضرت جی دامت برکاتہم کی گاڑی پیر موسیٰ جیؒ کے مزار کے قریب آئی تو ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا گیا اور حضرت جی دامت برکاتہم اترے۔ جمبوسر میں حضرت جی دامت برکاتہم کو رات میں دیکھا تھا اب دن کے اجالے میں دیکھنے کا اللہ نے شرف دیا۔ دل جھوم گیا حضرت جی دامت برکاتہم مزار پر مراقب ہوئے اور ایصال ثواب کے بعد مہتمم صاحب کے گھر جمعہ کے غسل کے لیے تشریف لے گئے۔ جمعہ کی نماز سے

قبل تقریباً آدھا گھنٹہ وعظ فرمایا جس کا عنوان تھا ''یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔''

نماز جمعہ کسی اور نے پڑھائی اور حضرت جی دامت برکاتہم نے دعا فرمائی۔ دعا میں لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور از خود رفتہ ہو گئے۔

اسی طرح گجرات کے دیگر اداروں کا دورۂ بیانات ہوا۔ یہ عاجز حضرت جی دامت برکاتہم کے بیشتر بیانات میں حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ رہا اور ساتھ یہ دعا کرتا رہا کہ اللہ آپ حضرت جی دامت برکاتہم کے بیانات کو جمع کرنے کا کام اس عاجز سے لے لیں۔

فقیر صلاح الدین سیفی کا پاکستان کا سفر:

جب پاکستان جانے کے بارے میں سوچا سب دوست احباب اور والدین نے یک زبان ہو کر کہا کہ پاکستان جا کر کیا کرنا ہے۔ اس عاجز کے لیے اتنی مشکل تھی کہ جب یہ کہتا کہ میں نے پاکستان جانا ہے لوگوں کی باتیں سن کر دل اور اداس ہو جاتا۔ عاجز نے کئی لوگوں سے کہا کہ آپ ویسے تو بڑے بہادر بنتے ہیں اور وہاں جانے سے روکتے ہیں میں نے کون سی وہاں جا کر جنگ کرنی ہے۔ مجھے کیوں منع کیا جا رہا ہے؟ خیر والدین کو کسی طرح راضی کیا اور انہی کی دعاؤں سے سفر کا آغاز کیا۔ جس دن پاکستان میں لاہور پہنچا اور حضرت جی دامت برکاتہم سے جھنگ کے پتے پر رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ حضرت جی دامت برکاتہم تو اسلام آباد تشریف لے گئے ہیں۔ پھر پتہ چلا کہ حضرت جی دامت برکاتہم زمبیا تشریف لے گئے ہیں۔ دل ٹوٹ کر رہ گیا۔ دوائے دل کے چند نسخے لوگوں کے سپرد کر کے یہ عاجز تو وطن واپس آ گیا البتہ کتاب دوائے دل کا ایک نسخہ حضرت جی

دامت برکاتہم کو کسی گجراتی نے زمبیا میں پیش کر دیا تھا۔

حج کا سفر:

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کہ اسی سال سفر حج کے لیے اللہ رب العزت نے اسباب بنا دیئے۔ جب یہ عاجز حرم کے باہر سے اندر گیا تو کعبۃ اللہ پر نظر پڑتے ہی یہ دعا کی کہ یا اللہ حضرت جی دامت برکاتہم سے ملا دیجئے۔ چنانچہ روزانہ کا یہی معمول بنا لیا کہ کعبہ کو دیکھتے ہی یہ الفاظ زبان پر جاری ہو جاتے۔

ایک روز مطاف میں رکن یمانی اور حجر اسود کے محاذات میں دیکھا کہ حضرت جی دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں۔ لپک کر حضرت جی دامت برکاتہم کی طرف بڑھا عرض کیا حضرت! صلاح الدین ہوں انڈیا سے آیا ہوں۔ حضرت نے سینے لگایا کرم فرمایا۔ دعاؤں سے نوازا۔ اس قابل تو نہ تھا کہ ایک پاکیزہ دل والا شخص، کور باطن اور نفس گزیدہ شخص کو اپنے سینے سے لگاتا۔ لیکن بڑوں کے ظرف بھی بڑے ہوتے ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم سے معانقہ کر کے ایسا لگا کہ ایک بہت بڑا سہارا مل گیا ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم پہچان گئے کہ دوائے دل اسی نے ترتیب دی ہے۔ یہ حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ پہلی قریبی ملاقات تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے صحن میں مقدر فرمائی اور اس طرح حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ پھر قرب بڑھتا گیا۔

حضرت جی دامت برکاتہم سے بیعت:

حضرت جی دامت برکاتہم سے قریبی تعلق بڑھتا گیا حتیٰ کہ ایک دن وہ بھی

آیا کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے اس عاجز کو بیعت فرمالیا۔ الحمدللہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے عظیم محسن کے سایہ حیات کو تادیر قائم و دائم رکھے اور آپ کو سلامت باکرامت رکھے اور آپ کے فیض کو تاقیامت جاری رکھے۔ آمین

اپنے دل کی بات:

یہ خاکسار گجرات کے سفر کے دوران اکثر بیانات میں شریک رہا۔ حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان عام فہم زبان میں تھا اور عوام وخواص کو سمجھانے کا جو انداز تھا وہ دلوں کو موہ لینے والا تھا۔ دل ان باتوں کی طرف بے ساختہ کھنچے چلے جاتے تھے۔ آنکھیں اپنے گناہوں پر آنسو بہانے لگتیں۔ بعض افراد اپنے جذبات پر قابو نہ پا کر چیخ پڑتے تھے۔ مجمع پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی۔، قرآنی آیات واحادیث رسول ﷺ سے استدلال کا ایک اچھوتا انداز تھا، دل پر اثر کرنے والے واقعات، توبہ و استغفار پر ابھارنے والی تنبیہات اور عمل پر آمادہ کرنے والے نتائج وانعامات، دل بیدار کرنے والا ذکر و مراقبہ یہ سب باتیں مسحور کن تھیں۔ بیان کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے آپ کو اتنا پرکشش بنایا کہ آپ سراپا سنت رسول ﷺ سے آراستہ و پیراستہ اور آپ کا سر مبارک سنت عمامہ سے مزین آپ کا ہاتھ اتباع سنت ﷺ میں فرمابردار، آپ کی چال یاد الٰہی میں ڈوبے ہوئے شخص کی مانند گویا آپ رسول ﷺ کی سنتوں کا چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔

یارب میں تیرے محبوب کی شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت تو اس کو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

حضرت جی دامت برکاتہم کی جاذبِ نظر شخصیت:

آپ کو دیکھتے دیکھتے جی نہیں بھرتا۔ ہر دم دل آپ کی نظر کے زاویئے میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ کبھی دل یہ کہتا ہے کہ آپ کا عصاء چوم لوں، کبھی دل کہتا ہے کہ آپ کی پیشانی کو بوسہ دوں اور بار ہا یہ بھی خیال آتا ہے کہ جب آپ ﷺ کے امتی کا یہ حال ہے تو خود آپ ﷺ کی محبوبیت کا کیا عالم ہوگا جب آپ کا امتی اتنا باکمال ہے تو آپ ﷺ کتنے باکمال ہوں گے۔

بس ان سب کیفیات سے سرشار ہو کر یہ عاجز مجبور ہوا کہ آپ کے بیانات کو قلم بند کرلے۔ لہذا آپ کے بیانات کے بعد کئی مجلسوں میں دعا کی، پیارے اللہ! آپ حضرت کے بیانات کو جمع کرنے کا کام اس عاجز سے لے لیجئے۔ اگر یہ کام مجھ سے ہو جاتا ہے تو آپ کے خزانے میں کسی بات کی کمی نہیں ہوگی بلکہ میرا کام بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل بیانات کے مجموعے فقیر کو ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی اس پر جتنا بھی زیادہ اللہ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

بیانات کے مجموعے:

1۔ دوائے دل　　2۔ تمنائے دل

3۔ سکون دل　　4۔ سکون خانہ

5۔ زبدۃ السلوک　　6۔ میں کہاں کہاں نہ پہنچا تیری دید کی تلاش میں

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا صاحبزادہ حبیب اللہ نقشبندی مجددی زید مجدہ

اصلاح وتربیت کے مختلف انداز

س......کوئی دلچسپ واقعہ سنائیں جو بھلانے سے نہ بھولتا ہو۔

ایک دفعہ مدینہ شریف کا سفر کرنا تھا، ہوٹل سے باہر سامان رکھ دیا گیا وہیں انڈونیشیا کے لوگوں نے بھی آ کر اپنا سامان رکھ دیا، ان کی بس پہلے آ گئی جس کی وجہ سے انہوں نے غلط فہمی میں سارا سامان ہی اٹھا کر اپنی بس میں رکھ لیا۔ عاجز نے جب آ کر سامان دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ سامان بس میں لے کر چل پڑے ہیں۔ عاجز ذرا دور بس کی طرف بھاگا اور سامان کو بڑی مشکل سے بس میں سے نکالا۔ اب کوئی ٹیکسی والا ہوٹل کی طرف جانے کے لئے آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ تین بیگ تھے جن کو اس عاجز کے لئے پیدل لانا بھی مشکل تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ملی تو اس نے ہمارے ہوٹل سے تھوڑی دور اتار دیا۔ بڑی مشکل سے ایک ریڑھی پر ڈال کر سامان کو ہوٹل کی طرف لے کر چلے تو ریڑھی والے نے کہا کہ وہ سامنے شرطے کھڑے ہیں میں ریڑھی نہیں چلا سکتا۔ ریڑھی بھی آپ ہی چلائیں، اس طرح بڑی مشکل سے سامان لے کر ہوٹل پہنچے۔ حضرت جی دامت برکاتہم بڑے فکر مند تھے کہ بچہ اکیلا کدھر گیا ہے کیونکہ اس وقت میری عمر چھوٹی تھی۔ جب واپس بیگوں کے ساتھ حاضر ہوا تو حضرت جی دامت برکاتہم بہت خوش ہوئے۔

س......آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

حضرت جی کی تو تمام ادائیں متاثر کن ہیں لیکن ایک دفعہ مسکرا کر دیکھ لیں تو

دل باغ باغ ہو جاتا ہے، سنت مسکراہٹ میں ایسی تاثیر ہے۔ اور آپ سے مل لیں تو تمام Tension اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم کے کس شفقت ومحبت کے واقعہ نے بہت متاثر کیا؟

ایک دفعہ عاجز تراویح میں قرآن مجید سنا رہا تھا۔ قاریوں نے ایسے بار بار مقابلے میں لقمے دیئے کہ بہت زیادہ متشابہ لگنے لگے تو حضرت جی دامت برکاتہم نے تراویح کے بعد ہم تینوں کو اوپر کمرے میں بلا لیا اور فرمایا ہمارے حضرت پیر غلام حبیبؒ فرمایا کرتے تھے، حافظ کی مدد کرنی ہوتی ہے اور اسے آگے چلانا ہوتا ہے، اسے ننگا نہیں کرنا ہوتا اور خواہ مخواہ اسے پریشان نہیں کرنا ہوتا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے پھر فرمایا تم لوگوں نے آج نماز میں ایسے انداز سے لقمے دیئے کہ میری توجہ الی اللہ میں فرق ڈال دیا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ہم سب کو بڑی شفقت سے سمجھایا اور بڑی دلسوزی سے اصلاح وتربیت فرمائی۔

س......کون کون سی کتاب نے بہت متاثر کیا؟

سفرنامہ رُوس کو پڑھ کر بہت متاثر ہوا اس میں بڑی ہی متاثر کن باتیں ہیں خصوصاً جب حضرت جی دامت برکاتہم اپنی عاجزی انکساری کا اظہار کرتے ہیں تو رقت طاری ہو جاتی ہے۔

س......کس عادت سے بہت متاثر ہوئے؟

حضرت جی دامت برکاتہم کی کمالِ شفقت والی عادت نے بہت متاثر کیا، شفقت والے انداز نے زندگی میں بہت اصلاح وتربیت کی۔

س......کس کس بیان نے بہت متاثر کیا اور کیا کیا فائدہ حاصل کیا؟

1۔ ''تقویٰ کی برکات'' نے بھی بہت متاثر کیا جس کی وجہ سے زندگی کے ہر ہر

معاملے میں تقویٰ کو مدنظر رکھنے کی فکر پیدا ہوئی۔

2۔ ''منفی مثبت سوچ'' جس کے پڑھنے سننے سے سوچ کو مثبت انداز میں ڈھالنے میں بہت مدد ملی۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم کی اصلاح و تربیت کے کون سے انداز ہیں جنہوں نے آپ کو بہت متاثر کیا؟ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے انہیں ذرا تفصیل سے بیان فرما دیجئے۔

1۔ کسی اور کے ذریعے اصلاح و تربیت کرنا

بعض اوقات شیخ حکمت کے تحت کسی اور کے ذریعے سے بھی مرید کو کوئی بات کرنے کے لیے کہتا ہے۔ کیونکہ اگر ڈائریکٹ کوئی بات کہی جائے اور وہ مرید کرنے سے انکار کر دے تو یہ انکار مرید کے لیے خطرناک ہوتا ہے کیونکہ اس طرح نافرمانوں کے زمرے میں شامل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیے شیخ حکمت و دانائی سے کام لیتے ہوئے کسی اور کے ذریعے بھی بات پہنچا دیتا ہے تا کہ اس کی اصلاح ہو سکے۔ فرمانبردار مرید کسی اور کے ذریعے شیخ کے پہنچے ہوئے پیغام کی بھی قدر کرتا ہے اور ڈائریکٹ حکم نہ دینے میں یہ بھی حکمت ہو سکتی ہے کہ شاید ناسمجھ مرید اپنی کم فہمی کی وجہ سے انکار ہی کر بیٹھے۔ اس لیے بعض اوقات شیخ کسی اور کے ذریعے بھی بات پہنچاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ محبت کرنے والا اور فرمانبردار مرید تو شیخ کے اشارے کو بھی مان لیتا ہے۔

؎ عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی

2۔ حکمت ودانائی کے ذریعے اصلاح وتربیت کرنا

شیخ کا قرآن وحدیث کا فہم اور فکرِ آخرت، علم کا نور، عمل اور اخلاص، حکمت و دانائی مرید سے کہیں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے وہ بہت سی حکمتوں اور بہت سی اچھی نیتوں کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس لیے مشائخ نے کہا ہے:

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ

''نیکوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ سمجھے جاتے ہیں۔''

یعنی عام نیک لوگ بہت سی رخصتوں پر بھی عمل کر لیتے ہیں، کئی مباح چیزوں میں بھی ضرورت سے زیادہ پڑ جاتے ہیں مگر متقین اور مقربین تقویٰ اور عزیمت پر پورا عمل کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بہت اونچے اونچے مقامات تک پہنچتے ہیں۔

3۔ سفر کے ذریعے اصلاح وتربیت کرنا

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم نے پوری دنیا کے کثیر اسفار کیے ہیں۔ جہاں جہاں جاتے ہیں لوگ کثرت سے ساتھ رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے متفرق اصلاحی واقعات سفرنامۂ روس میں بھی ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجالسِ فقیر میں بھی بہت سے اصلاحی وتربیتی واقعات لکھے گئے ہیں جو غور وفکر سے پڑھنے والوں کے لیے بہت فائدہ مند ہیں۔ مجالسِ فقیر اکثر سفر کے دوران لکھی گئی ہیں اس لیے ان میں سفر کی برکات کے ساتھ ساتھ بہت سے سفر کے واقعات بھی نقل کیے گئے ہیں جو کہ اصلاح وتربیت کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔ اصلاح کی نیت سے پڑھنے والوں کے لیے فائدہ مند ہوں گی۔

تارکِ سنت

الحمد للہ حرم شریف میں عمرہ کے ارکان ادا کرنے کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم حلق کروانے کے لیے ایک حجام کی دکان پر گئے مگر بال کاٹنے والے داڑھی مونڈتے تھے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ تارکِ سنت سے حلق نہیں کروانا۔ اس لیے ہوٹل واپس آ گئے۔ پھر حاجی صدیق صاحب نے خود ہی سیفٹی سے بڑے اچھے انداز سے حلق کر دیا اور حضرت جی دامت برکاتہم نے احرام اتار دیا اور غسل کے بعد دوسرے کپڑے پہن لیے اس طرح عمرہ کی تکمیل ہوئی۔

تربیت کی اہمیت

آپ کی مجلس میں تربیت کا تذکرہ چھڑا تو آپ نے فرمایا، To train the trainer جس نے آگے لوگوں کو ٹرین کرنا ہے آپ پہلے اسے ٹرینڈ کر دیں تا کہ وہ اچھے طریقے سے بچوں کو ٹرین کر سکے۔ اگر ادارہ میں تربیت کا رنگ لانا ہے تو پہلے اساتذہ کو ٹریننگ دیں تب بچوں پر تربیت کا رنگ چڑھے گا۔

پہلے استاد بھی ہوتے تھے اور پیر بھی ہوتے تھے، آج استاد ہی استاد ہیں مگر تربیت والی لائن خالی ہے۔ آج تعلیم گاہیں ہیں مگر تربیت گاہوں کا فقدان ہے پہلے دونوں ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

ذکر فکر کی لائن

ارشاد فرمایا کہ مدارس میں فتنوں سے محفوظ رہنے کے لیے ذکر فکر کی مجالس بہت ضروری ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آخری عمر میں معذوریوں کے باوجود

افریقہ وغیرہ کے دور دراز کے علاقوں کے دورے فرمائے اور ذکر کی لائن کا اجراء کیا۔ خانقاہیں آباد کیں حالانکہ آپ کے لیے مدینہ شریف سے جدا ہونا بہت مشکل تھا مگر ذکر فکر کی لائن کو زندہ کرنا بھی بہت ضروری تھا جس کی وجہ سے آپ نے بالکل آخری عمر میں دور دراز کے علاقوں کے اسفار کیے۔

زبردست طاقت

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا، ایک نکتے کی بات غور سے سنیں جس طرح چراغ جلے بغیر روشنی نہیں دیتا اسی طرح علم عمل کیے بغیر فائدہ نہیں دیتا۔ مثل مشہور ہے کہ علم عمل کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اگر کھل جائے تو بہتر ہے ورنہ علم اس انسان سے دور چلا جاتا ہے۔ عمل سے بھی آگے ایک چیز ہے جسے اخلاص کہتے ہیں اور اگر علم عمل اور اخلاص نصیب ہو جائے تو یہ ایک طاقت بن جاتا ہے۔ اخلاص سے کیے گئے عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں جلدی قبولیت کا درجہ پا لیتے ہیں۔

4۔ توجہ اور دعاؤں کے ذریعے اصلاح و تربیت کرنا

حضرت شیخ دامت برکاتہم نے معہد الفقیر کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کے لیے ملتزم سے چمٹ کر بہت سی دعائیں کرتا ہوں۔ کئی لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ حج عمرے کے دوران آپ لوگوں کے لیے دعائیں کی گئیں۔ ایک دفعہ بڑی کڑھن کے ساتھ فرمایا کہ اولاد کسی کی ہوتی ہے رونا شیخ کو پڑتا ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ لوگوں کو توجہ دیتے دیتے جسم دکھنے لگ جاتا ہے اور ہڈیاں چٹخنے لگ جاتیں ہیں۔ ایک دفعہ اپنے شیخ مرشدِ عالم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے مجھ پر اتنے

زیادہ احسانات ہیں کہ میرا انگ انگ ان کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔

5۔ ذکروفکر کے ذریعے اصلاح وتربیت کرنا

ہمارے شیخ دامت برکاتہم کا تو مقصدِ زندگی ہی ذکرفکر کرنا اور کرانا ہے۔جس کی خاطر بہت سے ملکوں کے سفر کیے حتیٰ کہ دنیا کے آخری کنارے تک پہنچے۔اس ذکرو فکر کے ذریعے لاکھوں لوگوں کی اصلاح وتربیت کی۔ان میں ذکروفکر کا ذوق وشوق پیدا کیا۔بہت سے گناہِ صغیرہ اور کبیرہ میں پھنسے ہوئے لوگوں کی اصلاح وتربیت ہوئی جس کے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

ایک تھانیدار کی اصلاح

ملتان میں ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم بیان کے بعد لوگوں کو بیعت کررہے تھے۔ایک بھائی دوسرے کو اشارہ کررہا تھا کہ آپ بھی بیعت ہوجائیں مگر وہ آگے سے انکار کررہا تھا۔حضرت جی دامت برکاتہم سے کہنے لگا کہ میں ہروہ گناہ کر چکا ہوں جو آپ سوچ سکتے ہیں۔اب میرے بیعت کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ توبہ ایسی اکسیر چیز ہے جو پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ اس تھانیدار نے بھی توبہ کے کلمات پڑھ لیے۔جب دوبارہ ملتان گئے اور اس مسجد میں بیان کے لیے جارہے تھے تو کسی نے پیچھے سے محبت کے ساتھ بازوؤں میں دبوچ لیا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے پیچھے مڑکر دیکھا اور کہا کیا آپ تھانیدار صاحب ہیں؟ تو وہ بے اختیار کہنے لگا کہ تھانیدار تو اسی بیعت والے دن مرگیا تھا۔آپ کا خادم موجود ہوں۔اس بیعت کی برکت سے پانچ وقت نماز پڑھتا ہوں اور کبھی کبھی تہجد بھی نصیب

ہو جاتی ہے اور اپنی اس مسجد میں فجر کی اذان میں دیتا ہوں۔

ایک ایم این اے کی قابلِ رشک موت

ملتان ہی کے ایک ایم این اے صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت جی دامت برکاتہم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد زندگی میں زبردست تبدیلیاں آنی شروع ہوگئیں۔ اسی سال حج کے لیے تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو شہر کے علمائے کرام حج کی مبارک باد دینے آئے۔ تمام علمائے کرام کو زمزم اور کھجوریں پیش کیں اور خود صوفے پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگے کہ اسی حال میں موت آ گئی۔

چھٹی کا دن:

ایک دن میرے بیٹے حبیب اللہ کہنے لگے ہر ایک کے لیے چھٹی کا دن ہوتا ہے، ابو جی آپ کی چھٹی کا دن کون سا ہے؟ عاجز نے کہا کہ اب تو میرے مرنے کا دن ہی میری چھٹی کا دن ہوگا اس سے پہلے چھٹی ملنا مشکل ہے۔ اپنی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا فون اتنے آتے ہیں کہ ایک دن کان کو فون لگا لگا کر ہی ہاتھ تھک گیا۔ پونے دو گھنٹے مسلسل فون ہی فون آتے رہے۔ الحمد للہ رب العالمین

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا صاحبزادہ سیف اللہ نقشبندی مجددی زید مجدہ

حضرت جی دامت برکاتہم کے تربیتی نکات

س......حضرت جی دامت برکاتہم کے کس قول نے سب سے زیادہ متاثر کیا؟

ارشاد فرمایا، بیٹا یاد رکھنا ''جو اولاد اپنے والد سے سلوک نہیں سیکھتی وہ خانقاہ کو چلانے کے لئے سیاست یا بریلویت کا سہارا لیتی ہے''۔

س......کس واقعہ نے بہت زیادہ متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا، میرے حضرت مرشد عالمؒ نے اپنے بیٹے مولانا عبدالرؤف شہیدؒ سے پوچھا کہ سالک بننا ہے یا صاحبزادہ؟ تو انہوں فرمایا، کہ سالک بننا ہے۔ پھر مرشد عالمؒ نے فرمایا، جو صاحبزادے بنتے ہیں وہ بدبخت بنتے ہیں۔ یہی اصلاحی تربیتی واقعہ ہے جو کئی دفعہ ذہن میں آتا رہتا ہے۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم کی کونسی ادا نے بہت زیادہ متاثر کیا؟

میرے شیخ کی ہر ادا مجھے متاثر کن لگتی ہے۔ اور دل یوں چاہتا ہے

یہاں تک جذب کر لوں کاش تیرے حسن کامل کو
تجھی کو سب پکار اٹھیں گذر جاؤں جدھر سے میں

س......وہ کونسی کتاب ہے جس نے بہت زیادہ متاثر کیا؟

وہ سفرنامہ روس ہے اس کے پڑھنے سے یہ فائدہ ہوا کہ جو اخلاص سے دین کا کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے اپنے مقربین میں شامل فرما لیتے ہیں اور اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ بے لوث بن کر دین کا کام کرنا چاہئے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس

کے بارے میں پوچھا کہ سفرنامہ پڑھا ہے؟ عرض کیا کہ، ایک باب رہتا ہے۔ جلال میں آ کر فرمایا، ابھی تک کیوں نہیں مکمل کیا؟ جلدی مکمل کرو۔

ایک دفعہ ساؤتھ افریقہ میں چار گھنٹے کا سفر تھا تو عاجز نے سارا سفرنامہ پڑھ ڈالا، تو حضرت جی کی طرف سے شاباش ملی،

س......حضرت جی دامت برکاتہم کی کس عادت نے سب سے زیادہ متاثر کیا؟

جس عادت نے زیادہ متاثر کیا، ایک تو اعلیٰ ظرفی اور تحمل مزاجی ہے۔ مجھے بعض لوگوں کے رویے پر جلال آ رہا ہوتا ہے مگر حضرت جی دامت برکاتہم صبر سے چپ چاپ بیٹھے ہوتے ہیں۔ دوسری عادت، بصیرت و حکمت ہے۔ جس کے متعلق قرآن حکیم نے فرمایا وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔

(جس کو اللہ تعالیٰ حکمت و دانائی عطا کر دیتے ہیں پس بے شک اس کو خیر کثیر عطا فرما دیتے ہیں)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان عادات کو کامل طور پر اپنانے کی توفیق عطا فرمائے

س......کس بیان نے بہت متاثر کیا؟

فرمایا ہر بیان متاثر کن ہے مگر موت کی تیاری، توبہ کی اہمیت اور علمائے دیوبند سے محبت کے بیانات نے بہت متاثر کیا۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ جس Topic پر بھی بیان کر دیں وہی بیان کرنے کو دل چاہتا ہے۔ پھر ہر بیان کے بعد عاجز یہی دعا کرتا رہتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نا گوئید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

س......حضرت جی دامت برکاتہم کے سفروں میں کونسا سفر یادگار تھا؟

انڈیا کا سفر یادگار تھا اس سفر کی خاص چیز اخلاص تھا جس کی وجہ سے قبولیت

ہوئی ۔ صاحبزادہ صاحب نے اخلاص کی دلیل اور مثال بیان فرمائی کہ، حضرت لاہوریؒ کراچی گئے تو بڑا مجمع تھا، حضرت مولانا یوسف بنوریؒ بھی بیان سننے تشریف لائے اور بعد میں حضرت لاہوریؒ سے پوچھا کہ ہم یہاں اتنے عرصے سے بیٹھے ہیں مگر آپ کے لئے اتنے لوگ اکٹھے ہوگئے ۔ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا، میں دین کا کام بلامعاوضہ فقط رضائے الٰہی کے لئے کرتا ہوں ۔حضرت بنوریؒ نے واپس آ کر اپنی وراثت کی زمین بیچی اور جو کچھ مدرسہ سے معاوضہ وغیرہ لیا تھا اس کا عوض دے دیا، تب کچھ جا کر اطمینان ہوا کہ اخلاص سے کام ہوگا۔

س...... حضرت جی دامت برکاتہم کی کوئی خصوصی نصیحت جو آپ کو کی ہو؟

آپ نے فرمایا جو وقوف قلبی نہیں کرتے اور خالی باتیں کرتے ہیں مجھے ایسی فضول باتیں کرنے والوں سے چڑ ہے۔

س...... آپ کی کوئی خصوصی تربیت فرمائی ہو؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے خصوصی تربیت کرتے ہوئے فرمایا! شیخ کے متعلقین سے پیار و محبت سے پیش آنا چاہیے اگر حضورﷺ کو یہ حکم ہے تو ہم کس باغ کی مولی ہیں (لو کنت فظا غلیظ القلب لنفض) ہے۔

س...... حضرت جی دامت برکاتہم کو دنیا کے ملکوں میں اتنی مقبولیت کیسے ہوئی؟

ایک چیز تقوی پرہیزگاری ہے دوسری عاجزی وانکساری ہے۔

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْن

بے شک اللہ متقین کی چیزیں قبول کرتا ہے

اِنْ اَوْلِیَاءُ هٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْن

اس کے دوست تو متقین ہی ہوتے ہیں

مگر اس کے باوجود اصل چیز قبولیت ہے، وہ جس کو چاہے قبول کرلے۔

قبولیت کے لئے عاجزی انکساری ضروری ہے۔ اس کے بغیر گذارا نہیں ہے، ارشاد فرمایا، جو انسان یہ چاہتا ہے کہ بڑا بن جاؤں اسے چاہیے کہ چھوٹا بننا سیکھے۔ جس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت ہو جاتی ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں جبرائیل تم بھی اسے محبت کرو، اور اعلان کردو کہ اس آدمی سے محبت کرو۔ اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے

عن النبی ﷺ قال، اذا احب اللہ تعالیٰ العبد، نادی جبریل: ان اللہ تعالیٰ یحب فلانا، فأحببہ، فیحبہ جبریل، فینادی فی اہل السماء: ان اللہ یحب فلانا، فأحبوہ، فیحبہ اہل السماء، ثم یوضع لہ القبول فی الارض. متفق علیہ

س...... آپ کو کس چیز سے زیادہ فائدہ ہوا؟

صحبت سے کیونکہ قرآن میں نیکوں کی صحبت میں رہنے کا حکم ہے

(کونو مع الصادقین)

سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

اس صحبت کو آج کل لوگ معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ صحبت سے صحابی بنا، صحبت ہی سے تابعی بنا، صحبت ہی سے تبع تابعین بنے، صحبت ہی سے اہل اللہ بنتے ہیں پھر لوگ کس طرح صحبت کی برکات کا انکار کر سکتے ہیں۔

س...... کوئی حضرت جی دامت برکاتہم کی ایک دو دلچسپ باتیں سنا دیں؟

عاجز نے ایک دفعہ پوچھا، قبروالوں سے کیسے فیض لیا جاتا ہے؟

بے ساختہ فرمایا، پہلے زندوں سے فیض لینا سیکھو۔

ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا، میرا دل چاہتا ہے میرا بیٹا حبیب اللہ فلاں بزرگ جیسا بن جائے۔ عاجز نے عرض کیا، بس میں تو آپ جیسا ہی بننا چاہتا ہوں، میرا تو اسی سے کام بن جائے گا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نا گوئید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(میں تو بن جاؤں تو میں بن جائے میں جسم بن جاؤں تو میری جان بن جائے۔ تاکہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہے میں کچھ ہوں اور تو کچھ اور ہے)

س......سلسلہ نقشبندیہ کا خلاصہ اور نچوڑ کیا ہے؟

فرمایا سلسلہ کا نچوڑ یہی ہے کہ صحبت شیخ، محبت شیخ، اطاعت شیخ اور اتباع سنت میں کمال پیدا کرنا۔

س......صحبت شیخ سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے کیا چیز ضروری ہے؟

سچی طلب،

ایک دفعہ ایک آدمی نے ساؤتھ افریقہ میں حضرت جی دامت برکاتہم سے پوچھا، زامبیا میں اعتکاف کے لئے آنا چاہتا ہوں تو کیا کروں؟

No thing only tlab طلب کے سوا اور کچھ نہیں

س......شدت طلب کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

فرمایا کہ کثرت صحبت اور شدید تمنائے صحبت رکھنے سے اور مناسب انداز میں اظہار محبت

کرنے سے سچی طلب کا اظہار ہوتا ہے۔ سچی طلب کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر تھکنا ہے اور تھک تھک کر مانگنا ہے۔

میری طلب بھی ان کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھوائے جاتے ہیں

حضرت جی دامت برکاتہم کے چند اہم تربیتی نکات

اہم نکتہ:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ بچوں کی تربیت کے سلسلے میں یہ نکتہ ہمیشہ مدنظر رکھیں کہ فوراً کسی معمولی غلطی کرنے پر بچوں پر ہاتھ نہ اٹھائیں بلکہ آنکھ کا رعب رکھنا چاہیے۔ بچوں کو کھلائے سونے کے چمچ سے اور نگاہ رکھے شیر والی۔ دس سال کے بعد بچے کو مار نہیں دینی چاہیے بلکہ رعب رہنا چاہیے۔ اگر مار دیا تو رعب ہی ختم ہو جائے گا اور اندر سے وہ آپ کا دشمن بن جائے گا اور آپ سے نفرت کرنے لگ جائے گا۔ آپ بوڑھے ہو جاؤ گے، وہ جوان ہو جائے گا پھر کیا کرو گے۔ اولاد کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جیسے خود توقع رکھتے ہو۔ ایسا ہی برتاؤ استاد شاگردوں کے ساتھ کرے جیسے خود برداشت کرنے کا حوصلہ ہو کیونکہ محاورہ ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ As you sow so shall you reap.

سبق آموز واقعہ:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک لڑکے کا سبق آموز واقعہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انگلینڈ سے ایک لڑکا اسلام آباد میں کسی مدرسے میں قرآن مجید پڑھنے

لگ گیا۔ کسی قاری صاحب نے اسے ڈنڈے لگائے وہ باغی ہوگیا اور مسجد کے باہر انگریزی میں یہ لکھ کر چلا گیا:

I hate Qari (میں قاری سے نفرت کرتا ہوں)

I hate Pakistan (میں پاکستان سے نفرت کرتا ہوں)

I hate Islam (میں اسلام سے نفرت کرتا ہوں)

بہت سے قاری **untrained** (ناتجربہ کار) ہوتے ہیں انہیں بچوں کو قائل کرنا نہیں آتا۔ جو انسان ڈنڈا اٹھاتا ہے وہ یہ ظاہر کر رہا ہوتا ہے کہ میں زبان سے نہیں سمجھا سکتا میں نے شکست کھائی ہے۔ فوراً مارنے کے بجائے روزانہ 15 منٹ سمجھانے پر لگا دیں تو بچے شوق سے سبق یاد کرلیں گے۔ غلطی پر فوراً ڈنڈا نہیں مارنا چاہیے بلکہ بعض غلطیوں سے تو صرفِ نظر کرنی چاہیے اگر بہت سخت غلطی کی ہے تو پھر تھوڑی سی سرزنش کردی جائے تاکہ بچہ آئندہ سے محتاط رہے۔ کیا اصلاح کا طریقہ یہی رہ گیا ہے کہ ڈنڈے لگاتے جائیں؟ یہ اصلاح کا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ اس سے بچہ استاد سے نفرت کرنے لگتا ہے بعض قاری حضرات تو بچوں کو ایسے مارتے ہیں جیسے کوئی انتقام لے رہے ہوں۔ فقیر ایسے ناسمجھ قاری حضرات کو مشورہ دیا کرتا ہے کہ ڈنڈے مارنے سے کیا بنتا ہے ان کو اپنے پاس پستول رکھنا چاہیے کہ جس بچے سے غلطی ہو اسے فوراً مار دیا کریں۔

رابطۂ شیخ کی اہمیت کیوں ہے؟

ارشاد فرمایا اگر ذکر و مراقبہ کر بھی لیا جائے تو رابطہ شیخ میں کمزوری کی وجہ سے

فیض میں کمی رہتی ہے۔ محبت کی کمی کی وجہ سے فیض میں کمی رہتی ہے۔ ایک حضور ﷺ سے محبت ہے لیکن انداز جدا ہے۔ حضور ﷺ پر جان قربان کرنے کو تیار ہیں، ماں باپ سے محبت کا انداز جدا ہے بہن بھائی سے محبت کا انداز جدا ہے۔ خاوند کی بھی محبت ہے مگر انداز بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح جب شیخ کی محبت وغیرہ کا ذکر ہو تو وہی باپ والی پاکیزہ محبت وشفقت سمجھی جائے گی۔

ادارے اہم یا شخصیات:

اسلام آباد سے لاہور روانگی کے وقت حضرت جی دامت برکاتہم نے بہت ہی گراں قدر ملفوظات ارشاد فرمائے۔ اس دن علمائے کرام کا ایک وفد ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ اس موقع پر فرمایا فیض اداروں کا نہیں شخصیات کا پھیلتا ہے۔ بعض لوگوں نے ساری زندگی جھونپڑی میں گزار دی کوئی ادارہ نہیں تھا، فیض صدیوں سے پھیل رہا ہے۔ حضرت شیخ علی ہجویریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، یہ اللہ والے چلتے پھرتے ادارے ہوتے تھے۔ ارشاد فرمایا بعض اداروں میں گئے جن کی عمارات بڑی عالیشان تھیں لیکن اندر کوئی نہیں تھا، چلانے والے ہاتھ نہیں تھے، ادارے عمارات کا نام نہیں ہیں چلانے والے مخلص لوگوں کا نام ہیں۔

آسان نسبت:

ارشاد فرمایا لوگ چاہتے تو ہیں کہ صاحب نسبت ہو جائیں لیکن اس کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے وہ کماحقہ نہیں کرتے۔ فرمایا حصول نسبت کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان تین باتوں کا خاص خیال رکھا جائے:

......اپنی بھوک سے کم کھانا

...... ہر قسم کے گناہ سے بچنا

......کسی بھی مخلوق کو تکلیف نہ دینا

حضرت تھانویؒ نے بھی لکھا ہے کہ یہ تین باتیں حصول نسبت کو آسان کرتی ہیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم نے نسبت کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا جیسے نجاست والے برتن میں کوئی دودھ نہیں ڈالتا اس طرح معصیت والے دل میں آسانی سے رحمت نہیں آتی۔ دل سے غلط تصورات کے بت توڑ دو تب رحمت کی نسبت متوجہ ہوگی۔ تصورات اور خیالات کے بت پتھر کے بتوں کی طرح خطرناک ہیں۔ آپ لوگوں نے طلب پیدا کرنی ہے، عاجزی انکساری پیدا کرنی ہے تب اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت متوجہ ہوگی۔

سوچنے کا انداز بدلئے:

ایک سوچنے کا انداز ہے کہ میں یہ کام کروں گا اور ایک یہ انداز ہے کہ یا اللہ مجھ سے کام لے لے۔ پھر اللہ تعالیٰ کام لے لیتا ہے اور توفیق دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نیکی کی نئی نئی توفیق دیتے ہیں اور حفاظت بھی فرماتے ہیں یہ چیز مانگنے سے ملتی ہے۔

محبت شیخ کیوں ضروری ہے؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا جس شیخ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت جیسی نعمت حاصل ہو اس سے محبت کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر ایک درخت پر اللہ تعالیٰ نے تجلی ڈالی تو اس میں اور اس کے اردگرد برکت ہوگئی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ

کے لیے درخت پر تجلی ڈالی گئی۔اس طرح شیخ بھی تجلیات الہیہ کا مورد ہوتا ہے بھلا اس میں کتنی برکت ہوگی اور اس سے کتنی محبت ہونی چاہیے۔فرمایا فنافی الشیخ ہونے کے لیے اپنے شیخ کو دیکھیں کیسے اٹھتا ہے، کیسے بیٹھتا ہے، کیسے بولتا ہے، حتیٰ کہ ہر معاملے میں شیخ کو دیکھیں کہ وہ کام کیسے کرتا ہے۔اس سے فنافی الشیخ کا مرتبہ آسانی سے نصیب ہوگا کیونکہ شیخ سنت پر عمل کرتا ہے اس لیے بندے کو اس کی برکت سے فنافی الرسول اور فنافی اللہ تک پہنچنے کا راستہ نصیب ہوتا ہے۔

ایک سوال کا جواب دو:

ارشاد فرمایا اگر کل روز قیامت حضور ﷺ نے ہم سے پوچھ لیا کہ چوبیس گھنٹے میں تمہیں سات منٹ بھی مجھ پر درود پڑھنے کے لیے نہیں ملے تو سوچو کیا جواب دو گے؟ لوگوں کے لیے معمولات کی پابندی اور استقامت کا ذکر کرتے ہوئے ایک انکم ٹیکس افسر کا واقعہ سنایا جو کہ حضرت جی دامت برکاتہم کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوا تھا۔فرمایا کہ اس کی پونے چار سال میں تہجد کی نماز بھی قضا نہیں ہوئی۔ اگر آج یہ لوگ اتنی پابندی کر سکتے ہیں تو مدارس، مساجد والے اتنی پابندی کیوں نہیں کر سکتے۔؟

نفس سے کام لینے کا آسان طریقہ:

ایک بزرگ لکھتے ہیں کہ اپنے نفس سے بہلا پھسلا کر نیکی کروا لیجیے۔ایک بزرگ کا واقعہ ہے تھکے ہوئے تھے رات کو جاگ آئی لیکن اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ تہجد کی نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔اپنے نفس سے کہا کہ چلو دعا ہی مانگ لو، اٹھ کر

رضائی میں بیٹھ گئے۔ دل میں کہا یہ بے ادبی ہے وضو کر لیں۔ وضو کر لیا تو مصلیٰ پڑا تھا کہا چلو چار نفل ہی پڑھ لو۔ اسی طرح بہلا پھسلا کر نفس سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

دین کو ترجیح دینے کی برکات:

حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا جب دین دنیا کا تقابل ہو تو ہمیشہ دین کے کام کو ترجیح دیں۔ مثلاً گھروں میں دین دار نمازی عورتیں بھی گھر کے کام کرتے کرتے نماز قضا کر بیٹھتی ہیں۔ یاد رکھیں! جب دین اور دنیا کا تقاضا ہو تو دین کے کام کو ترجیح دیں تو اللہ تعالیٰ دنیا کے کام میں بھی آسانی فرما دیں گے۔

ایک شخص عرب میں زمیندار تھا۔ عین جمعہ کی نماز کے وقت پانی کی باری تھی۔ جمعہ کے لیے جانے لگا تو دیکھا کہ اونٹ گم ہے۔ ادھر جمعہ کا وقت ہے۔ جمعہ بھی پڑھنا ہے دل میں آیا پہلے دین کا کام کرنا ہے۔ جمعہ پڑھنا ہے وہاں دعائیں بھی کریں گے۔ جمعہ پڑھ کر گھر آیا تو دیکھا کہ اونٹ دروازے پر بندھا ہوا ہے۔ بیوی سے پوچھا یہ کیسے آیا؟ بیوی نے کہا کتے بھونک رہے تھے باہر نکل کر دیکھا تو پانچ چھ کتے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میں نے پکڑ کر باندھ لیا۔ کتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس اونٹ کو گھر پہنچا دیا۔ اس اونٹ پر سوار ہو کر کھیت پر گیا دیکھا پانی کھیت کو لگا ہوا ہے۔ ساتھ والا زمیندار بھی آ گیا۔ ساتھ والے زمیندار نے کہا کہ آج میں بند لگانا بھول گیا ، آپ کے کھیت کو پانی پہلے لگا میرے کھیت کو پانی بعد میں لگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر دین کے کام کو ترجیح دیں گے تو دنیا کا کام بھی آسان ہو جائے گا۔

بے طلبی کی سزا:

حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ

''بے طلب آدمی کو عہد نبوی ﷺ میں کچھ نہ ملا تو اب کیا ملے گا؟''

بے طلبی اتنی بڑی لعنت ہے کہ عہد نبوی ﷺ کی برکات سے انسان کو محروم کر دیتی ہے۔ ابو جہل اور کفار بے طلب تھے انہیں حضور ﷺ جیسے مقرب الٰہی رسول سے کچھ نہ ملا۔ اب زمانہ نبوت سے اتنا بُعد ہو چکا ہے تو اب بے طلبوں کو کیا مل سکتا ہے۔ اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ اپنے اندر دین کی طلب پیدا کریں جو طلب پیدا کرے گا اسے کچھ نہ کچھ ہدایت و اصلاح ضرور نصیب ہو جائے گی۔

مَنْ طَلَبَ فَقَدْ وَجَدَ ''جس نے طلب کیا اس نے پالیا۔''

روح کی ضرورت کیا ہے؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک دہریہ کلاس فیلو آیا کہ آپ مولوی لوگ تو بہت بڑے دقیانوس ہوتے ہیں۔ فقیر نے کہا کہ تم اس سامنے کی دنیا کے تقاضوں اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہو تو تم Modren بن گئے۔ ہم تو آپ سے بھی زیادہ مستقبل یعنی آخرت کو سامنے رکھتے ہیں اس لیے ہم تو الٹرا ماڈرن ہیں۔ کہنے لگا اب مجھے بات سمجھ آ گئی۔

سب سے بڑی مصیبت رابطے کی کمی ہے:

کسی نے عرض کیا کہ آپ تو ملکوں ملکوں جاتے ہیں آپ سے کس طرح رابطہ رکھیں؟ ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے رابطہ رکھنا ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح ضرور رابطہ رکھ لیتے ہیں۔ انسان جہاں مرضی چلا جائے خط تو اسے ہر جگہ پہنچتا رہتا ہے۔ پابندی سے

خط لکھتا رہے تو رابطہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ اصل وجہ یہ ہے کہ دلوں پر ذکر والی محنت نہیں کرتے جس سے دل غافل ہو گئے ہیں۔ اس لیے رابطہ رکھنا مشکل نظر آتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر رابطہ مضبوط ہو تو سالک دور ہونے کے باوجود دل کے قریب ہوتا ہے۔

طالب کی سستی:

حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں فیض بہت آسانی سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے فرمایا ہے اس سلسلہ میں طالب کی سستی کے علاوہ کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔ ہم اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیں اور کہہ دیں:

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ "میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔"

دل اور گناہوں کے سوراخ:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا آپ لوگ دور دراز سے یہاں پہنچے ہیں، اب تہجد میں رو رو کر اللہ سے مانگیے، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادے گا۔ فیض سب کی طرف پہنچتا ہے مگر دل میں گناہوں سے سوراخ کئے ہوتے ہیں جس سے فوراً ہی نکل جاتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی چھلنی لے کر دودھ لینے جائے تو دودھ والے کا قصور ہے کہ چھلنی والے کا قصور ہے۔ جب مشائخ کے پاس جائے تو اصلاح کی نیت لے کر جائے تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے بہت جوش اور جذبے سے فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم نے کبھی اپنے مشائخ کو تعویذ وغیرہ کے لیے نہیں کہا بلکہ صرف اصلاح کی نیت سے جاتے تھے۔

خطرناک غلطیاں:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو شیخ کے سامنے پیش ہی نہیں کرتے، اپنے آپ کو شیخ کے سپرد ہی نہیں کرتے تو پھر فوراً فائدہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آج تو بعض مرید یہاں تک سوچتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ شیخ کو حقیقت کا کیا پتہ بس شیخ کو تو دو تین آدمی گھیرے ہوئے رہتے ہیں۔ حق بات پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ ایسی ایسی بدگمانی سے کام لیتے ہیں۔ اسی لیے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ روحانیت میں گناہ اتنا خطرناک نہیں ہوتے جتنا بدگمانی خطرناک ہوتی ہے۔ لیکن شیخ محبت سے شفقت سے لے کر چل رہے ہوتے ہیں۔ سوچتے ہیں کبھی نہ کبھی سمجھ جائے گا۔ فیض اخذ کرنے میں مرید کی طرف سے دیر ہوتی ہے کبھی بے ادبی کی وجہ سے گر جاتا ہے اور فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔ کبھی بدگمانی کی وجہ سے فیض سے محروم رہتا ہے۔ جب شیخ میں تقویٰ، اتباعِ سنت، محبتِ الٰہی ایک دفعہ اچھی طرح دیکھ لی تو پھر اپنے آپ کو بدگمانیوں کی آماجگاہ کیوں بننے دیتا ہے۔ ہمیشہ سوچے میری کم علمی کی وجہ سے مجھے شیخ کا عمل سمجھ نہیں آیا ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی۔

ساری زندگی کا نچوڑ:

ارشاد فرمایا کہ زندگی کا ایک مقصد بنائیے اور وہ مقصد یہ ہو کہ گناہوں سے پاک زندگی گزارنی ہے۔ اس بات پر انتہائی زور دے کر فرمایا کہ میری ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو معصیت سے پاک کرلیا وہ مستجاب الدعوات بن جائے گا۔

راز کی بات:

ارشاد فرمایا کہ پوری زندگی کا نچوڑ اور راز کی بات بتاتا ہوں کہ بزرگ اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے تھے اس لیے ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ دنیا کی تھوڑی سی محبت بھی دل میں نہیں ہونی چاہیے۔ دنیا کی محبت سے پاک دل چاہیے تب بات بنے گی۔ حدیث پاک میں ہے:

حُبُّ الدُّنیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ ''دنیا کی محبت ہر ہر برائی کی جڑ ہے۔''

اس لیے کسی عارف نے کہا ہے کہ دولت ہاتھ میں رکھنا جائز، جیب میں رکھنا جائز لیکن دل میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے جس دل میں مال آنے کی خوشی نہ ہو اور نقصان سے غم نہ ہو وہ دل دنیا کی محبت سے پاک سمجھا جائے گا۔

اسم اعظم کیا ہے؟

ارشاد فرمایا، اکثر مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسم اعظم اللہ کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے۔ مگر یہ بات بھی انتہائی جوش سے فرمائی کہ میری یہ بات دل پر لکھ لینا کہ جب کشتی ڈوب رہی ہو اور اس وقت کوئی ظاہری سہارا بھی نہ ہو اس وقت اضطراب میں نکلا ہوا ہر لفظ اسم اعظم بن جاتا ہے۔ نص صریح موجود ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ ''مضطرب آدمی کی دعا کون قبول کرتا ہے۔''

عمل اور قسم:

ارشاد فرمایا بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن پر آنکھیں بند کر کے قسم کھا سکتا ہوں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جس نیک چیز یا عمل پر زیادہ سے زیادہ شکر کرو گے تو

زیادہ سے زیادہ اس نیکی کی توفیق ملے گی۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَ زِیْدَنَّکُمْ

دعائیں:

حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اس فقیر نے ایک دفعہ حضرت بابو جی عبداللہؒ کی بہت خدمت کی۔ ایک دن انہوں نے خوش ہو کر مجھ سے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا میں نے جلدی جلدی دس دعائیں کیں، نو قبول ہو چکی ہیں ایک بھی انشاء اللہ قبول ہو جائے گی۔ یہ شعر اس وقت سمجھ میں آیا:

؎ یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اگر میں ساری عمر بھی سجدہ میں سر رکھ کر روتا رہتا تو شاید پھر بھی اتنی جلدی دعائیں قبول نہ ہوتیں کہ جتنی جلدی ایک اہل دل کی صحبت و خدمت کی برکات سے قبول ہو گئیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم کا ذاتی واقعہ:

ارشاد فرمایا کہ جب اللہ والوں پر کوئی خاص کیفیت آتی ہے تو وہ ساتھ والوں کو دعاؤں میں محروم نہیں کرتے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک بزرگ کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ اسی بزرگ نے فرمایا کہ رات کو ایک خاص کیفیت طاری ہوئی تھی اسی حال میں آپ کو میں نے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا آپ کو قبول کر لیا گیا ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ہم خود کچھ نہیں ہیں مگر

بزرگوں کی دعائیں ہیں کہ آپ لوگ بھاگ بھاگ کر آتے ہیں۔ ہم خود کچھ نہیں ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ ایسی ایسی زبردست مہربانیاں فرماتا ہے۔

ے کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

عظیم راز:

عاجز نے ایک دفعہ پوچھا کہ حضور ﷺ کی زیارت کیسے ہو سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا، جتنی جلدی اتباع سنت سے زیارت ہوتی ہے اتنی جلدی کسی اور عمل سے نہیں ہوتی۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کا کوئی وظیفہ بتا دیں۔ سنو لوگو! میں تمہیں وہ وظیفہ بتاتا ہوں کہ سوتے میں نہیں بلکہ جاگتے میں حضور ﷺ کی زیارت ہونے لگ جائے گی۔ اپنے ہر ہر معاملے میں اتباع سنت کو اپنانے کی پوری کوشش کریں وگرنہ کم از کم سنت کے ٹوٹنے اور چھوٹنے پر دل میں دکھ تو پیدا ہونا چاہیے۔ بزرگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اپنے چلنے پھرنے، کھانے پینے، عبادات و عادات الغرض ہر چیز میں چلتا پھرتا نبی اکرم ﷺ کا نمونہ بن جاؤ تو جاگتے میں بھی حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہونے لگ جائے گی۔

ے پس قیامت شو قیامت را ببیں
دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں!

''پس قیامت کو دیکھنا ہے تو قیامت بن جاؤ، ہر چیز کے دیکھنے کی یہی شرط ہے۔''

کیا نظر لگ سکتی ہے؟:

حدیث شریف میں موجود ہے کہ ایک صحابی کو نظر لگ گئی تو حضور اکرم ﷺ نے نظر اتارنے کا طریقہ بتایا۔ سوچیں جس نظر کے اندر کینہ، بغض حسد، عداوت، غصہ ہو تو وہ اثر کر جاتی ہے اور جس نظر میں محبت ہو، ہمدردی ہو، شفقت ہو، مہربانی ہو کیا وہ نظر نہیں اثر کرے گی۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اللہ کی خوشی، شیخ کی خوشی میں ہے:

ارشاد فرمایا کہ جب مشائخ توجہ ڈالتے ہیں تو لوگوں کے قلوب کھنچتے ہیں۔ اگر غور سے سنیں تو کانوں کے ذریعے بھی فیض دلوں تک پہنچتا ہے۔ جب شیخ کے چہرے کو محبت سے دیکھیں تو دیکھنے سے بھی قلبی کیفیات بدلتی ہیں۔ ایک قلبی توجہ لینی ہوتی ہے تو یہ خدمت اور شیخ کو خوش کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جو کام شیخ ذمہ لگا دیں اسے توجہ سے کریں اور مکمل کر دیں۔ اس سے شیخ کا دل خوش ہو جائے گا۔ شیخ مقامِ رضا میں ہوتا ہے اور وہ ہر ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی خوشی کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اسی لیے اللہ کی خوشی شیخ کی خوشی میں پوشیدہ ہے۔

شدتِ طلب:

ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں جنیدؒ و بایزیدؒ نہیں ہیں۔ اگر

سچی طلب ہوگی تو کوئی شخص تمہارے لیے بایزیدؒ بنا دیا جائے گا۔ایک دفعہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اگر کسی مجلس میں حضرت جنیدؒ اور بایزیدؒ ہوں اور اسی مجلس میں حضرت حاجی صاحبؒ بھی ہوں تو ہم تو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف ہی توجہ کریں گے۔ یاد رکھیں! جیسی طلب ہوگی ویسا ہی کچھ ملے گا جتنی طلب میں شدت ہوگی اتنا ہی زیادہ فیض ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں:

ارشاد فرمایا کہ ساؤتھ افریقہ میں ایک دفعہ جہاں جا کر ٹھہرے تھے۔اس ڈاکٹر صاحب نے کہیں پروگرام میں جانا تھا ہم سب عشاء کی نماز پڑھ کر وہاں چلے گئے، وہاں بڑا دارالعلوم تھا۔اس دارالعلوم کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے ایک خلیفہ نے بنایا ہے۔کئی ملکوں کے طلبہ وہاں پڑھتے ہیں۔اس عاجز کو انہوں نے کہا کہ صرف 15 منٹ بیان کرنا ہے، بیان انہیں پسند آ گیا پھر کہا کہ آدھا گھنٹہ اور بیان کردیں، بیان سن کر سارے رونے لگ گئے۔ پھر انہوں نے فرمایا جتنا چاہیں بیان کرلیں۔ ارشاد فرمایا فقیر نے تقریباً ڈھائی گھنٹہ بیان کیا اور پھر وہاں اساتذہ کرام سے بھی بیان کیا۔انہوں نے مجھے لے کر جانے والے آدمی سے پوچھا کہ یہ بندہ آپ نے کہاں سے Discover (دریافت) کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے کن کن احسانات کا تذکرہ کیا جائے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں کس طرح محبت پیدا کر دیتا ہے۔

؎ محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
وہ محبت نہیں جس میں شدت نہیں

آداب شیخ کیوں ضروری ہیں؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑے ہی درد وسوز سے آداب کی اہمیت بیان فرمائی کہ آداب کی رعایت نہ کرنے کا کتنا نقصان ہوتا ہے۔ مشائخ بھی شعائر اللہ میں شامل ہیں اس لیے ان کے آداب کا لحاظ بھی رکھنا ضروری ہے۔ آداب کا لحاظ نہ رکھنے سے مشائخ کو اتنی ناراضگی نہیں ہوتی بلکہ جس طرح شعائر اللہ کا ادب نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اسی طرح مشائخ چونکہ شعائر اللہ میں شامل ہیں ان کے آداب کا خیال نہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں جس کی وجہ سے فیض بند ہو جاتا ہے۔

ذاتی واقعہ:

حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑا زور دے کر فرمایا ہمیں جو کچھ ملا ادب سے ملا ہے ورنہ ہمارے پلے کیا تھا؟ ہمیں اپنے مشائخ کے آداب کا اتنا خیال تھا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ 20 سال میں بھی کبھی اپنے شیخ کے چہرے کو بے وضو دیکھا ہو۔ ایک دفعہ شیخ نے مجھے اپنے بستر پر سلا دیا۔ ساری رات جاگنا تو گوارا کر لیا تا کہ بے وضو نہ ہو جاؤں لیکن بے وضو شیخ کے چہرے کو دیکھنا گوارا نہیں کیا۔

بدگمانی کی تباہ کاریاں:

ایک دفعہ حرم شریف میں ایک مرید نے کہا کہ آپ سے ذرا سی بدگمانی ہے۔ پوچھا بھئی کیا بدگمانی ہے؟ کوشش کریں گے کہ وہ دور ہو جائے حرم شریف میں بیٹھ کر یہ شکوک وشبہات اور بدگمانی کی باتیں کرتا ہے۔ کہنے لگا کہ آپ بیان کرنے کے بعد

جلدی سے لوگوں کو بیعت کر لیتے ہیں سوچنے کا موقع نہیں دیتے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا بیان کر کے دل موم ہوئے تو اب ایک دن شیطان کو موقع دے دیا جائے تاکہ پھر وہ لوگوں کو بہکاتا پھرے۔ یہ اس کے دل کی بدگمانی تھی جس کی وجہ سے پیر کو تولتا پھرتا تھا۔ ہماری تو مریدوں سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ہر بات میں ان کا لحاظ رکھتے ہیں اور یہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے اور اپنی ناسمجھی سے اپنے دل میں بدگمانی پیدا کر لیتے ہیں۔

؎ میری ہر نظر تیری منتظر
تیری ہر نظر میرا امتحان

شیخ کے وقت کی اہمیت پہچانو:

حضرت جی دامت برکاتہم نے مولانا طاہر صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ باتیں توجہ سے سن لو اور ان پر عمل کرو پھر ایسی باتیں کرنے والا بھی کوئی نہیں ملے گا۔ جس نے فائدہ اٹھا لیا وہ پار ہو گیا۔ فقیر آپ لوگوں سے کئی سال پہلے کہتا رہتا تھا کہ یہ مجالس نہیں رہیں گی۔ بعض اوقات مجھے پتہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ ایسا کیوں کہہ رہا ہوں مگر دیکھ لیں اب وہی کچھ ہو گیا ہے۔

واقعی اب یہ حالت ہو گئی ہے حضرت جی دامت برکاتہم کی ایسی مصروفیات ہو گئیں ہیں کہ بعض اوقات ملاقات اور زیارت بھی نصیب نہیں ہوتی۔ پھر آپ لوگ یاد کیا کریں گے اور پچھتاتے رہیں گے۔

ع اٹھو وگرنہ زمانہ چال قیامت کی چل گیا۔

تین سال کی صحبت:

حضرت جی دامت برکاتہم کی صحبت بابرکات میں کچھ دوست بیٹھے تھے ،حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑے ہی سوز و درد کے ساتھ فرمایا کہ سچے دل کے ساتھ کوئی سالک تین سال اس فقیر کے ساتھ رہ لے اور حتیٰ الامکان آداب کا پورا خیال رکھے تو انشاء اللہ اس کا کام اللہ تعالیٰ بنا دے گا۔

سالک پھسلتا کہاں ہے؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کام شیخ نے کسی مرید کے ذمہ لگا دیا، اس پر استقامت دکھائی تو اس کا کام بن جائے گا انسان جب نافرمانی کرتا ہے تو شیطان اس کو بہکا دیتا ہے، انسان غافل ہو جاتا ہے اور وہ کام چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اگر مرید فرمانبرداری پر استقامت دکھائے تو ہمارے مشائخ اتنے کامل ہیں کہ ان کی ایک توجہ سے سالک کا کام بن جاتا ہے۔

سالک کے لیے انتہائی ضروری باتیں:

حضرت جی دامت برکاتہم نے سالک کے لیے انتہائی ضروری باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سالک وقوفِ قلبی کا سب سے زیادہ اہتمام کرے۔ جس طرح کھانا انسان نہیں بھولتا اسی طرح وقوفِ قلبی کو اپنے کھانے پینے سونے اور دوستوں سے ملنے جلنے سے زیادہ اہم سمجھے۔ اگر شیخ کی صحبت میں ہے تو شیخ کے قلب کے ساتھ رابطہ رکھنا ضروری ہے اگر کسی اور مجلس میں ہے تو کوئی سانس غفلت میں نہ گزرے یہ گویا خلوت در انجمن ہے۔ اگر راستہ چل رہا ہے تو نظر بر قدم ہونی چاہیے

تا کہ نظر ادھر ادھر بھٹکنے نہ پائے اور اردگرد کی چیزوں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔ اکثر اوقات یہ بھی کہتا رہے کہ یا اللہ اپنی محبت، معرفت، رضا، لقاء نصیب فرما۔

مختصر یہ کہ سالک کو چاہیے کہ ہر دم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ ایسے ایسے لوگ بھی ہیں کہ ان کے حالات سن کر حیرانی ہوتی ہے۔ ایک آدمی کا واقعہ سناؤں کہ اس کو فنافی اللہ اتنا تھا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر کے پاس جانا ہوا، ڈاکٹر صاحب نے نام پوچھا دو تین منٹ گزر گئے اور اب اسے اپنا نام ہی یاد نہیں آ رہا۔ آخر کار عبداللہ لکھوا دیا نام جو بھی ہو مگر سوچا اللہ کا بندہ تو ہوں ہی سہی۔

آج فائدہ اٹھالیں:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا، آج تو مجالس قائم ہیں ایک وقت آئے گا کہ بولنے والا بھی نہیں رہے گا۔ (حضرت جی دامت برکاتہم نے اپنی طرف اشارہ کر کے یہ جملے ارشاد فرمائے جس سے سامعین پر بہت رقت طاری ہوئی)

اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ آج فائدہ اٹھالیں اور چھوٹے چھوٹے حیلے بہانوں سے ان مجالس سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ ایسی عادت بنانی چاہیے کہ اگر کھانا پینا چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دیں مگر ذکر مراقبہ، درود، تلاوت، استغفار کبھی نہ چھوڑیں۔ معمولات کو اہمیت دیں گے تو پابندی نصیب ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ کسی عارف کا قول ہے کہ جس نے اپنے والد کا جنازہ اٹھایا ہو اور پھر بھی اسے عبرت حاصل نہ ہوئی تو اس کا دل سخت ہو چکا ہے۔ بعض اہل اللہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ کر مسکرائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر

مسکرائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خاص بندوں میں شامل فرمائے۔

یہ کراچی کے دورہ کی آخری مجلس تھی، دوستوں کا عجیب حال تھا۔ جدائی کا غم اور صحبت کے فیض سے محرومی کا قلق بھی تھا گویا اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

؎ وہ چند ساعتیں جو ''صحبت'' دلبر میں گزریں
وہی ساعتیں ہیں میری زندگانی

حضرت جی دامت برکاتہم نے آخر میں سورۃ والعصر پڑھی اور غمزدہ دل کے ساتھ دلوں کو غمزدہ کرتے ہوئے مجلس کو اختتام پذیر کیا۔

موت کے لیے فکر مند ہونا:

ارشاد فرمایا کتنے لوگ ہیں جو یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ گھر، دفتر دکان کا کام ہمارے بغیر نہیں چل سکتا۔ لیکن لے جانے والے فرشتے لے جاتے ہیں۔ کیا ان کے بعد دنیا کا کام رک جاتا ہے؟ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے مجھے اس شخص پر جسے یقین ہے کہ مرنا ہے پھر بھی ہنستا ہے۔ ارشاد فرمایا حضرت امام حسن بصریؒ پر موت کا اتنا غم طاری رہتا تھا کہ چل کر آتے تو یوں معلوم ہوتا گویا والد کو دفن کر کے آ رہے ہیں۔ اگر بیٹھتے تو ایسا لگتا گویا کوئی مجرم ہے جس کی پھانسی کے احکام جاری ہو چکے ہیں۔ جو آدمی موت کی تیاری سے غافل رہا اسے بھی جانا ہے اس لیے تیاری کر لینی چاہیے۔ ہمیں باہر ملک جانا ہو تو کاموں کو سمیٹتے ہوئے ایک ہفتہ لگ جاتا ہے تو کھڑے کھڑے دنیا سے جانے کا پروانہ ملے گا تو پھر کاموں کو کیسے سمیٹیں گے۔ سلف صالحین ہمیشہ موت کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ وہ دن بھر اتنی عبادت کرتے تھے کہ رات کو

سونے کے لیے بستر کی طرف جاتے ہوئے ایسے چلا کرتے تھے کہ جیسے کوئی تھکا ہوا اونٹ چلتا ہے۔

ٹی وی کی تباہ کاریاں:

ارشاد فرمایا زہر خواہ خوش ہو کر پیئے یا مجبوراً پیئے، زہر تو اپنا اثر کرے گا۔اسی طرح بدنظری ارادتاً کرے یا ہو جائے اثر ضرور کرے گی۔ٹی وی کے بارے میں فرمایا کہ یہ تو ایک مشین ہے جس کی مثال چھری کی طرح ہے اس کا استعمال اچھا بھی ہے اور برا بھی ہے۔ ہمارے ملک میں ٹی وی کا استعمال بہت برا ہے۔ٹی وی ایمان کے لیے ٹی بی ہے۔جس گھر میں ٹی وی موجود ہو، ایسا ہی ہے جیسے ایک بریگیڈ شیطان کی فوج گھر میں موجود ہے۔اس شہر میں ایک آدمی ایسا دکھا دیں جس نے ٹی وی دیکھ کر نیکی کی زندگی اختیار کی ہو۔حضور ﷺ نے فرمایا مجھے مزامیر (موسیقی کے آلات) توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہم ٹی وی کے لیے دلائل دیتے پھرتے ہیں۔لوگ برائی میں جلدی مبتلاء ہو جاتے ہیں۔ٹی وی کے برے اثرات جلد قبول کر لیتے ہیں۔ بے حیائی اور فحاشی کو فیشن کا حصہ سمجھا ہوا ہے۔عورتیں جو کچھ ٹی وی پر دیکھتی ہیں ویسا ہی ڈیزائن اپنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ ٹی وی کے آگے بیٹھے کئی کئی گھنٹے گزر جاتے ہیں، نماز، قرآن کا ہوش ہی نہیں رہتا۔بدنظری سے اپنا ایمان تباہ کر لیتے ہیں۔ یہ شہوت کی نظر بڑی بڑی تباہیاں کرتی ہے۔اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ آنکھوں کی ہر ممکن حفاظت کی جائے۔نظر کو بھٹکنے سے بچایا جائے ذرا سی لذت کی خاطر ایمان کو داؤ پر نہ لگائیں۔حدیث ہے کہ جس کی آنکھ قابو میں نہیں اس کا دل قابو میں نہیں رہتا۔100 سال کی بوسیدہ ہڈیاں

بھی ہو جائیں پھر بھی عورت اور مرد کا تنہائی میں ملنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا ایک دوست کہنے لگے گھر کا ماحول بہت خراب ہے، ٹی وی کی وجہ سے برے اثرات پڑتے ہیں۔ فرمایا اس خراب ماحول میں نیک کام کرنے والے کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ جتنا امتحان اور آزمائش مشکل ہوتی ہے اتنا ہی اجر وثواب زیادہ ہوتا ہے۔

دکانداری میں پرہیزگاری:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا الحمدللہ ایسے بھی نوجوان ہیں جو کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر رکھی ہے۔ اپنی نظر کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایک بندہ گھر میں رہ کر کہے کہ میں غیر محرم کو نہیں دیکھتا تو یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ وہ شخص جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان کی طرف سے تکلیف ملنے پر صبر کرتا ہے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو سب سے کٹ کر تنہا زندگی گزارتا ہے۔ باہر ہجوم میں نکل کر اللہ کی حدود کا خیال رکھا جائے، نظر کی حفاظت کی جائے، شریعت کا لحاظ رکھا جائے تب بات بنتی ہے۔ سنت پر یہ بھی عمل ہے کہ ہر نیکی کے عمل کے بعد بھی استغفار کرے۔ اعمل واستغفر عمل بھی کرو اور استغفار بھی کرو کیونکہ نیک عمل میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ پوری ہو جائے گی اور عمل قبول ہو جائے گا اور اگر برا عمل ہو تو اللہ تعالیٰ اس توبہ استغفار کی برکت سے بخش دیں گے۔

مرید کی اصلاح:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا، میرے شیخ کی عادت شریفہ تھی

کہ سب کے درمیان بھی ٹوک دیتے تھے، حتیٰ کہ وعظ کے درمیان بھی اصلاح کر دیتے تھے۔ اس کی مثال مالی کی طرح ہے کہ اگر مالی پودوں کی کانٹ چھانٹ نہ کرے تو کیسے بھدے لگتے ہیں۔ اگر شیخ چوک میں کھڑا کر کے جوتے مارے تو مخلص مرید جوتا اٹھا کر دے اور یہ بھی نہ پوچھے کہ کیوں مار رہے ہیں۔ مرید کی اسی میں اصلاح ہے اور مرید کی ''میں'' اسی طرح مٹے گی۔ یہ ''میں'' کا مٹنا بہت مشکل کام ہے جو انسان بنتا ہے یا بناتا ہے وہ پتہ پاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ گھر میں رو رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! حضورﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ میرے مال میں سے بھی اسی طرح تصرف فرمائیں جس طرح اپنے مال میں تصرف فرماتے ہیں۔ وہ سچے مرید تھے۔ دل کی التجاء اللہ نے پوری فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کے دل میں ڈال دیا اور آپﷺ حضرت ابو بکرؓ کے مال میں اسی طرح تصرف فرماتے جس طرح اپنے مال میں تصرف فرمایا کرتے تھے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ مجھے ابو بکرؓ کے مال نے اتنا فائدہ دیا کہ اتنا کسی کے مال نے فائدہ نہیں دیا۔

طریقۂ دعا:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا، الحمد للہ رب العلمین پڑھ لیا کرو کیونکہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جس نے یہ پڑھا، اس نے حمد کا حق ادا کر دیا۔

دعا میں پہلے الحمد پڑھے پھر درود شریف پڑھے اور پھر اپنی درخواست پیش کرے۔ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ سراپا دعا بن جائے۔ جتنی مضطرب ہو کر دعا مانگی جائے گی جلدی قبول ہوگی

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ "مضطرب کی کون دعا قبول کرتا ہے۔"
اللہ تعالیٰ ہمیں دعا کی لذت نصیب فرمائے جس کو یہ مل جائے وہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ زبان سے الفاظ نکل رہے ہوں اور دل متوجہ نہ ہو۔ جو دعا دل سے نکلے وہ جلدی قبول ہوتی ہے۔

؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

جو جائز دعا دل میں آئے وہ مانگے، اللہ دینے میں غصے نہیں ہوتا بلکہ دے کر خوش ہوتا ہے۔ اگر نہ مانگیں تو غصے ہوتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے سوال کیوں نہیں کرتا۔

مصروفیت کو عذر بنانا:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا، اگر دفتر والے سے پوچھیں تو کہتا ہے کہ ترقی کے بعد نماز شروع کروں گا۔ کوئی کہتا ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد نماز کی پابندی کروں گا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حج کے بعد نماز کی پابندی کریں گے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ آج کل آج کل کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ہم ان مصروفیتوں کو اپنا عذر نہ بنایا کریں۔ ہمیں ان مصیبتوں اور معذوریوں کے ساتھ ہی عبادت کرنا ہے یہی ہمت کے کام ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کا جنازہ جیل سے نکل رہا ہے۔ کبھی امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے مارے جا رہے ہیں۔ کبھی امام مالکؒ کو گدھے پر بٹھا کر سڑکوں پر پھرایا جا رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی عبادت اور معمولات میں فرق نہ آیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی سر توڑ کوشش کرتے تھے۔

زندگی میں سکون لانے کا طریقہ:

اس بات کو ذرا غور سے سنیں! کتابوں میں لکھا ہے کہ جس انسان میں تعدیل ارکان جتنی زیادہ ہوگی، اتنا ہی زیادہ اللہ اس کے دل میں سکون عطا فرمائے گا۔ آج چونکہ نماز میں تعدیل ارکان نہیں اس لیے زندگیوں میں پریشانی نظر آتی ہے۔ جو آدمی کہے کہ میں پریشان ہوں تو آپ اس کی نماز کو دیکھیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ نماز ایسے پڑھ رہا ہوگا جیسے صرف اٹھک بیٹھک میں ورزش ہو رہی ہو۔ ادھر رکوع کیا اور ادھر جلدی سے سجدہ ہو گیا۔ نہ رکوع کے بعد تسلی سے کھڑا ہوا، نہ سجدوں کے درمیان تسلی سے بیٹھا۔ وہ تسلی سے تعدیل ارکان نہیں کرتا ہوگا یقیناً بھاگی دوڑی میں نماز پڑھتا ہوگا اس لیے بے سکون رہتا ہے۔ انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ بے سکونی کی وجہ کیا ہے؟ جو نماز کو اس طرح گھسیٹے گا وہ پرسکون کیسے رہے گا؟ سوچیں جو نماز ہی نہ پڑھتا ہو وہ کتنا بے سکون ہوگا؟؟؟

طلبہ وطالبات کو خصوصی وصیتیں:

1۔ اپنی پڑھائی کے وقت خوب اچھی طرح پڑھیں۔

2۔ اعمال کے وقت خوب اعمال کریں۔

3۔ نماز کی چوری سے بچیں۔

4۔ تسلی کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔

5۔ تلاوت کرنی ہو تسبیحات کرنی ہوں اپنے اپنے وقت پر سب کچھ کریں۔

6۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ ہمیں علم کا نور عطا فرما۔

دو مرض جو علم سے محروم رکھتے ہیں:

فرض کریں اگر آپ ذہنی لحاظ سے کمزور بھی ہوں مگر محنت میں پکے ہوں تو آپ کے ذہن کی کمزوری آپ کو محروم نہیں رکھے گی۔ آپ کبھی نہ کبھی کامیاب ہو جائیں گے۔

یاد رکھیں! اگر آپ ذہن کے جتنے مرضی تیز ہوں مگر آپ کو باتوں کا چسکا ہے اور دوستیاں لگانے کا مرض ہے تو آپ کبھی بھی علم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ یہ چیزیں بہت اہم ہیں ان کو پلے باندھ لیں۔

شرکِ خفی اور شرکِ جلّی:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا، ایک شرکِ خفی ہوتا ہے اور ایک شرکِ جلّی ہوتا ہے۔ شرکِ جلّی یہ ہے کہ درختوں، پتھروں کو سجدہ کرے لیکن ایک شرک چھپا ہوا ہوتا ہے کہ انسان کے اندر تمنائیں ایسی ہوں جو کہ ریاء کے زمرے میں آتی ہیں۔ وہ ان تمناؤں اور خواہشوں پر عمل کرتا ہے اور زر پرست، زن پرست اور خواہش پرست بن جاتا ہے۔ یہ شرکِ خفی ہے جب تک یہ دور نہ ہو عبادات کا مزہ نہیں آتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کیا عجیب لکھا ہے کہ

"جب تو شرکِ خفی و جلّی سے بچے گا تب حقیقی ایمان کا مزہ ملے گا۔"

ظاہر کے شرک سے بچنا آسان ہے لیکن باطن کے شرک سے بچنا بڑا مشکل کام ہے۔ اس باطن کے شرک سے بچنے کے لیے اللہ کے نام کی ضربیں لگائیں جاتی

ہیں تب عبادت کا مزہ آتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے

''جو انسان اپنی مرضی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد بن جاتا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔

سه ساری دنیا کی نگاہوں سے گرا ہے مجذوب

تب کہیں جا کے تیرے دل میں جگہ پائی ہے

خلیفۂ مجاز حضرت ڈاکٹر ندیم قریشی مدظلہ

فقیر حضرت جی دامت برکاتہم کی کن کن باتوں سے متاثر ہوا؟

بات سمجھانے کا اچھوتا انداز:

حضرت جی دامت برکاتہم کا سالکین کو سمجھانے کا ایک اچھوتا انداز یہ بھی ہے کہ آپ زندگی کے روزمرہ معاملات کو مثال بنا کر سالکین کو زندگی بسر کرنے کا سبق دیتے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ عاجز گاڑی چلا رہا تھا اور حضرت جی دامت برکاتہم ہمراہ تھے۔ چند ساتھی مختلف گاڑیوں میں میرے پیچھے کاروان کی شکل میں آ رہے تھے۔

حضرت جی دامت برکاتہم کچھ نصیحت فرما رہے تھے اور مجھے اپنی گاڑی کی سپیڈ کا خیال نہ رہا اور گاڑی مقامی قانون کے مطابق حد سے تیز ہوگئی کہ اچانک حضرت جی دامت برکاتہم کی توجہ سپیڈ کی طرف ہوئی اور اندیشہ ہوا کہ پیچھے آنے والوں کو بھی تکلیف ہو رہی ہوگی۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک مخصوص انداز سے کہا ''لمٹس (Limits) میں رہیں۔'' اس ایک جملہ میں کئی پیغامات تھے۔ بظاہر تو کہا جا سکتا ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے بتانا چاہتے ہیں کہ گاڑی کو آہستہ اور سپیڈ لمٹس کے اندر چلائیں مگر بات اس انداز سے فرمائی کہ مجھے ایسا لگا کہ جیسے فرما رہے ہوں کہ زندگی کی گاڑی شریعت کی لمٹس میں چلانی چاہیے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لوگ آپ کو Follow کر رہے ہیں۔ تو پیغام یہ ملا کہ اگر میری زندگی لمٹس میں نہیں ہوگی تو Follow کرنے والے بھی پریشان ہو جائیں گے اور ان کے لیے Follow کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ ایک چھوٹی سی بات میں پوری زندگی بسر کرنے کا

اصول بتا دینا حضرت جی دامت برکاتہم کا ایک اچھوتا انداز ہے۔

بات کو Logic کے ساتھ سمجھانے کا انداز:

حضرت جی دامت برکاتہم لاکھوں انسانوں کے شیخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کا جس طرح چہرہ مختلف بنایا ہے اس طرح ان کا مزاج بھی مختلف بنایا ہے۔ اس لیے مختلف انسانوں کی تربیت کرنے کے لیے شیخ کو بھی مختلف انداز اور مثالوں سے مریدوں کو سمجھانا پڑتا ہے۔

حضرت جی دامت برکاتہم اس ذمہ داری کو بخوبی نبھاتے ہیں مثلاً جب پہلی بار عاجز کو اپنے سینے میں ایک مخصوص حرکت محسوس ہوئی جسے قلب کا جاری ہونا بھی کہا جاتا ہے تو میں بڑا پریشان ہوا کیونکہ میرا پیشہ میڈیکل ڈاکٹر کا ہے تو فوراً سوچ ہارٹ پرابلمز کی طرف گئی اور اپنے Clinic میں جا کر دل کا معائنہ اور مختلف ٹیسٹ کروائے جو نارمل تھے۔ جب اس کا ذکر حضرت جی دامت برکاتہم سے کیا تو آپ نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ذکر کی محنت سے ایسا بعض اوقات ہو جاتا ہے۔ لیکن میں اس وقت یہ سوچ رہا تھا ذکر کی محنت کا تعلق تو روح سے ہے مگر یہ حرکت تو میرے جسم میں محسوس ہو رہی ہے اس کا ضرور کوئی لاجک (Logic) ہوگا۔ میں نے حضرت جی دامت برکاتہم سے درخواست کی کہ آپ مجھے اس کا میڈیکل جواب سمجھائیں کیونکہ ذکر کا اثر تو میں جسم میں محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت جی دامت برکاتہم سمجھ گئے کہ ساری زندگی سائنس پڑھنے والوں کو دماغ استعمال کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور وہ ہر کام میں حجت تلاش کرتے ہیں چنانچہ حضرت جی دامت برکاتہم نے پھر اس بات کو یوں

سمجھایا:

انسان کا دل خون کو بھی جسم میں پمپ کرتا ہے اور اس میں سے Electric Waves بھی پورے جسم میں پھیلتی ہیں جن کو ڈاکٹر ECG کے ذریعہ ایک مشین پر چیک کرتے ہیں اس طرح انسان کا پورا جسم بیرونی waves کو بھی conductor کی طرح رسیو کرتا ہے۔ اگر کوئی بندہ مراقبہ میں بیٹھ کر یہ نیت کرتا ہے کہ اللہ کی رحمت آ رہی ہے اور میرے دل میں سما رہی ہے تو لہریں بعض اوقات دل کے اندر حرکت کو پیدا کر دیتی ہیں اور انسان ان کو محسوس بھی کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح شیخ کی توجہات بھی سالکین بعض اوقات محسوس کرتے ہیں۔ اب مجھے بات سمجھ میں آ گئی اور میں مطمئن ہو گیا۔

اچھی پلاننگ کی سہولیات:

حضرت جی دامت برکاتہم کی مختلف کاموں میں پلاننگ دیکھ کر یہ عاجز بہت متاثر ہوا کیونکہ حضرت جی دامت برکاتہم کا اپنا فرمان ہے کہ اچھی پلاننگ کرنے سے آدھا کام خود بخود آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے روزمرہ زندگی میں اچھی پلاننگ سے کام کرنا چاہیے۔ اگر خود اچھی پلاننگ نہ کر سکے تو کسی ماہرِ فن تجربہ کار سے مشورہ کر لینا چاہیے اس سے کاموں میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ مومنوں کے آپس کے کام مشورے سے ہوتے ہیں۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (شوریٰ 38)

''اور (مومنوں) کے باہمی کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں۔''

خلیفۂ مجاز حضرت شیخ مشتاق احمد نقشبندی مجددی مدظلہ (امریکہ)

محبتِ شیخ کی باتیں

راقم الحروف نے ایک مجلس میں شیخ مشتاق صاحب سے حضرت جی دامت برکاتہم کے متعلق چند باتیں دریافت کیں جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

صحبتِ شیخ کا رنگ:

آپ نے حضرت جی دامت برکاتہم کو امریکہ ہی میں دیکھا تھا۔ بنیادی طور پر جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے تھے مگر حضرت جی دامت برکاتہم کی بار بار صحبت سے آپ پر اولیاء اللہ سے محبت کا رنگ چڑھا۔ آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم سے بے انتہا محبت ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی راقم الحروف کو رشک آتا ہے کہ کاش ہمیں بھی ایسی محبت نصیب ہو جائے۔ واقعی شیخ کی صحبت کے ذریعے انسان میں زبردست تبدیلیاں آتی ہیں یہ نیک بننے کا (Shortcut) راستہ ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ شیخ مقتداء کی صحبت سرخ گندھک کی طرح قیمتی ہے جس سے سونا بنایا جاتا ہے۔ واقعی شیخ کی صحبت بھی انسان کو سونے کی طرح قیمتی بنا دیتی ہے۔ حضرت شیخ مشتاق صاحب کو حضرت جی دامت برکاتہم کی ہر چیز اور ہر ادا سے محبت ہے۔

؎ خالی نہ مجھے اس کے خدوخال نے مارا
کچھ حسن نے کچھ ناز نے کچھ انداز نے مارا

ہر سالک کے لیے آداب سیکھنے کی ضرورت اور اہمیت:

راقم الحروف نے شیخ مشتاق صاحب کو کتنی ہی دفعہ لوگوں کو سلسلۂ نقشبندیہ

سے متعارف کروانے کے لیے تڑپتے دیکھا۔ شیخ مشتاق صاحب کو حضرت جی دامت برکاتہم سے آداب سیکھنے کی بڑی تڑپ رہتی ہے۔ اللہ ہمیں بھی شیخ مشتاق صاحب کی طرح آداب سیکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ادب کی ضو سے روشن زندگی ہے
ادب گل ہے تو گلشن زندگی ہے
ادب سے زندگی کیونکر جدا ہو
ادب دل ہے تو دھڑکن زندگی ہے

ان کی عاجزی اور مسکین طبیعت دیکھ کر بے اختیار یہ شعر زبان پر آ رہا ہے:

عاجزی و انکساری میں کیسی لذت ہے
یہ رئیس و نواب کیا جانیں

قربانی کا جذبہ:

اسلام آباد میں کئی دفعہ دیکھا گیا کہ آپ نے دوسرے ساتھیوں کے لیے قربانی دی اور انہیں گاڑی میں بڑے آرام اور بشاشت سے بٹھایا۔ یہ حضرت جی دامت برکاتہم کا فیض ہے جو کہ آپ کی طبیعت میں یہ اثرات پیدا کر رہا ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی صحبت سے آپ نے قربانی کا جذبہ سیکھا۔

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستاں کا ہر پیر و جواں بیتاب ہو جائے

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا حافظ محمد سہیل عرفان نقشبندی مجددی مدظلہ (لاہور)

حضرت جی دامت برکاتہم سے کیسے تعارف ہوا؟

حضرت حافظ سہیل صاحب حضرت جی دامت برکاتہم سے اپنی ملاقات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نیویارک میں ایک مسجد قبا تھی اس میں حضرت جی دامت برکاتہم پہلی دفعہ 1993ء میں تشریف لائے۔ اس میں آپ نے عشاء کی نماز پڑھی تھی اور مختصر سی بات کی تھی۔

دوسری ملاقات واشنگٹن اجتماع میں ہوئی تھی۔ حضرت جی دامت برکاتہم نہایت شفقت کے ساتھ پیش آئے۔ اس کے اتنے اثرات ہوئے کہ خواب میں بھی حضرت جی دامت برکاتہم کی زیارت ہوئی۔ سلسلے کی ناواقفیت کی وجہ سے حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ تو طبیعت کھل نہیں رہی تھی۔ سلسلہ کے بزرگوں کے حالات سنے تو طبیعت کھل گئی شرح صدر ہوا مگر پھر بھی بیعت کا تعلق قائم نہ ہوسکا۔

بیعت کیسے ہوئے؟:

اس کے بعد شاید 1996ء میں حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ حج کا سفر ہوا۔ سفر میں حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ ہی رہے۔ یہ سفر اہم تھا، حضرت جی دامت برکاتہم ایک ایک قدم پر رہنمائی فرماتے رہے۔ میری پہلی بیعت حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ سے تھی چونکہ استفادہ نہ ہوسکا لہذا حضرت جی دامت برکاتہم سے تفصیلی بات ہوئی اور مطمئن ہو کر بیعت کرلی۔ بیعت کرتے وقت ہماری نظریں

گنبدِ خضریٰ پر پڑ رہی تھیں۔اس سفر میں حضرت جی دامت برکاتہم کی اتباع سنت سے بہت متاثر ہوا۔حضرت جی دامت برکاتہم سے ڈانٹ کھانے کی بھی خواہش ہے اس میں تو مرید کی اصلاح ہوتی ہے۔

کام کرنے کا بہترین انداز:

حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ امریکہ میں حضرت جی دامت برکاتہم اپنے زیرِ نگرانی اداروں کے باریک باریک کام میں دلچسپی لیتے تھے بلکہ ساتھ بیٹھ کر کرواتے تھے۔ان کا کام ایسا اعلیٰ کوالٹی کا ہوتا تھا کہ محسوس ہوتا تھا کہ اس سے بہتر ہونا مشکل ہے۔حضرت جی دامت برکاتہم جو بات منہ سے نکالتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں اللہ اپنے فضل وکرم سے اسے پورا فرما دیتے ہیں۔

نسبتِ اتحادی کی برکات:

نسبتِ اتحادی کی وجہ سے بڑے حضرت خواجہ غلام حبیبؒ کے دل میں جو بات پیدا ہوتی تھی وہ حضرت جی دامت برکاتہم کے دل میں بھی القاء ہو جاتی تھی حتیٰ کہ کھانے کے متعلق بڑے حضرت پیر غلام حبیبؒ کچھ سوچتے تھے تو حضرت جی دامت برکاتہم کی اپنے شیخ کی مزاج شناسی کی وجہ سے وہ بات آپ کے دل میں بھی آجاتی تھی اور آپ فوراً فرماتے حضرت کھانا کھالیں۔

اتباعِ سنت کی کرامات:

حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت جی دامت برکاتہم کی تعلیمات کی برکت سے کالجز اور یونیورسٹیز میں سینکڑوں لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ان کی

نشست و برخاست حتیٰ کہ لباس و طعام تک بدل گیا۔ اس سے بڑی کرامت اور کیا ہوسکتی ہے۔ وہاں کے نوجوانوں کو آپ سے ایسی محبت ہوگئی تھی کہ بغیر کہے لباس وضع قطع کو بدل دیتے تھے۔ یہ اتباعِ سنت کا نور تھا کہ ان نوجوانوں پر ایسی کیفیت ہوتی تھی کہ ان کا رونا ہی نہ بند ہوتا تھا۔

قرآن سننے کا ذوق وشوق:

حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میرے قرآن کو نمازوں میں سنا تو حضرت جی دامت برکاتہم نے پسند فرمایا۔ لوگ ناشتہ کے لیے عرض کرتے تو فرماتے حافظ صاحب کا قرآن مجید سن لیں تو ناشتہ ہوجاتا ہے۔ فجر میں حضرت جی دامت برکاتہم عموماً سورۃ الحجرات، طٰہٰ، ق، اعلیٰ، غاشیہ وغیرہ تلاوت فرماتے تھے۔

قرآن کی حفاظت کا عجیب وغریب طریقہ:

حضرت جی دامت برکاتہم کا رشیا (Russia) کا واقعہ ہے کہ وہاں حضرت جی کی خدمت میں چند بچے لائے گئے جو حافظ قرآن تھے۔ جب انہیں کہا گیا کہ یہاں سے دیکھ کر سناؤ تو حضرت جی دامت برکاتہم کے منہ کو تکنے لگے۔ حضرت جی دامت برکاتہم سے لوگوں نے عرض کیا کہ انہوں نے زندگی بھر قرآن مجید دیکھا نہیں۔ فرمایا اللہ نے قرآن مجید کی حفاظت اس طریقے سے فرمادی کہ چھوٹے بچے کو کپڑے سیکھنے کے لیے بٹھاتے اسی دوران درزی ہر روز ایک ایک آیت یاد کروادیتا اور قرآن دیکھے بغیر حافظ بن گئے۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ۝

خلیفۂ مجاز شیخ احمد نقشبندی مجددی مدظلہ (امریکہ)

حضرت جی دامت برکاتہم کی اصلاحی وتربیتی باتیں

حضرت جی دامت برکاتہم کی مقبولیت کا راز کیا ہے؟

حضرت جی دامت برکاتہم کی عنداللہ مقبولیت کا سب سے بڑا راز......

1۔خوف خدا ہے......

2۔محبت الٰہی میں شدت ہے......

3۔دیدارالٰہی کا انتہائی شوق ہے۔

آپ کے دیدارالٰہی کے شوق کو دیکھ کر یہ شعر بے اختیار زبان پر آجاتا ہے:

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

مناسب انداز سے لوگوں کو مرکز سے جوڑنا:

حضرت شیخ احمد مدظلہ نے حضرت جی دامت برکاتہم سے پوچھا کہ لوگوں کو اپنے آپ سے جوڑنا چاہیے یا شیخ کے مرکز سے جوڑنا چاہیے۔آپ نے فرمایا شیخ سے اور مرکز کے ساتھ جوڑنا چاہیے۔اصل کام مشائخ کی توجہات اور دعاؤں سے ہوتا ہے۔ جو لوگ عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور کام کو اپنی طرف منسوب کرنا شروع کردیتے ہیں تو اس کے مرتے ہی اس کا کام مرجاتا ہے۔

اتباعِ سنت کا کمال:

ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم آرام فرمارہے تھے شیخ احمد صاحب

فرماتے ہیں کہ میں حضرت جی دامت برکاتہم کی جرابیں اتارتے ہوئے دائیں پاؤں سے پہلے اتارنے لگا تو آپ فوراً ایسے جاگے جیسے کوئی کرنٹ لگا ہو اور پھر پیار سے سمجھایا کہ اتارتے ہوئے بائیں پاؤں سے پہلے اتارتے ہیں۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ سنت کے ساتھ اتنی مناسبت ہے کہ سوتے ہوئے بھی اگر کوئی خلافِ سنت کام کرتا ہے تو ناگوار گذرتا ہے۔

سلوک کی تکمیل کے لیے ہر ہر کام میں اتباعِ سنت ضروری ہے:

شیخ احمد صاحب فرماتے ہیں، طائف سے واپسی پر ایک جگہ اونٹنیوں کے ریوڑ سے تازہ دودھ سنت سمجھ کر پیا اور پھر پیالے میں پیا۔ اس طرح ایک ایک سنت کا خیال رکھنے کی وجہ سے سنت سے بہت زیادہ مناسبت پیدا ہوتی گئی جس کی وجہ سے سلوک کے طے کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور سلوک کی جلد تکمیل ہوتی ہے۔

سنت اور دعا مانگنا:

ہوٹل زم زم سے نکل کر باب عبد العزیز سے حرم شریف میں داخل ہو رہے تھے تو دروازہ ایسے انداز سے بنا ہوا ہے کہ جیسے کوئی دعا مانگ رہا ہے کئی دفعہ فرمایا کہ یہ اشارہ ہے کہ یہ جگہ دعا مانگنے کی ہے اور یہاں خوب دعائیں مانگنی چاہیے۔ دعا سنت ہے اسے خوب مانگنا چاہیے۔ ہر چیز کرنے سے آتی ہے اس لیے دعا کو سنت سمجھ کر بار بار مانگنا چاہیے۔

عجب وتکبر سے بچنے کی تلقین:

ایک دفعہ سعودیہ میں حضرت مولانا صلاح الدین سیفی مدظلہ نے حضرت جی

دامت برکاتہم سے فرمایا کہ انڈیا میں آپ کی کتابوں کی برکت سے اتنی مقبولیت ہوگئی ہے کہ آپ تشریف لائیں تو کسی اور شیخ کو مرید ہی نہیں ملیں گے۔ آپ نے اسے پسند نہیں کیا اور ارشاد فرمایا ایسا نہیں کہنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے عجب پیدا ہو جائے۔

ہر ہر کام میں اتباعِ سنت:

راقم الحروف نے کئی مرتبہ دیکھا کہ اتباعِ سنت کا اتنا اہتمام ہے کہ گلے ملتے ہوئے لوگ دل والی سائیڈ کی بجائے دوسری سائیڈ سے شروع کر دیتے ہیں تو آپ دامت برکاتہم ہاتھ سے ہلکا سا پکڑ کر دل کی طرف سے شروع فرماتے ہیں تاکہ سنت کا اہتمام رہے۔ روزمرہ زندگی کے بے شمار کاموں میں اتباعِ سنت آپ کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہے۔

خدمت میں سنت:

آپ کی خدمت کرتے ہوئے کئی دفعہ بے دھیانی میں الٹا پاؤں دبانا شروع کر دیا تو آپ نے اشارے سے فرمایا کہ سیدھے پاؤں سے شروع کرتے ہیں بعض اوقات جلدی میں پتہ نہیں چلتا تھا کہ الٹا پاؤں کون سا ہے اور سیدھا کون سا ہے تو فرمایا اپنے پاؤں سے اندازہ لگائیں کہ آپ کا الٹا پاؤں سیدھے کے مقابل ہوگا۔

اتباعِ سنت کا اہتمام:

ایک دفعہ جناب محمد اشرف چیمہ صاحب کے گھر حضرت جی دامت برکاتہم تشریف لائے ہوئے تھے کہ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میرے گھر والوں نے کپڑے استری کیے ہیں اور وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کی شلوار

اتنی چھوٹی ہے کہ کسی بڑے بچے کی شلوار لگ رہی ہے۔ارشاد فرمایا،اس میں کپڑا بھی بچ جاتا ہے اور بار بار شلوار اوپر کرنے کی زحمت سے بھی نجات مل جاتی ہے۔اتباع سنت بھی آسان ہو جاتی ہے اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے پر جو وعید ہے اس سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا خلیل الرحمٰن انوری مدظلہ

علماء کرام پر شفقت واکرام کا انداز

س......حضرت جی سے پہلی ملاقات کیسے ہوئی؟

یہ 1985ء کی بات ہے کہ ایک دفعہ فیصل آباد سے علمائے کرام کی تبلیغی جماعت جھنگ گئی اور حضرت جی دامت برکاتہم کے پاس خصوصی ملاقات کے لئے گئے۔ فقیر بیرون ملک میں ایک سال کی جماعت سے واپس آیا تھا وہاں کی کچھ کار گزاری سنائی۔ حضرت مسکراتے رہے اور دلچسپی سے سنتے رہے اور دعا بھی کرتے رہے اور دل سے توجہ بھی دیتے رہے۔

س...... پہلا بیان کہاں سنا؟

فیصل آباد میں پہلا بیان چک 66 دھاندرہ کی مسجد میں سنا، عاجز نے فجر کی جماعت کروائی سورہ ق پڑھی۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے بیان میں سورۃ ق کے پڑھنے کے انداز کا بھی تذکرہ فرمایا۔ دل بہت متاثر ہوا اور دل میں تہیہ کرلیا کہ انشاء اللہ انہی بزرگوں سے ہی بیعت ہوں گے۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم سے بیعت کب ہوئے؟

حضرت مولانا جعفر صاحب کی دستار بندی اور خلّہ پوشی ہوئی۔ ہم حضرت کے ساتھ فیصل آباد سے شیخوپورہ گئے حضرت جی دامت برکاتہم نے گاڑی چلائی مولانا عبد القادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد نے بیان اور دعا کروائی۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی اس عادت نے بہت متاثر کیا کہ آپ کا بیان بھی نہیں ہوا مگر حضرت انتہائی

دلچسپی اور سکون سے مولانا آزاد کا بیان سنتے رہے۔ بیان کا موقع ملے پھر بھی خوش، نہ ملے پھر بھی خوش۔ آپ دونوں حال میں اللہ کی رضا پہ راضی رہتے ہیں مگر نسبت پھیلانے کا موقع مل گیا۔ حضرت مولانا جعفر صاحب کے کمرے میں کچھ اور ساتھیوں کے ساتھ عاجز بھی بیعت ہوا۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ کبھی بیرون ملک کا سفر ہوا؟

روس کے سفر کے حالات:

حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ روس میں بھی سفر کا موقع ملا اور دورانِ سفر اصلاح ہوتی رہی۔ عاجز کے پاس ایک جیکٹ تھی جس پر USA لکھا ہوا تھا جب وہاں پہنچی تو حضرت جی دامت برکاتہم نے غور سے دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ روس ہے یہاں امریکہ کے سٹیکر والی جیکٹ پہننا ٹھیک نہیں ہے اس لئے اسٹیکر اتار دیا۔ شیخ کی منشاء کو دیکھ کر چلنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

چمکنت جس کا پرانا نام بیضا تھا حضرت قاضی بیضاویؒ کے مزار پر بھی گئے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے وہاں مراقبہ بھی کروایا۔ حضرت جی دامت برکاتہم کے حکم سے چمکنت کی جامع مسجد میں 10 روز میں تراویح میں مکمل قرآنِ حکیم سنایا۔ قرآن مجید پڑھتے ہوئے گریہ طاری رہتا اور لوگ بھی روتے رہتے تھے۔ الحمدللہ 70 سال بعد پہلی بار لوگوں نے پورا قرآن مجید تراویح میں سنا۔

اس سفر میں حضرت جی دامت برکاتہم کی عنداللہ مقبولیت اور عندالناس محبوبیت و مرجعیت کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ نسبت کی ایسی برکات تھیں کہ لوگ دل و جان سے فدا ہو رہے تھے۔ فقیر پر بھی سفر میں بہت فیض اور شفقت رہی۔

س......اجازت وخلافت کے بعد اپنے اندر کیا تبدیلی محسوس ہوئی ؟

اجازت خلافت کے بعد بہت ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے کہ ہماری وجہ سے کہیں ہمارے مشائخ بدنام نہ ہو جائیں۔ دوسرے جس نسبت کے پھیلانے کی ذمہ داری لگائی گئی ہے اسے پھیلانے کی فکر رہتی ہے تا کہ لوگ توبہ تائب ہو کر سچی اور سُچی زندگی گزارنے والے بن جائیں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کا بھی بہت احساس رہتا ہے۔اور فکر آخرت بھی بڑھ جاتی ہے۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم کا کوئی واقعہ جس نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

ایک مرتبہ حضرت جی دامت برکاتہم نے انوری مسجد میں فجر کے بعد کرسی پر بیٹھ کر بیان شروع فرما دیا تھا کہ فقیر چند منٹ تاخیر سے پہنچا تھا۔حضرت جی نے فقیر کے لئے مصلیٰ اٹھا کر اپنی کرسی کے ساتھ بچھا دیا اور بٹھا لیا۔

عاجز بہت متاثر ہوا کہ میری کیا حقیقت ہے مگر حضرت جی دامت برکاتہم علماء کرام کا اتنا اکرام کرتے ہیں کہ عاجز شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ یہ واقعہ ان واقعات میں سے ہے کہ جو دل پر نقش ہو جاتے ہیں۔جس سے ہمارا دل بہت متاثر ہوا۔واقعی عوام کو بھی علماء کرام کی قدر کرنی چاہیے اور ان سے دین سیکھنا چاہیے اور اپنی قبر آخرت اچھی بنانی چاہیے۔

جب پہلی مرتبہ حضرت جی دامت برکاتہم ہمارے مدرسہ میں تشریف لائے سخت گرمی کا موسم تھا۔ ایک جگہ بیٹھے ہوئے فرمایا کہ یہاں اکابرین کے انوارات و برکات محسوس ہو رہے ہیں۔ عاجز نے عرض کیا کہ یہاں میرے جدامجد حضرت مولانا محمد انوریؒ اور ان کے شیخ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا

قیام ہوتا تھا اور پاک و ہند کے بہت سے بزرگ تشریف فرما ہوتے تھے۔ حضرت جی دامت برکاتہم خوش ہو کر فرمانے لگے، جی ہاں یہاں برکات محسوس ہوتی ہیں۔ اور جب مدرسہ کی 5 منزلہ نئی تعمیر ہوئی تو حضرت جی دامت برکاتہم تشریف لائے اور فرمایا مولانا، جس تعمیر کو تم پہاڑ سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ ہی کی طرح بلند بنا دیا۔

س......آپ حضرت جی دامت برکاتہم کی کس عادت سے بہت متاثر ہوئے؟

حضرت جی دامت برکاتہم کی بے نفسی، شفقت، اخلاق، محنت مجاہدہ اور دین کی اشاعت کے لئے سفر پر سفر کرنے سے بہت متاثر ہوا۔

س......حضرت جی کی شفقت کا کوئی واقعہ بیان کیجئے۔

ایک دفعہ رمضان شریف میں عمرے کے لئے گئے تو حج کے شوق میں وہیں ٹھہر گئے۔ پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے اپنے ساتھ ساؤتھ افریقہ کے خصوصی کیمپ میں ٹھہرالیا، میری والدہ ماجدہ اور اہل خانہ بھی ساتھ تھے ہم سب نے بڑی سہولت سے حضرت جی دامت برکاتہم کی معیت میں مناسک حج ادا کیے، یہ یادگار حج بن گیا، ورنہ حج میں تو نفسا نفسی کا عالم ہوتا ہے۔ بڑا فکر تھا کہ منیٰ عرفات میں کیسے ٹھہریں گے، مگر حضرت جی دامت برکاتہم کی صحبت اور شفقت کی برکت سے سب کچھ آسان ہو گیا اور مشکل میں جب کوئی مدد کرتا ہے تو وہ ہمیشہ یاد رہتی ہے۔

س......کونسی کتاب نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ دیا؟

سفرنامہ نے بہت متاثر کیا کیونکہ اس سفر کا کچھ آنکھوں دیکھا حال بھی سامنے تھا۔ دوسری مجالس فقیر ہے، کاش کہ ہم انہیں اپنی اصلاح و تربیت کے نکتہ نظر سے

پڑھنے والے بن جائیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم کو منی میں ساؤتھ افریقہ کے ایک عالم نے فقیر کی موجودگی میں بتایا کہ ہم مجالس فقیر کا مطالعہ کر کے کچھ تفصیل سے ہفتہ واری مجلس ذکر میں بیان کرتے ہیں۔ ہمیں کتاب مجالس فقیر سے بہت معاونت ملتی ہے۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم کی قبولیت کی کیا وجوہات؟

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری ایسے عمل کی طرف راہنمائی فرمایئے کہ جب میں اس کو کروں تو اللہ تعالیٰ کا بھی محبوب بن جاؤں اور بندوں کا بھی محبوب بن جاؤں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو دنیا سے زہد اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھے اپنا محبوب بنالیں گے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بھی اپنی توجہ اور نظر ہٹا لے لوگ بھی تجھے اپنا محبوب بنالیں گے۔

دلنی الی عمل اذا عملته احبنی الله و احبنی الناس فقال الزهد فی الدنیا یحبک الله و الزهد فی ما عند الناس یحبک الناس

ایک مرتبہ ایک دوست نے مجھے چند رومال اور کچھ رقم حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے دی۔ فقیر نے دوست کا نام لے کر حضرت جی دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ یہ انہوں نے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ تو حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ مولانا، الحمدللہ ہمیں کبھی بھی کسی چیز کی کوئی طمع نہیں ہوتی۔

عاجزی بھی حد درجے کی اور تقویٰ بھی انتہاء درجے کا ہے۔ اللہ کی خاطر محبت ہے اور اللہ کے لئے ہی ناراضگی ہوتی ہے، اپنے نفس کے لئے کبھی کوئی بدلہ نہیں لیا،

فیصل آباد میں ایک شخص نے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے چند کنال اراضی مسجد و مدرسہ کے لئے خریدی۔شہر کے علماء کی موجودگی میں حضرت جی دامت برکاتہم سے اس کا سنگ بنیاد رکھوایا۔ حضرت جی دامت برکاتہم گاہے بگاہے تشریف لا کر تعمیری کاموں میں اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے اور اپنی جیب سے بھی کچھ رقم خرچ فرماتے رہے۔پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے جمعۃ المبارک کے بیان سے اس کا افتتاح بھی فرمایا ۔اور حفظِ قرآن مجید سے درجہ رابعہ تک کلاسیں بھی شروع فرمادیں۔وقتاً فوقتاً حضرت جی دامت برکاتہم اس ادارے کے لئے کئی کئی روز وقت بھی دیتے رہے۔

جب حضرت جی دامت برکاتہم حج کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے طلباء اور اساتذہ کو نکال کر ایک اور عالم دین کو انتظام و انصرام سپرد کر دیا۔ حج سے واپسی پر حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک مرتبہ بھی نہیں فرمایا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ ہم نے بھی دین کا کام کرنا تھا وہ بھی دین کا کام کریں گے۔ دین کا کام جہاں بھی ہو جس سے بھی ہو وہی زیبا ہے۔اس کو کہتے ہیں تسلیم و رضا۔کام کو کرتے بھی رضائے الٰہی کے لئے اور چھوڑتے بھی رضائے الٰہی کے لئے، اپنی من مرضی مد نظر نہیں ہوتی بلکہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی پیشِ نظر ہوتی ہے۔

سارا جہاں ناراض ہو پرواہ نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیء جاناناں چاہیے

س......کس عادت نے متاثر کیا؟

شفقت محبت اور پیار کی عادت شریفہ نے ہی بہت متاثر کیا۔ ہم نے تو

حضرت جی دامت برکاتہم کی شفقت ہی دیکھی ہے کبھی حضرت جی دامت برکاتہم نے نہیں ڈانٹا۔ بلکہ حضرت جی دامت برکاتہم جب بھی ہمارے ہاں تشریف لائے تو گھر میں عید کا دن ہوتا ہے۔

فقیر کے ساتھ تو حضرت جی دامت برکاتہم کا ایسا ہی سلوک ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالکؓ حضورﷺ کا اپنے بارے میں بتاتے ہیں کہ میں دس سال سفر حضر میں خدمت اقدسﷺ میں رہا لیکن کبھی بھی مجھے نہ ڈانٹا اور نہ لما اور لا کہا۔

س......کون سے بیانات نے متاثر کیا؟

بیانات حضرت جی کے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں مگر سورۃ یوسف کی تفسیری نکات سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوئے۔

س......تمام سالکین کے لئے کوئی پیغام؟

فرمایا کام میں ہر وقت لگا رہے اور ڈرتا رہے، تنقید، تنقیص اور تردید اور تقابل سے بچا رہے اور اپنے کو سب سے کمتر سمجھے اور ہر وقت اللہ کے فضل کا استحضار رہے اس سے عجب تکبر اور خود پسندی نکل جاتی ہے۔

میت کی تجہیز و تکفین و تدفین کرنا، اکیلے کچھ دیر کے لئے قبرستان جانا، اور جنازوں میں شرکت کرتے رہنا بھی بہت مفید ہے کہ اس سے بھی دنیا سے زہد پیدا ہوتا ہے۔ قال رسول اللہﷺ

نھیتکم عن زیارت القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا و تذکرۃ الآخرۃ

حضور اقدسﷺ نے فرمایا قبرستان جایا کرو، موت اور آخرت یاد رہتی ہے اور دنیا کی محبت دل سے نکلتی ہے۔

خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب اللہ نقشبندی مجددی مدظلہ

مدارس کے مسائل کا حل

س......حضرت جی دامت برکاتہم سے بیعت کب ہوئے؟

1995ء میں حضرت جی دامت برکاتہم سے تعارف ہوا اور پھر زیارت کا شوق ہوا تو چکوال اجتماع میں شرکت کی، ایک کمرے میں بڑی سفارش سے بیعت ہوا۔

س......دارالعلوم جھنگ میں ابتدائی خدمات کیسے انجام دیں؟

1998ء کے اوائل میں جھنگ آ گیا اور طلباء کی فکر اور ادارہ کی فکر کرتا تھا اس سلسلے میں حضرت جی سے بھی فجر کے بعد ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ طلبہ کو بھی ساتھ لے جاتا تھا تاکہ ان کی بھی اصلاح و تربیت ہو سکے۔

ایک دفعہ ادارہ کے مسائل کے حل کے لئے خصوصی طور پر نصیحت فرمائی کہ ختم خواجگان کریں۔ فرمایا ان کی برکات ہماری توقعات سے بھی زیادہ ہیں۔ اس میں جس آیت کا شیخ کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، اس شیخ کو اس آیت کے ساتھ بہت مناسبت ہوتی ہے اور اس کی زندگی میں اس کے اثرات بھی ہوتے ہیں۔ جب اس آیت کا ثواب اس شیخ کو پہنچتا ہے تو ان کا دل خوش ہوتا ہے جس سے ایصال ثواب کرنے والوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

س......حضرت جی کی وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

ارشاد فرمایا جب سے ہوش سنبھالا ہے تو کسی کے بارے میں برا کرنا تو دور کی

بات ہے برا سوچا بھی نہیں ہے۔ اور کوئی چیز میرے نامۂ اعمال میں ہو یا نہ ہو مگر یہ چیز انشاءاللہ ضرور ہوگی کہ کسی کا برا سوچا بھی نہیں ہے۔

س......اصلاحی واقعات جس نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا ایک دفعہ زمبیا میں تھے کوئی چیز لکھنے کے لئے دی۔ عاجز نے حضرت جی دامت برکاتہم سے پین مانگا۔ پوچھا آپ کے پاس پین نہیں ہے۔ کہا ہے تو سہی مگر نیلا ہے فرمایا فارغ التحصیل عالم ہو کر بھی آپ کو علم نہیں ہے کہ کس سیاہی سے لکھنا سنت ہے۔ پھر فرمایا کیا قیصر و کسریٰ کو خط نیلی سیاہی سے لکھے تھے یا کالی سیاہی سے لکھے تھے۔ یہ واقعہ بہت متاثر کن تھا کہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی حضرت جی سنت کا خیال رکھتے ہیں۔

س......آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

مسکراتے ہوئے فرمایا کون سی ادا ہے جو متاثر نہیں کرتی۔ مولانا نے فرمایا سفروں میں ساتھ رہے جب واپس آئے تو میرے معافی مانگنے سے پہلے حضرت جی دامت برکاتہم معافی مانگ لیتے تھے اور فرماتے ہیں اگر سفر میں کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معذرت کرتا ہوں۔ پھر ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہمیں پہلے معافی مانگنی چاہیے تھی مگر حضرت جی دامت برکاتہم ہمیں سکھانے کے لیے اور تربیت کرنے کے لئے معافی مانگنے میں بھی سبقت کرتے ہیں تا کہ ہم معافی مانگنا سیکھیں۔

س......کوئی ایسا واقعہ جس سے زندگی کا رخ بدل گیا ہو۔

جڑانوالہ میں کوئی آدمی تھا جو ایک ادارہ کے لئے 13 لاکھ دے رہا تھا اس نے فون کیا کہ آ کر لے جاؤ، جب گیا تو وہ لاہور چلا گیا تھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم

سے فون پر بیرونِ ملک رابطہ کیا تو فرمایا کہ کسی سے ادارہ کے لئے کبھی بھی کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے اس سے استغناء میں فرق آتا ہے جس کو دینا ہے وہ ادارہ میں آ کر دے جائے۔ ہماری اللہ کے خزانوں پر نظر ہونی چاہیے۔

ایک استغناء کا اور واقعہ ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی نے ادارہ کے لیے 70 لاکھ دینے کا کہا اور وہ آدمی ہمارے پاس تین دن بھی رہا۔ وہ شخص کسی عربی کے ساتھ کام کرتا تھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم سے رابطہ کیا، جب عاجز نے یہ فنڈ لینے کے لئے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ مولانا یہ پٹرول کا پیسہ ہے جہاں جائے گا آگ لگائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر رکھئے اللہ تعالیٰ اپنے غیب کے خزانوں سے عطا فرمائے گا۔ دین کی خدمت میں استغناء کا بہت خیال رکھنا چاہیے اور موجودہ تہذیب سے متاثر امیروں کی دولت کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہیے:

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغناء میں معراجِ مسلمانی

س...... حضرت جی کی کون کون سی کتاب نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ ہوا؟

''تصوف وسلوک'' نے بہت متاثر کیا کیونکہ خود بھی دلائل اور حقائق کا پتہ چلا اور کسی نے بھی سوال کیے تو ان کو مطمئن کرنا آسان ہو گیا۔ اس لئے علمائے کرام کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

س...... حضرت جی کی کون سی عادت نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

تحمل اور وسعتِ نظری کی عادت نے بہت متاثر کیا۔ والدین اور اساتذہ بھی دیکھے ہیں وہ بھی اچھے ہیں مگر حضرت جی دامت برکاتہم کے تحمل اور وسعتِ نظری کی

عادت نے بہت متاثر کیا ہے۔

س......حضرت جی کے کس بیان نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ ہوا؟

مدینہ مسجد میں ایک بیان گناہوں کی توبہ پر کیا تھا جو چھپ بھی چکا ہے:

''کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے''۔ اس بیان نے بہت متاثر کیا اور بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔

س......کیا ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعہ بھی کبھی اصلاح وتربیت ہوئی؟:

ایک دفعہ طلبہ کے کھانے کی وجہ سے شکایت ہوگئی تو ڈانٹ کر اصلاح فرمائی کہ تیری اولاد ہوتی تو اسے کیا کھانا کھلاتا۔ آئندہ صحیح کھانا دینا چاہیے یہ مہمانانِ رسول ﷺ ہیں۔

دوسری دفعہ اساتذہ کی تنخواہ لیٹ ہوگئی تو خوب ڈانٹ ہوئی اور اصلاح فرمائی کہ آپ تو شادی شدہ نہیں ہیں آپ خواہ تنخواہ نہ لیں مگر دوسرے اساتذہ تو بیوی بچوں والے ہیں انہیں تو تنخواہ کی وقت پر ضرورت ہے۔

جب نظامت کی ذمہ داری ڈالی تو عرض کیا کہ مجھے تو نظامت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ ارشاد فرمایا اسی لئے تو یہ ذمہ داری دے رہے ہیں کیونکہ آپ ڈر رہے ہیں اس لئے کام ٹھیک کریں گے۔

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا ڈاکٹر محسن مدظلہ

خدمتِ شیخ کے فوائد

س...... حضرت جی کی وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

ایک دفعہ شروع زمانے کی بات ہے، حضرت جی سے اتنا زیادہ رابطہ نہیں تھا۔ ایک ادارہ سے ملتان میں کتابیں لینے جاتا تھا۔ وہ زور دیتےکہ آپ کا حضرت جی دامت برکاتہم سے رابطہ کمزور ہے چشتیہ سلسلہ میں کسی کو پیر تعلیم بنالو۔ ایک دفعہ ارادہ کیا تو ایسے لگا جیسے کوئی چیز دل سے نکلی جارہی ہے۔ سکھر جانے سے پہلے حضرت جی دامت برکاتہم کو فون کیا تو حضرت جی کو القاء ہوگیا اور فرمایا ڈاکٹر صاحب ہم تو آپ کا انتظار کررہے ہیں۔

ایک دفعہ کھانا لگانے کے لئے بار بار عرض کیا تو فرمایا ڈاکٹر صاحب عاجز نے عام بندے کی طرح زندگی گزارنی ہوتی ہے اگر عام لوگوں کی طرح زندگی گزارنے کا حکم نہ ہوتا تو دل کی چاہت یہی ہے کہ پانی اور روٹی کھا کرہی زندگی گزارتا۔

س...... اصلاحی واقعات جس نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

حضرت جی کو اتباعِ سنت میں ایسا کمال حاصل ہے کہ ایک دو دفعہ سوئے ہوئے تھے تو خدمت کے لئے غلطی سے بایاں پاؤں دبانا شروع کیا تو پاؤں کھینچ لیا اور فرمایا کہ دائیں سے شروع کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سنت کا یہ کمال نصیب فرمادے۔

ایک دفعہ ایک بیان سیرت پر گم ہوگیا۔ ڈھونڈا تو نہیں ملا مگر سفر کے لئے جارہے تھے تو ایک بیان کے لئے سیرت کی کتابوں کا ایک سپیشل بیگ تیار کیا کہ پھر سے

تیار کروں گا۔ ہم لوگ حیران ہوئے کہ بیان کی تیاری کے لئے کتنی محنت فرماتے ہیں مگر ہمیں تو پکی پکائی کھیر مل جاتی ہے مگر ہم ایسی قدر نہیں کرتے جیسی قدر کرنے کا حق ہے۔

ایک دفعہ مطاف میں طواف کے دوران ویل چیئر چلاتے ہوئے ایک آدمی کو ذرا لگ گئی تو خوب ڈانٹ پڑی کہ چلانی نہیں آتی ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ پھر مطاف میں تو بالکل ہی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ انسان عبادت کررہا ہوتا ہے۔

ایک دفعہ کچھ لکھ کر پیش کیا جس کی لکھائی اچھی نہیں تھی بلکہ جلدی میں ایسے ہی لکھ دیا۔ خوب ڈانٹا کہ آپ کو لکھنے پر کبھی کسی نے ڈانٹا نہیں ہے آپ کی لکھائی میں کسی نے اصلاح نہیں کی اپنے لکھائی کو خوبصورت کریں تاکہ پڑھنے میں آسانی ہو۔

س......آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

آپ کے اتباعِ سنت کے مزاج نے بہت متاثر کیا کہ ہر وقت سنت کا خیال رہتا ہے۔ آپ کی طبیعت کا حلم اور تحمل مزاجی بہت متاثر کن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے عطا فرمادے۔

س......کون کون سی کتاب نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ ہوا؟

حضرت جی دامت برکاتہم کی کتاب ''لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند'' سفر نامے کو سب سے زیادہ پڑھا اور پھر ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور ملتان میں ایک بیان سننے گئے تو وہیں بیعت ہوگئے۔

س......کون سی عادت نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

آپ کے صبر، حلم اور خصوصاً نرم مزاجی نے بہت متاثر کیا۔

س......کس بیان نے بہت متاثر کیا اور بہت فائدہ ہوا؟

ملتان میں توبہ کے موضوع پر بیان سنا اور توبہ کر لی کہ ہر قسم کی فضولیات کو چھوڑ دینا ہے اور تقویٰ اور طہارت کے راستے پر آ جانا ہے۔

س......بیعت کے بعد کیا کیا فائدہ ہوا؟

گناہوں سے ایسی شدید نفرت ہوگئی جیسی پہلے گناہوں سے محبت ہوا کرتی تھی کیونکہ اہل دل کے ہاتھ پر بیعت ہونے کی کثیر برکات ہوتی ہیں۔

س......خدمتِ شیخ کے فوائد کیا ہیں؟

مجھے تو سب کچھ حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت سے ہی ملا ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کا حق نہیں ادا کر سکے اللہ کرے مرتے دم تک اخلاص سے خدمت کرتے رہیں۔

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا حافظ منیر صاحب (کراچی)

زندگی کے گذرے ہوئے اصلاحی وتربیتی ایام

حضرت جی دامت برکاتہم سے بیعت ہونے سے قبل عاجز کی بیعت حضرت سید زوار حسین شاہ صاحبؒ سے تھی۔اس کے بعد شاہ صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت ڈاکٹر عبد الرحیم گاندھیؒ سے بیعت کی۔اس کے بعد حضرت مرشدِ عالم پیر غلام حبیبؒ سے بیعت ہوا۔حضرت مرشدِ عالمؒ کی وفات کے بعد 1991ء میں حضرت جی دامت برکاتہم کے ہاتھ پر توبہ کے کلمات پڑھے۔ بہت سے مشائخ کی صحبت کی برکات حاصل کیں۔حضرت شیخ یعقوب صاحب کے گھر پر ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم علماء کرام کیسبق تازہ فرمارہے تھے کہ عاجز بھی سبق لینے کے لیے آگے بڑھ گیا۔اس عاجز کا سبق لطیفہ قلب پر تھا، حضرت جی دامت برکاتہم نے انتہائی شفقت فرماتے ہوئے لطیفہ قالبیہ تک سبق عطا فرمادیئے۔اس کے بعد اسباق پر کچھ محنت کرنی شروع کی تاکہ مرنے سے پہلے پہلے کچھ حضوری اور محبتِ الٰہی نصیب ہوجائے۔

شیخ سے مشورہ کی برکات:

ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک مفتی صاحب کے سامنے فرمایا کہ مفتی صاحب! آپ جب کام کر لیتے ہیں پھر پتہ چلتا ہے حالانکہ آپ قریب رہتے ہیں آپ کو پہلے مشورہ کرنا چاہیے پھر کام کرنا چاہیے، عاجز کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہر اہم کام مشورہ سے کرتا ہے اور اس کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔

شیخ کے ساتھ سفر کی برکات:

1998ء میں حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ بنگلہ دیش اور نیپال کا سفر

ہوا اور اس سفر کے دوران بہت زیادہ اصلاح و تربیت ہوئی، واقعی یہ سفر یادگار سفر بن گیا۔ دورانِ سفر خدمت کرنے کے لیے حضرت جی دامت برکاتہم نے منتخب فرمایا۔ جب ویزہ لگنے میں دیر ہوگئی تو حضرت جی دامت برکاتہم فرمانے لگے میں خود ساتھ جاؤں گا اور کہوں گا کہ ایک خادم کی ضرورت ہے اس کو ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں۔ الحمدللہ آسانی کے ساتھ ویزہ لگ گیا۔

شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ کا فائدہ:

بنگلہ دیش کے سفر میں عاجز کا بھی جناب ایوب صاحب سکھر والے کے ساتھ بحث مباحثہ ہوگیا۔ اس بات پر حضرت جی دامت برکاتہم نے سخت ڈانٹا کہ عاجز دم بخود رہ گیا مگر اس کا فائدہ عاجز کو بہت ہوا اور اپنی اوقات معلوم ہوئی۔ اسی دوران فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدمت کے لیے قبول کیا ورنہ سفر میں ساتھ رہنے کے لیے دوسرے ساتھی بھی اس کے لیے تیار تھے۔

سفر میں ساتھیوں کا خیال رکھنا چاہیے:

سلہٹ سے واپسی پر جب چاٹگام آ رہے تھے آپ نے رفع حاجت میں دیر کرنے والوں کو ذرا سختی کے ساتھ تربیت فرمائی۔ فرمایا جب آگے سفر کرنا ہو تو جہاں ٹھہرے ہوئے ہوں تو فوراً حاجت سے فارغ ہونا چاہیے، آپ لوگ جب چلنے کا وقت ہوتا ہے لوٹا لے کر حاجت کے لیے چلے جاتے ہیں اور دوسروں کو بلاوجہ انتظار کرنا پڑتا ہے۔

کھانا کھانے میں اصلاح و تربیت:

باری سار میں ناشتہ میں چاول کی روٹی پر حضرت جی دامت برکاتہم نے سخت

ڈانٹ کر اصلاح فرمائی کہ آپ لوگ صحیح طریقے سے کیوں نہیں کھاتے، میزبان دل نکال کر رکھ دیتا ہے اور کھانے والے نخرے کرتے ہیں۔طبیعت چاہے یا نہ چاہے ضرور کچھ نہ کچھ کھانا چاہیے تاکہ میزبان کا دل خوش ہو کہ ہمارا کھانا مہمانوں نے اچھی طرح کھایا ہے۔نیکی کے کام میں کسی کا دل خوش کرنا بھی عبادت ہے۔

وضو کرنے میں اصلاح وتربیت:

نیپال ائرپورٹ پر وضو میں پانی کی چھینٹوں سے نہ بچنے پر تنبیہ فرمائی جو کہ عاجز کو اب تک یاد ہے جس کی وجہ سے بہت زیادہ فائدہ ہوا اور ہمیشہ عاجز وضو کے پانی کے چھینٹوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت جی دامت برکاتہم مجالس فقیر کی پہلی جلد کی تصحیح فرما رہے تھے یہ کام ملتان سے کراچی کے دوران بھی کیا کراچی پہنچ کر ساتھی زیادہ ہونے کی وجہ سے بار بار حضرت جی دامت برکاتہم کو ملاقات کے لیے کہنا پڑتا تھا حضرت جی دامت برکاتہم نے جلال میں فرمایا میں جا رہا ہوں، چاہتا تھا کہ کچھ لکھوں گا کراچی میں آپ لوگوں نے کام نہیں کرنے دیا۔عاجز کی حالت بہت زیادہ قابلِ رحم ہوگئی کہ میری کوتاہی کی وجہ سے حضرت جی دامت برکاتہم ناراض ہوئے ہیں۔واقعی ہم لوگ حضرت جی دامت برکاتہم کو لکھنے پڑھنے کے لیے فارغ نہیں ہونے دیتے۔

مل بیٹھ کر مراقبہ کرنے میں فائدہ:

حضرت پروفیسر محمد اسلم صاحب مدظلہ، حضرت جی دامت برکاتہم کے حکم پر کراچی تشریف لائے۔اس وقت حضرت حافظ انعام اللہ صاحب بھی تشریف لائے

ہوئے تھے۔ دارالاحسان میں مراقبہ میں عاجز کو بہت فائدہ ہوا کیونکہ سالکین کے مل بیٹھ کر مراقبہ کرنے میں فائدہ ہوتا ہے کیونکہ ہماری نسبت انعکاسی ہے جو کہ ایک دوسرے پر اثرات کرتی ہے۔ اگر شیخ کسی کو مراقبہ کروانے کے لیے مقرر کر دے تو اس سے بھی سالکین کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

ایک خادم کی شکایت کرنے پر اصلاح وتربیت:

حضرت جی دامت برکاتہم کو ایک خادم کے متعلق ایک تحریر لکھی جو کہ کراچی کے کچھ علماء کی تحریک تھی۔ عاجز نے پوچھا حضرت آپ کو خط لکھا تھا۔ فرمایا ہاں اس خادم کو میں نے سمجھا دیا ہے مگر آپ کی اصلاح کی بھی سخت ضرورت ہے۔ یہ بات عاجز پر بجلی بن کر گری۔ مگر دوبارہ کبھی ایسی گستاخی نہیں ہوئی ہمیشہ دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر تعاون کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا طریقہ:

بیرون ملک واپسی پر راستے میں دو فقیروں نے تقاضا کیا آپ نے فرمایا اسے کچھ دے دو۔ دوسرے دن واپسی تھی عاجز حضرت جی دامت برکاتہم کو ائر پورٹ چھوڑ کر آ گیا ساتھیوں نے بتایا کہ جہاز لیٹ ہے۔ عاجز دوبارہ ائر پورٹ چلا گیا وہاں حضرت جی دامت برکاتہم سے فقیروں کے بارے میں پوچھا کہ اگر فقیر زیادہ اصرار کرے تو دے دیں؟ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اصرار کرنے نہیں دینا چاہیے بلکہ پہلے ہی دے دینا چاہیے اللہ تعالیٰ بھی آپ کو اصرار کے بغیر عطا فرمائیں گے۔ الحمدللہ جس جگہ حضرت جی دامت برکاتہم نے تنبیہ اور اصلاح فرمائی ہے اس

کے بعد اس غلطی کا تکرار نہیں ہوا۔

دین کے کاموں میں مالی تعاون:

ایک دوست کراچی میں مالی تعاون کے لیے تشریف لائے عاجز نے کچھ اشکال کیا تو فرمانے لگے حافظ صاحب حوصلہ بڑا رکھیں اور تعاون کریں دین کے کام اسی طرح تعاون کرنے سے چلتے ہیں۔ دین کے لیے دامے درمے سخنے وقتے ہر لحاظ سے، ہر وقت تیار رہنا چاہیے تب بات بنے گی بلکہ زندگی کا مشن یہ ہونا چاہیے:

ے میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا شیخ ظفرالاسلام نقشبندی مجددی زید مجدہ

عاجز حضرت جی دامت برکاتہم سے کیسے بیعت ہوا؟

حضرت جی دامت برکاتہم سے میرا تعارف کیسے ہوا؟

اس عاجز خطاکار کو پہلی مرتبہ حضرت سیدی مرشدی دامت برکاتہم کی زیارت مبارکہ 1983ء کی سردیوں کے موسم میں مسجد اسلامیہ پارک پونچھ روڈ لاہور میں ہوئی۔ نماز پڑھنے کے لیے اسی مسجد میں جاتا تھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم عشاء کی نماز میں تشریف لائے۔ اس عاجز کی گناہگار آنکھوں نے زندگی میں پہلی بار کسی ولیٔ کامل کی زیارت کی، دل کرتا تھا کہ دیکھتا ہی جاؤں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کے لباس کا پرکشش انداز اور سفید عمامہ اس قدر پسند آیا کہ اُس وقت کا سرور اب یاد کرتے ہوئے بھی دوبارہ لوٹ آتا ہے۔ نماز کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم نے کچھ وعظ و نصیحت فرمائی اور پھر مراقبہ کروایا اور مراقبہ میں اللہ کی ضرب اس زور سے لگائی کہ میرا رُواں رُواں کانپ اٹھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم سے مصافحہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

مراقبہ کے بعد کی دعائیں:

حضرت جی دامت برکاتہم اس وقت محترم حافظ نصیر صاحب کی رہائش گاہ میں تشریف فرمایا کرتے تھے۔ محترم حافظ نصیر صاحب سے میں نے مراقبہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مراقبہ کرنے کے بعد جو دعا آہ وزاری سے کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اکثر قبول ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سے ہر نماز کے بعد مراقبہ

کر کے دعا مانگ لیا کرتا تھا۔ آج بھی سوچتا ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت جی دامت برکاتہم سے پہلی ملاقات مسجد میں ہوئی اور الحمدللہ! اللہ کا احسان عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جی دامت برکاتہم کے خدام میں داخل کر دیا۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی زیارت مبارکہ کی برکت سے مراقبہ شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جی دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق جوڑ دیا۔

عالم رؤیا میں بیعت کی بشارت:

پہلی بیعت حضرت شیخ وجیہ الدین صاحب دامت برکاتہم سے ہوئی۔ کچھ ماہ کے بعد انہوں نے حضرت مرشد عالم خواجہ غلام حبیبؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بڑے حضرتؒ نے شفقت فرمائی اور بیعت فرما لیا۔ بڑے حضرت صاحبؒ کی حیات مبارکہ میں بھی حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت میں گاہے بگاہے حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تھی۔ بڑے حضرت صاحبؒ کے وصال پر ملال کے بعد اس عاجز نے واضح طور پر خواب میں بڑے حضرت صاحبؒ اور حضرت جی دامت برکاتہم کو دیکھا کہ تشریف فرما ہیں اور آپس میں گفتگو فرما رہے ہیں یہ خادم پاس ہی خاموش بیٹھا ہے۔ گفتگو ختم ہونے کے بعد بڑے حضرت صاحبؒ نے واضح طور پر فرمایا: ظفر آپ مولانا ذوالفقار احمد کے ساتھ چلے جاؤ اور میں نے حضرت جی دامت برکاتہم کا سامان اٹھایا اور حضرت جی دامت برکاتہم کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ الحمدللہ اگلے ہی روز حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت میں بیعت کی درخواست کر دی۔

شیخ کے قرب کی نعمت کا نصیب ہونا:

حضرت جی دامت برکاتہم لاہور تشریف لائے تو دست بدست بیعت نصیب

ہوئی اگر اس سیاہ کار کو حضرت جی دامت برکاتہم کی قربت اور تعلق نصیب نہ ہوتا تو یہ عاجز معصیت اور گھٹاٹوپ اندھیروں میں گم ہو جاتا۔ مجھے عمرِ نوح بھی نصیب ہو جائے تو میں شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کا جو تعلق اور قرب نصیب ہوا ہے عاجز ہرگز اس کے قابل نہ تھا یہ فقط اللہ کا فضل اور حضرت جی دامت برکاتہم کی مہربانی ہے اس پر یہ عاجز اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

تصوف کیا ہے؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے اپنے حضرت مرشدِ عالمؒ کے فرمان کو ہمیشہ ضروری سمجھا ہے اور مانا ہے اور تصوف ماننے ہی کا نام ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ تصوف کو ایک دو لفظوں میں بیان کریں تو ہم کہیں گے تصوف دل سے ماننے ہی کا نام ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی حالت بیان کی:

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ''ہم نے سنا اور مان لیا۔''

شیخ کی نصیحت کو ماننا چاہیے:

اس عاجز نے زندگی میں حضرت جی دامت برکاتہم کے ایک فرمان پر عمل نہ کر کے بہت تکلیف اٹھائی ہے لہٰذا ہم سب کے لیے اس میں سبق ہے کہ شیخ جو نصیحت فرمائیں اس پر ضرور عمل کرنا چاہیے کیونکہ شیخ الہام سے بولتا ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا

''ہم نے ان کو برائی (کی حقیقت) اور نیکی کا الہام کیا۔''

ایک مجلس میں حضرت شیخ ظفر الاسلام مدظلہ سے چند سوال پوچھے گئے جن کے جواب

پیشِ خدمت ہیں:

س......وہ کون سا واقعہ ہے جس نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک دفعہ ایک بات فرمائی کہ شیخ مرید کے نفس کی مکاری کو جتنا جانتا ہے اتنا مرید خود بھی اپنے نفس کو نہیں جانتا۔ جس طرح خدا کی خدائی کی کوئی انتہا نہیں ہے اس طرح نفس کی مکاری کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ بظاہر انسان سمجھتا ہے میں نیک کام کر رہا ہوں مگر اندرونِ خانہ نفس کی کوئی ایسی گہری چال ہوتی ہے جسے شیخ ہی اپنی باطنی بصیرت سے سمجھتا ہے۔

ایک دفعہ بڑے حضرت پیر غلام حبیبؒ نے ڈانٹا تو عاجز مجمع میں پیچھے بیٹھنے لگ گیا۔ حافظ نصیر صاحب نے ہمارے حضرت جی سے کہا کہ ظفر صاحب ڈانٹ کے ڈر سے مجمع میں پیچھے بیٹھنے لگ گئے ہیں تو حضرت جی نے فرمایا ہاں اس لئے کہ کہیں اصلاح نہ ہو جائے۔ اس سے بہت سبق حاصل ہوا کہ ڈانٹ سے ڈرنا بھی نہیں چاہیے اور پھر شیخ سے چھپتے بھی پھرنا نہیں چاہیے بلکہ ڈانٹ کے بعد بھی اپنے آپ کو نارمل رکھنا چاہیے۔

س......کون سی اصلاحی بات جس نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

ایک بڑے ملک میں بیٹھے تھے کہ کسی نے حضرت جی سے پوچھا کہ آپ کو اتنی قبولیت کیسے ہو گئی؟ فرمایا کہ عاجز تو زیرو ہے مگر فقیر نے فرض نماز کے بعد گویا یہ ضروری اور فرض سمجھا کہ ہمیشہ اپنے شیخ کی بات ماننی ہے کیونکہ وہ قرآن سنت کے کسی حکم کے مطابق ہو گی اور شیخ کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی اصلاح و تربیت کی حکمت ہوتی ہے۔

مزید فرمایا مقرر جو بیان میں کہتا ہے اس کے اپنے عمل میں بھی ہونا چاہیے تو

بیان کا اثر بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

س......آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

بیعت سے پہلے بھی حضرت جی دامت برکاتہم کا مسکرا کر ملنا بہت متاثر کرتا تھا۔

بیعت کے بعد یہ ادا بہت اچھی لگی کہ اپنے رویہ سے ہی حضرت جی دامت برکاتہم کی ناراضگی اور راضی ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت آپ ناراض تو نہیں ہیں فرمایا یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ دل میں ڈالتا ہے کہ کہیں شیخ ناراض نہ ہوں ۔فرمایا ہم ناراض ہوں تو ضرور بتاتے ہیں اگر راضی ہوں تو بتانا ضروری نہیں ہے اگر ناراض نہیں ہیں تو understood (ظاہر) ہے کہ راضی ہیں۔ بہت سے تعلق والوں کو خواہ مخواہ شیطان بدگمانی ڈالتا ہے کہ کہیں حضرت شیخ ناراض تو نہیں ہیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک دفعہ فرمایا ترقی صرف اسے نہیں کہتے کہ سالک ذکر فکر کر رہا ہو بلکہ ذکر کے ساتھ اصل ترقی یہ ہے کہ زندگی کے ہر پہلو میں مثبت ترقی کر رہا ہو اور اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہو۔اس اصلاح و تربیت کی وجہ سے زندگی میں بڑی زبردست تبدیلیاں آئیں۔

ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم نے آگے سبق دیا تو عاجز نے عرض کیا پہلے ہی سبق پر محنت نہیں کر پایا۔فرمایا شیخِ کامل بلاوجہ سبق آگے نہیں دیتا کچھ دیکھ سوچ کر ہی دیتا ہے۔

ایک مجلس میں حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک بات فرمائی جس سے بہت فائدہ ہوا،فرمایا ایک چھٹانک نیکی کریں تو ایک من گناہ سے بچنے کی کوشش کریں۔

س......حضرت جی کی کون کون سی کتاب نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ ہوا؟

ایک کتاب ''بادب بانصیب'' ہے جس نے بہت متاثر کیا اس کے علاوہ ''رہے سلامت تمہاری نسبت'' نے بھی بہت فائدہ دیا۔

س......حضرت جی کی کون سی عادت نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

ایک دفعہ کسی مسئلہ میں عاجز بہت غمزدہ تھا اور اپنا غم رو رو کر بیان کیا تو حضرت جی دامت برکاتہم نے رونے دیا تاکہ یہ اپنا غم اچھی طرح ہلکا کر لے۔ جب بہت ہی زیادہ رو لیا تو مجھے چپ کروانے کے لئے فرمایا اگر آپ چپ نہیں کرتے تو میں بھی رونے لگ جاتا ہوں۔ فرمایا اس طرح بات نہیں بنے گی ہمت اور حوصلہ سے پوری بات بتائیں اللہ تعالیٰ کوئی حل نکال دے گا۔

حضرت جی دامت برکاتہم کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ دوسرے کی بات غور سے سنتے ہیں اور خاموشی سے سنتے ہیں تاکہ وہ اپنا مافی الضمیر ٹھیک ٹھیک بیان کر دے تاکہ آپ اس کی صحیح اصلاح و تربیت کر سکیں۔

عاجز کا ایک معاملے میں کسی سے اختلاف ہو گیا درمیان میں ایک اور آدمی سے باتیں کیں کہ اُسے بتا دیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا اختلاف میں اس طرح درمیان کے آدمی سے بات نہیں کریں کیا پتہ وہ آپ کی باتیں اصلی حالت میں پہنچاتے ہیں یا بیچ میں کمی و بیشی کر دیتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اختلاف اور بڑھ جائے بلکہ خود ہی پیار محبت، صبر و تحمل اور عاجزی سے معاملہ نپٹا لینا چاہیے۔

س......کس بیان نے بہت متاثر کیا اور بہت فائدہ اٹھایا؟

ایک دفعہ بڑے حضرت خواجہ پیر غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ کے فرمانے سے

ہمارے حضرت جی نے سیرت پر بیان کیا تو بڑے حضرت سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا میری تو آج عید ہوگئی۔

واقعی عاجز کو بھی سیرت پر حضرت جی دامت برکاتہم کے بیان بہت متاثر کرتے ہیں اور تقویٰ کے موضوع پر بیانات بہت فائدہ دیتے ہیں۔

س......کون سی عادت نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

حضرت جی بڑی تحمل سے اصلاح فرماتے ہیں اور کسی کو شرمندہ کیے بغیر بڑی دل سوزی اور شفقت سے اصلاح فرمانے کی عادت بہت متاثر کرتی ہے۔

حضرت جی دامت برکاتہم ہمیشہ نسبت کا بہت ادب واحترام کرتے ہیں کہ بہت حیرانی ہوتی ہے۔ واقعی نسبت کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ یہ ہماری نہیں یہ ہمارے بڑوں کی نسبت عالی اور نسبت شریفہ ہے۔

ایک دفعہ فرمایا یہ نسبت صحبت کی نسبت ہے یہ سعادت ہے اس کو منزل نہ سمجھیں بلکہ اس صحبت کی نسبت کو اور زیادہ مضبوط سے اضبط کریں واقعی ہمارا تو حال یہی ہے:

؎ رہے سلامت تمہاری نسبت
ہمارا تو بس آسرا یہی ہے

س......نسبت ملنے کے بعد کیا تبدیلیاں آئیں؟

نسبت ملنے کے بعد یہ محسوس کیا کہ ہر وقت اپنی گندگی کا احساس رہتا ہے اور اپنی نااہلی کا استحضار رہتا ہے اللہ تعالیٰ نسبت کی قدر کرنے اور حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد جعفر نقشبندی مجددی مدظلہ

حضرت جی دامت برکاتہم کی ابتدائی زندگی کے واقعات

بچپن:

حضرت جی دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ بھائیوں میں چونکہ میں سب سے چھوٹا تھا اس لیے والدہ صاحبہ کے ساتھ سوتا تھا۔ رات کے آخری پہر میں جب میری آنکھ کھلتی تو والدہ صاحبہ کے موجود نہ ہونے پر میں روتا پھر میری نظر مصلے پر پڑتی تو والدہ صاحبہ نماز پڑھ رہی ہوتیں تو میں روتا اور انہیں دیکھتا رہتا۔ نماز کے بعد والدہ صاحبہ جب دعا مانگتیں تو خاموش ہو کر سنتا۔ والدہ صاحبہ ہر ہر بھائی کے لیے نام لے کر علیحدہ علیحدہ دعا مانگتیں۔ جب میرا نام لے کر دعا مانگتیں تو میں خاموش ہو جاتا۔ جب جھولے میں مجھے سلاتیں تو مجھے یوں لوری دیتیں:

اللہ اللہ لوری دودھ بھری کٹوری

ذلفی دودھ پیئے گا نیک بن کر جیئے گا

قبولیتِ دعا:

ارشاد فرمایا، کئی دفعہ اس عاجز نے اپنے والدین کی دعاؤں کی قبولیت دیکھی۔ 1974ء میں جھنگ میں زبردست سیلاب آیا تھا۔ والدہ صاحبہ نے اس عاجز کو بھیجا کہ دیکھ کر آؤ کہ شہر کے گرد بنے ہوئے حفاظتی بند کے اندر پانی کی کیا پوزیشن ہے۔ میں نے آ کر بتایا کہ پانی بہت جلد پہنچنے والا ہے۔ اور واقعی بند ٹوٹ کر پانی کا ریلہ بہہ نکلا والدہ صاحبہ نے پانی کی پہنچ سے پہلے ہی سامان اونچی جگہ پر رکھوا دیا تھا اور

جب سیلاب آیا تو ہم گھر کے سامان پر چڑھ کر بیٹھ گئے تھے۔ اوپر سے بارش بھی شروع ہوگئی۔ والدہ صاحبہ نے ہمارے اوپر بوریاں ڈال دیں تاکہ ہم بھیگ نہ جائیں۔ وہ منظر ابھی بھی مجھے یاد ہے جب بہت زیادہ بارش ہونے لگی تو آخر کار والدہ صاحبہ نے بڑی محبت اور عاجزی کے انداز میں عرض کیا:

''اے میرے سوہنیا اللہ! ہن بس جا کر''

''اے میرے پیارے رب اب بس کر دیں۔''

یہ الفاظ کہنے کی دیر تھی کہ ایک منٹ کے اندر بارش تھم گئی۔ والدہ صاحبہ ایسی مستجاب الدعوات ہستی تھیں اور اپنے رب سے بہت ہی زیادہ محبت کرنے والی تھیں۔

عجیب واقعہ:

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا ایک دفعہ مسجد میں تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی تو میں بھی شوق میں بیان سننے کے لیے مسجد میں چلا گیا۔ رات بھر مسجد میں قیام کیا اور وہیں سو گیا۔ رات کو خواب میں سیدنا صدیق اکبرؓ کی زیارت ہوئی اور انھوں نے میرے دل پر انگلی رکھ کر زور سے تین بار فرمایا: اللہ اللہ اللہ

فوراً میری آنکھ کھل گئی محسوس کیا تو دل سے اللہ اللہ اللہ کی آواز آ رہی تھی۔ عجیب لطف و مزا آ رہا تھا۔ دل والی سائیڈ کے جسم کا سارا حصہ حرکت کر رہا تھا اتنی حرکت ہو رہی تھی کہ نیند نہ آتی تھی یہاں تک کہ اس سائیڈ کو کپڑے سے باندھنا پڑا۔

اپنی اوقات یاد رکھنا:

لاہور میں ایک دفعہ جنوبی افریقہ کے سفر سے واپسی پر حالات سناتے ہوئے

عجیب انداز میں اللہ رب العزت کی رحمت و عنایات کا تذکرہ فرمایا۔ بچپن اور لڑکپن کے پس منظر کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا:

اس سال جنوبی افریقہ کے سفر میں جماعت نقشبندیہ کے احباب نے میرے سفر کے لیے پورا جہاز چارٹرڈ کروایا ہوا تھا۔ مجھے اپنی اوقات یاد آ رہی تھی اور اپنے آپ کو خطاب کر کے کہہ رہا تھا کہ ذوالفقار تو وہی ہے جس کے پاس سکول جانے کے لیے سائیکل نہیں ہوتا تھا۔ پیدل سکول جاتا تھا۔ میٹرک فرسٹ ڈویژن پاس ہونے پر بھائی احمد علی مدظلہ نے خوش ہو کر 45 روپے کا سائیکل خرید کر دیا اور سائیکل ملنے پر اتنا خوش تھا اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا تھا کہ حد نہیں۔ میں اپنی اوقات کو یاد کر کے اپنے آپ کو خطاب کر رہا تھا کہ تیری اوقات تو پیدل چلنے والوں کی تھی۔ آج جہاز میں سفر کرنا نصیب ہوا ہے تو مالک رب ذوالجلال کا کرم ہے ہماری اوقات یہ نہ تھی۔ فرمایا کہ بندہ جب قدم قدم پر اپنی اوقات یاد رکھتا ہے تو اللہ رب العزت کے شکر کی توفیق ملتی ہے۔ اس پر سلطان محمود غزنوی اور اس کے غلام ایاز کا واقعہ سنایا۔ سلطان محمود کے تمام وزراء ایاز پر حسد کرتے تھے کہ ایاز کو بادشاہ کا اتنا قرب کیوں حاصل ہے؟ بادشاہ کو بھی وزراء کے حسد کا علم ہو گیا۔ تو سلطان محمود نے ایک دن امتحاناً، تُمہ کٹوا کر تمام وزراء کو دیا۔ جو وزیر بھی کھاتا تھوک کر پھینک دیتا۔ جب ایاز کو حصہ ملا تو مزے سے کھاتا رہا۔ سب وزراء ایاز کو دیکھ کر ہنس پڑے اور کہنے لگے بادشاہ سلامت! اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ ایاز بے وقوف آدمی ہے کڑوا تُمہ کوئی کھانے کی چیز ہے؟ یہ اس کو کھائے جا رہا ہے۔ سلطان محمود نے ایاز سے پوچھا کہ آپ تُمہ کیوں کھا رہے ہیں؟ تو جواب دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ کے ہاتھ سے ہمیشہ میٹھی چیزیں ملی ہیں اگر آج ایک کڑوی چیز

مل گئی ہے تو کوئی حرج نہیں مجھے کوئی شکوہ نہیں بخوشی قبول ہے۔اسی طرح مومن کی شان ہے کہ جب کڑوے حالات آ جائیں تو خندہ پیشانی سے ان کو قبول کرتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد ایاز کو بادشاہ کا مزید قرب حاصل ہوگیا۔ بادشاہ نے ایک دفعہ قیمتی ہیرا منگوایا اور ساتھ ہتھوڑا بھی منگوایا۔ وزراء کو فرمایا کہ اس ہیرے کو توڑو پہلے وزیر نے کہا بادشاہ سلامت قیمتی ہیرا ہے نہیں توڑنا چاہیے کیونکہ پھر ایسا قیمتی ہیرا نہیں ملے گا۔ پھر دوسرے وزیر نے بھی یہی کہا حتیٰ کہ سب وزیروں نے یہی کہا۔

آخر میں ایاز کو کہا اس ہیرے کو توڑو۔ ایاز نے فوراً ہتھوڑا ہاتھ میں لے کر ہیرے کو توڑ دیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ایاز تو نے ہیرا کیوں توڑا؟ جواب دیا کہ بادشاہ سلامت! میرے سامنے دو چیزیں تھیں ایک قیمتی ہیرا اور دوسرا آپ کا حکم۔ اگر ہیرا نہ توڑتا تو آپ کا حکم پورا نہ ہوتا اور اگر ہیرا توڑتا ہوں تو آپ کا حکم پورا ہوتا ہے لیکن قیمتی ہیرا ضائع ہوجاتا ہے۔ میں نے یہی خیال کیا کہ اس جیسے قیمتی ہیرے ٹوٹتے رہیں کوئی حرج نہیں لیکن بادشاہ کا حکم پورا ہوجائے تو وہی اصل چیز ہے۔ مومن بالکل ایسے ہی اپنے نفس اور خواہش کے حکم کو توڑ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرتا ہے تو اللہ بھی راضی ہوجاتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد سلطان محمود کے دل میں ایاز کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی۔ وزراء کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایاز کو میرا قرب زیادہ اس وجہ سے حاصل ہے کہ اس کے دل میں میرے حکم کی اتنی قدر ہے۔ اس واقعہ کے بعد تو وزرا کا حسد اس قدر بڑھ گیا کہ سب وزراء متفق ہو کر کہنے لگے کہ بہر صورت اس کالے غلام کو بادشاہ کے دل سے نکالو۔ کوئی ایسی شکایت تلاش کرو جس سے بادشاہ کا دل ایاز سے متنفر ہوجائے۔

ہمیشہ اپنی اوقات یاد رکھنے سے انسان کی عجب و تکبر سے حفاظت:

ایک وزیر نے تجویز دی کہ میرے پاس ایک شکایت ہے کہ ایاز کو بادشاہ کے ایوان میں ایک الماری ملی ہوئی ہے اس الماری کی ایاز اتنی حفاظت کرتا ہے کہ کسی کو اس کے قریب نہیں آنے دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس الماری میں ایاز نے بادشاہ کا خزانہ چھپایا ہوا ہے اگر بادشاہ کو پتہ چل جائے خزانہ چھپانے کا، تو ایاز کو جوتے مار کر شاہی دربار سے ذلیل کر کے نکال دیا جائے۔ سب وزراء نے اس تجویز پر خوش ہوئے اور بادشاہ کو شکایت لگا دی کہ شاہی دربار میں ایاز نے اپنی الماری میں کوئی خزانہ چھپا رکھا ہے بادشاہ نے فوراً ایاز کو طلب کر کے اس الماری کی چابی مانگ لی اور شکایت لگانے والے وزیر کو چابی دے کر فرمایا جو خزانہ الماری میں ہو اسے فوراً نکال کر لاؤ۔ وزیر فوراً دوڑتا ہوا گیا، الماری کو کھولا تو حیران ہو گیا کہ الماری میں خزانہ تو کوئی نہ تھا صرف ایک پرانا جوڑا جوتوں کا اور ایک پرانا جوڑا کپڑوں کا تھا۔ ان کو نکال کر وزیر صاحب لائے تو بادشاہ نے ایاز سے پوچھا کہ ایاز یہی خزانہ تھا جو تو کسی کو نہیں دکھاتا تھا۔ ایاز نے عرض کیا بادشاہ سلامت! اصل میں یہ میری اوقات تھی جب میں آپ کے شاہی دربار میں آیا تھا تو انہی پرانے جوتوں کے ساتھ اور اسی پرانے لباس کے ساتھ آیا تھا۔ آج جتنی عزتیں مرتبے ملے ہیں یہ تو آپ کی عطا ہے میری اوقات تو اصل یہی ہے۔ بادشاہ سلامت! میں روزانہ الماری کھول کر اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتا ہوں ایاز! تیری اوقات تو اصلی یہی تھی آج جتنے انعامات ہیں تو یہ بادشاہ سلامت کے طفیل ہیں ورنہ اصل تیری اوقات تو یہی ہے۔

‫رت جی دامت برکاتہم کی ابتدائی زندگی کے واقعات:

مومن کی شان بھی یہی ہے کہ قدم قدم پر اپنی اوقات یاد کر کے اللہ تعالیٰ کے سانات کو یاد رکھتا ہے استحضار رکھتا ہے۔ اس کو شکر کی توفیق ملتی ہے پھر حضرت جی مت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں پرائمری سکول میں پڑھتا تھا تو پہننے کے ئے صرف ایک لباس ہوتا تھا۔ جمعہ کے دن والدہ صاحبہ مجھے جانگیا پہنا کر میرا سوٹ وتیں، خشک ہونے کے بعد وہی سوٹ والدہ صاحبہ پہنا دیتیں پھر ہفتہ اسی سوٹ میں لز رتا، گھر میں بھی سکول میں بھی وہی ایک سوٹ ہوتا تھا۔

پھر کھانے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بچپن میں مجھے یاد ہے کہ دو وقت ہمارے گھر میں کھانا پکتا صبح اور شام۔ سب سے چھوٹا چونکہ میں تھا اس لیے جب سکول سے واپس آتا بھوک لگتی تو خوب روتا۔ پھر والدہ صاحبہ نے مستقل میرے لیے یہ انتظام کر دیا کہ صبح کے وقت اپنے کھانے میں سے کچھ روٹی کا حصہ بچا کر میرے لیے رکھ لیتیں۔ سکول سے جب واپس آتا تو روٹی کا ٹکڑا مجھے مل جاتا نمک مرچ لگا کر میں کھا لیتا اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا۔ ایک دن ہمشیرہ نے نمک مرچ میں پانی ملا دیا تو میں بہت خوش ہو گیا کہ سالن کا مزہ آ گیا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے اتنی تفصیل سے اپنی اوقات بیان فرمائی کہ ہمیں شرم آ رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ حضرت جی دامت برکاتہم سے عرض کریں کہ اب بس کریں اب بس کر دیں۔

تدریجی ترقیات:

صبر و شکر اور قناعت سے حضرت جی دامت برکاتہم نے اپنی زندگی کو آراستہ

فرمایا تو اللہ رب العزت کی طرف سے ترقیات کے دروازے کھلتے گئے۔ایک وقت تھا کہ حضرت جی دامت برکاتہم جھنگ سے لاہور ہر ماہ ایک جمعہ پڑھانے کے لیے بذریعہ عام ویگن کے تشریف لے جاتے تھے۔ لاہور اسٹیشن پہنچ کر وہاں سے بذریعہ رکشہ جامع مسجد زینب لاہور جمعہ پڑھاتے واپس پھر وہ لوگ بذریعہ کار، ویگن سٹینڈ پہنچاتے اور پھر عام ویگن پر ہی گھر واپس تشریف لاتے۔

اردگرد کے ماحول سے اپنی حفاظت کرنا:

ایک دفعہ آپ ویگن پر سوار ہوئے تو ڈرائیور نے ٹیپ چلادی۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ڈرائیور کو بڑے پیار سے منع فرمایا لیکن اس نے ٹیپ بند نہ کی۔تو آپ نے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں۔سارے راستے اسی طرح سفر کیا حضرت جی دامت برکاتہم کے اس عمل کا اثر یہ ہوا کہ سارے سفر میں آپ کا یہ عمل ایک کافر دیکھتا رہا۔ جب سفر مکمل ہوا تو اس کافر نے حضرت جی دامت برکاتہم سے عرض کیا مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کریں تو حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ آپ کیوں مسلمان ہو رہے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ آپ کے اس عمل سے متاثر ہو کر کہ اس دور میں بھی ایسے مسلمان موجود ہیں جو اپنے کانوں کی حفاظت اس طرح کرتے ہیں کہ ان میں گندی آواز نہ جائے تو ان کے دل کا کیا حال ہوگا؟ کتنے انوارات دل میں بھرے ہوئے ہوں گے۔ میں نے بھی ارادہ کرلیا ہے کہ میں بھی ایسی پاکیزہ زندگی گزاروں۔لہذا آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کردیں چنانچہ وہ مسلمان ہو کر حضرت جی دامت برکاتہم کے ارادتمندوں میں شامل ہوگیا۔

حضرت جی اپنی ذات میں انجمن:

حضرت مرشدِ عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ دیکھنے میں ایک فرد معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں پوری جماعت ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً ''بے شک ابراہیم ایک پوری جماعت تھے۔''

حضرت جی دامت برکاتہم جس ماحول میں بھی گئے آپ کی برکت سے اللہ رب العزت کی طرف سے اس ماحول پر انوار الٰہیہ کی ایسی بارش ہوئی کہ وہ ماحول سارا نورانی ایمانی بن گیا۔ جب حضرت جی دامت برکاتہم شکر گنج شوگر ملز میں تھے تو ماشاء اللہ اکثر انجینئر حضرات متشرع بن گئے۔ شفٹ کے وقت جب عملہ کے لوگ شوگر مل سے باہر نکلتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے مدرسہ سے علماء نکل رہے ہوں۔

کام، کام اور تھوڑا آرام:

1984ء میں حضرت مرشدِ عالمؒ نے جب حضرت جی دامت برکاتہم کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا تو اس وقت سے اب تک لاکھوں انسان حضرت جی دامت برکاتہم کے دست اقدس پر بیعت توبہ کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کر کے اپنے قلوب کو منور کر رہے ہیں اور حضرت جی دامت برکاتہم یہ دعوت و عزیمت، تزکیہ واصلاح، تصوف وسلوک کا کام اتنی محنت سے کر رہے ہیں کہ باقی سب کام ثانوی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔

سفر میں حضر میں سردی میں گرمی میں، صحت میں بیماری میں، دن میں رات میں شہر میں دیہات میں، ملک میں بیرون ملک بس ایک ہی کام کہ لوگوں کو اللہ اللہ

سکھانا ہے۔ انسانوں کے ظاہر کو محبوب ﷺ کی مبارک سنتوں سے آراستہ کرنا ہے اور باطن کو محبت و معرفت الٰہی سے منور کرنا ہے۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

اللہ رب العزت اور اس کے محبوب ﷺ کے دربار میں بحمد للہ آپ کو ایسی قبولیت ملی کہ لوگوں کے قلوب پوری دنیا سے کھنچے چلے آرہے ہیں۔ کچھ تو خوش نصیب ایسے ہیں جن کو خود رسول اللہ ﷺ نے خواب میں بشارت دی۔

واقعہ:

یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت جی دامت برکاتہم شکر گنج شوگر ملز میں بطور چیف الیکٹریکل انجینئر تعینات تھے۔ عام لوگوں میں آپ کا تعارف بہت کم تھا۔ فیصل آباد میں ایک صاحب کافی استخارے کر رہے تھے کہ میں کسی صاحب نسبت کامل ہستی سے بیعت ہو جاؤں۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو اردو میں ارشاد فرمایا کہ ''جھنگ کارخانہ میں حافظ ذوالفقار احمد صاحب سے بیعت ہو جائیں۔'' ان صاحب نے یہ خواب تحریر کیا اور مقامی علماء سے اس کی تعبیر پوچھی تو علماء نے فرمایا کہ بھائی کارخانہ میں کوئی بزرگ نہیں ہو سکتے آپ دوبارہ استخارہ کریں۔ بہرحال اس کو یقین تھا وہ فیصل آباد سے جھنگ آیا اور ہر کارخانے اور ملز کے دروازے پر پہنچا اور پوچھا کہ یہاں حافظ ذوالفقار احمد صاحب ہیں تاہم جب وہ شکر گنج شوگر ملز کے دروازے پر پہنچا اور گیٹ کیپر سے پوچھا یہاں حافظ ذوالفقار

احمد صاحب ہیں تو اس نے کہا جی ہاں۔ ان صاحب نے بتایا کہ میں فیصل آباد سے آیا ہوں ان سے ضرور ملنا ہے۔ گیٹ کیپر نے حضرت جی دامت برکاتہم کے آفس فون کیا کہ ایک صاحب آپ کو فیصل آباد سے ملنے آئے ہیں تو حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ جلد اس کو میرے آفس میں پہنچاؤ میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔

قبولیتِ عامہ:

غالباً 94-1993 کی بات ہے عید الفطر کا موقع تھا ہم کچھ درویش حاضر خدمت تھے۔ حضرت جی دامت برکاتہم اس دن بہت خوش تھے۔ ہماری دل جوئی کے لیے ایک بات یہ ارشاد فرمائی کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ عیدین اپنے مشائخ کے ہاں کیا کرتے تھے اور پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ الحمدللہ تمام سالکین کا صدقۂ فطر ادا کر چکا ہوں۔ تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ مہمان سالکین کی اتنی عزت کرتے تھے کہ ان کا کھانا سر پر رکھ کر لاتے تھے اور حضرت جی دامت برکاتہم خود بھی اس پر عمل کرتے تھے۔ پھر عید الفطر جھنگ سٹی سے آگے عام میدان میں پڑھائی۔ واپسی پر کار ڈرائیو کرتے ہوئے چوتھی بات ارشاد فرمائی، کہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ اللہ رب العزت کا مجھ پہ اتنا کرم ہے کہ میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا فرمایا کہ جتنا جھنگ والے لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اتنا دوسرے شہر والے نہیں کرتے۔ پھر فرمایا محلے والے خاص طور پر پڑوسی لوگ زیادہ محبت کرنے والے ہیں اور سب کے سب بیعت بھی ہیں۔ پھر رشتہ دار خاص طور پر میرے

تمام بھائی مجھ سے بیعت بھی ہیں، میری والدہ مجھ سے بیعت ہیں اور میری بیوی......وہ تو شادی کی پہلی رات سے مجھ سے بیعت ہوگئی تھیں۔ پھر اہلیہ کے بیعت ہونے کا واقعہ تفصیل سے اس طرح بتایا کہ شادی کی پہلی رات تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آگئی جب رات کو کسی وقت میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اہلیہ بیڈ کے ایک طرف بیٹھی رو رہی ہیں میں نے پوچھا کیوں رو رہی ہیں؟ اہلیہ نے کہا کہ پہلے مجھے بیعت فرمائیں۔ میں نے کہا کہ پہلے آپ رونے کی وجہ بتائیں گی تو میں بیعت کروں گا۔ اہلیہ نے بتایا کہ میں سو رہی تھی، آپ نیند میں تھے تو میں نے اللہ اللہ کی آواز سنی میں نے ادھر ادھر توجہ دوڑائی کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نورانی آواز آپ کے قلب مبارک سے آرہی ہے جیسے ہی مجھے یقین ہوا کہ آپ کے قلب مبارک کی یہ کیفیت ہے اس وقت سے میں رو رہی ہوں کہ یہ دولت تو میرے ابا جان کو حاصل تھی لہذا آپ پہلے مجھے بیعت فرمائیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کا قلب اطہر چونکہ بالکل عکس ہے محبوب ﷺ کے قلب اطہر کا اس لیے حضرت جی دامت برکاتہم کے قلب اطہر سے نکلنے والا نور ہفت اقلیم میں آفتاب بن کر چمکا ہے جس کی کرنوں سے جہاں عالم انسانیت کے قلب و روح پر ضیاء پاشی ہو رہی ہے اور سکینہ نازل ہو رہا ہے وہاں عالم انسانیت کے ظاہر میں بھی نکھار آرہا ہے۔

خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد جعفر نقشبندی مجددی مدظلہ

عکس جمالِ یار ﷺ

آپ کی شخصیت، سنت کا نمونہ:

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں جہاں انسان کو ظاہری اور جسمانی نعمتوں سے نوازا ہے وہاں روحانی اور باطنی نعمتوں سے بھی ضرور مالا مال فرمایا ہے۔ آج کے ٹیکنالوجی کے دور میں انسان نے سائنس اور مادی لحاظ سے اتنی ترقی کر لی ہے کہ وہ بحر و بر کو مسخر کر کے چاند اور مریخ پر بھی کمندیں ڈال چکا ہے، آج ساری دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ مادی ترقی کے اس پر فتن دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو روحانی ترقی دینے کے لیے علی وجہ الکمال انتظام کر دیا ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسی شخصیت کو پیدا فرمایا ہے جس نے اعلیٰ دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ روحانیت کی اس معراج کو حاصل کیا ہے جن کو دیکھ کر قرون اولیٰ کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ اس پر فتن دور میں ایسی کامل شخصیت جن کی آنکھوں میں عشق الٰہی کا سرمہ لگا ہو اور ظاہر محبوب ﷺ کی پیاری سنتوں سے اس طرح آراستہ ہو کہ مشرق و مغرب کے لوگ دیدار کے لیے ترستے ہوں، اپنوں میں چلے جائیں تو وہ عکس جمال یار ﷺ سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں اور غیروں میں چلے جائیں تو وہ زبان حال سے پکار اٹھتے ہیں:

مَاھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ

''یہ انسان تو نہیں ہے یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔''

خدا کے منکروں میں چلے جائیں تو وہ خدائے بزرگ و برتر کے وجود کا اقرار کر کے ایمان کی دولت سے آراستہ ہو جاتے ہیں۔ چاند تاروں پر کمندیں ڈالنے والے انجینئر، سائنسدانوں نے جب موصوف کے ساتھ وقت گذارا تو لکھ کر دے گئے کہ آپ جیسا ذہین انجینئر دیکھنے میں نہ آیا۔

مادی دنیا کی چمک دمک پر مر مٹنے والے عاشقوں نے جب موصوف کا دیدار کیا تو تو عشق حقیقی کے مزے لوٹنے لگے۔ جب علوم نبوت کے حاملین علماء صلحاء و اتقیاء نے موصوف کا دیدار کیا تو وہ پکار اٹھے کہ محبوب العلماء والصلحاء یہی تو ہیں۔ موصوف نے ہفت اقلیم میں بسنے والے انسانوں کو پیغام دیا اور دنیا کے تھنک ٹینکس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارا۔ عظیم مشرق و مغرب کا خواب دیکھنے والوں سے فرمایا:

Neither east nor west ISLAM is the best.

موصوف سے مراد عالم اسلام کے عظیم سکالر محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم ہیں جن کے ساتھ احقر کچھ مدت صحبت میں رہا، جو حالات و واقعات معلوم ہوئے وہ زیب قرطاس ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے عشق و محبت کا عالم:

حضرت جی دامت برکاتہم کے قریب رہنے سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ محبت اور عشق رسول ﷺ کا یہ عالم ہے کہ بچپن سے لے کر اب تک حضرت جی دامت برکاتہم نے محبوب ﷺ کا نام بغیر وضو نہیں لیا اس کی تفصیل کے لیے واقعہ پیش خدمت ہے۔

1991ء کی بات ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے دار السکینہ جھنگ صدر میں جمعہ پڑھایا اور بچوں کی تربیت کے عنوان پر بیان فرمایا اور بغیر نام لیے ایک بچے کا واقعہ سنایا کہ ایک شہر میں ایک بچہ تھا جس کے والدین بڑے نیک تھے انہوں نے بچے کی بہت اچھی تربیت کی۔ پرائمری سکول میں بچوں کا فنکشن ہوا جس میں ذہین بچوں کے ذمے مختلف چیزیں لگا دی گئیں۔ مذکورہ بچے کے ذمے مولانا حالی کی نعت لگائی گئی۔ فنکشن میں بچے نے نعت پڑھی:

؎ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

اس نے ''والا'' کی جگہ ''والے'' پڑھا۔ آخر میں ڈی سی صاحب نے تقریر کی اور بچے کی سرزنش کے ساتھ ساتھ استاد صاحب کی بھی خبر لی کہ بچے نے والا کی جگہ والے کیوں پڑھا؟ (حالانکہ بچے نے ایسا ادب کی وجہ سے کیا تھا) پھر ایک دن استاد صاحب نے بچوں سے کلاس روم میں جنرل نالج کے سوال پوچھنے شروع کیے تو مذکورہ بچے سے پوچھا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کا کیا نام ہے؟ بچہ خاموش، دوسری مرتبہ پھر پوچھا لیکن جواب ندارد۔ پھر پوچھا کہ تمہیں پیغمبر ﷺ کا نام آتا ہے تو اس نے کہا ہاں لیکن نام نہیں بتایا۔ استاد حیران کہ بچہ مذہبی گھرانے کا ہے نام بھی آتا ہے لیکن بتاتا نہیں۔ اس پر استاد غصہ کھا گئے اور فنکشن میں بے عزتی والا غصہ بھی نکالنا باقی تھا چنانچہ خوب سزا دی یہاں تک کہ ہاتھوں سے خون نکل آیا۔ اتنے میں تفریح کی گھنٹی ہوگئی تو کلاس ختم ہوئی۔ استاد نے غصے میں کہا کہ تفریح کے بعد دوبارہ سنوں گا نہ آیا تو اور ماروں گا۔ یہ معصوم بچہ خاموشی اور غم کی تصویر بنا بیٹھا ہے کلاس کے دیگر بچے بھی سوگوار ہیں۔

بچہ اٹھ کر کلاس سے باہر نکلنے پر جاتا ہے اور وضو کر کے واپس آتا ہے۔ تفریح کی گھنٹی ختم ہوئی تو استاد صاحب دوبارہ آئے اور پوچھا کہ بتاؤ پیغمبر ﷺ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے فوراً بتا دیا کہ حضرت محمد ﷺ ۔ اب استاد حیران کہ پہلے یہ بچہ مار کھاتا رہا لیکن نام نہیں بتایا اور اب جھٹ سے بتا دیا ضرور کوئی بات ہے۔ اب استاد نے بچے کو پاس بلایا اور نہایت شفقت اور مہربانی سے پوچھا تو بچہ رونے لگا اور بتایا کہ پہلے جب آپ نے محبوب ﷺ کا نام پوچھا تھا تو اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور میرے ابو نے مجھے یہ نصیحت کی ہوئی ہے کہ بیٹے جب محبوب ﷺ کا نام لینا تو وضو کے ساتھ لینا بغیر وضو کے نہ لینا۔ پہلے میرا وضو نہ تھا اور اب میں وضو کر کے آیا ہوں۔ خیر استاد صاحب کو بڑی شرمندگی ہوئی اور بچے کو شاباس دی۔ جب حضرت جی دامت برکاتہم نے یہ واقعہ سنایا تو راقم الحروف کے ذہن میں آیا کہ یہ واقعہ حضرت جی دامت برکاتہم کے بچپن کا ہے۔ اس جمعہ میں میرے ساتھ مولانا شیخ محمد شریف ایرانی بھی تھے۔ جمعہ کے بعد شیخ ایرانی صاحب مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ واقعہ کس بچے کا ہوگا؟ تو احقر نے عرض کیا کہ غالب گمان یہی ہے کہ یہ واقعہ حضرت جی دامت برکاتہم کے اپنے بچپن کا ہے۔ اس لیے انہوں نے نام لیے بغیر بچے کا واقعہ سنایا ہے۔ اب شیخ ایرانی صاحب کہنے لگے کہ میں حضرت جی دامت برکاتہم سے پوچھوں گا کہ یہ واقعہ کس بچے کا ہے؟ اس کا نام بتائیے۔ کہاں کا رہنے والا ہے؟ احقر نے بہت سمجھایا کہ پوچھنا مناسب نہیں۔ چنانچہ دوسرے دن بروز ہفتہ حضرت جی دامت برکاتہم لاہور تشریف لے گئے ہم فقیر بھی ساتھ تھے۔ راستے میں فیصل آباد شوگر مل میں حضرت جی دامت برکاتہم کی میٹنگ تھی۔ میٹنگ سے فراغت کے بعد ہم پھر لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ ڈرائیونگ خود

حضرت جی دامت برکاتہم کر رہے تھے۔ فیصل آباد تک تو راقم شیخ صاحب کو روکتا رہا کہ نہ پوچھیں لیکن جیسے ہی ہم فیصل آباد سے نکلے تو شیخ ایرانی صاحب نے حضرت جی دامت برکاتہم سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کل بیان میں آپ نے جس بچے کا واقعہ بیان کیا تھا وہ کون تھا اس کا نام کیا تھا؟ تو حضرت جی دامت برکاتہم مسکرا پڑے اور ارشاد فرمایا مولانا بعض باتیں راز میں رہیں تو بہتر ہوتی ہیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم کے والد محترمؒ کا واقعہ:

عشق رسول ﷺ کی معراج:

حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بچپن میں جب گھر پر ساگ پکتا تھا تو ہم بڑے شوق سے کھاتے اور خوشی مناتے۔ لیکن والد صاحب مرحوم نہ کھاتے تھے۔ ہم والدہ صاحبہ سے پوچھتے تو وہ خاموش رہتیں حتیٰ کہ والد صاحب انتقال فرما گئے۔ پھر والدہ صاحبہ نے اس راز سے پردہ اٹھایا کہ اے میرے بیٹو! تمہارے ابو عشق رسول ﷺ میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے، فرماتے تھے کہ میں ساگ اس لیے نہیں کھاتا کہ محبوب ﷺ کے گنبدِ خضراء کا رنگ سبز ہے اور جو ساگ کھاتا ہے اس کے فضلے کا رنگ بھی سبز ہوتا ہے۔ مجھ سے یہ بے ادبی برداشت نہیں ہوتی اس لیے والد صاحب نے زندگی بھر ساگ کا سالن نہیں کھایا اس ادب اور عشق و محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھی ایسا دیا جس میں عکس جمال یا ﷺ نظر آتا ہے۔

عبادت کے لیے فرصت:

ارشاد فرمایا، میرے والد صاحب نے یہ نیت کی ہوئی تھی کہ جب بڑا بیٹا

نوکری پر لگ جائے گا تو میں دنیاوی کام چھوڑ دوں گا اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے وقت خرچ کروں گا۔ جب بڑا بیٹا نوکری پر جانے لگا تو پہلے ہی دن والد صاحب نے اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کرلیا۔ اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ کرلینا بھی بڑی سعادت ہے۔ یہ بات پتھر پر لکیر کی مانند ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے مخلوق خدا اتنی اس کی خدمت کرتی ہے اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے مخلوق خدا اس سے اتنی ہی زیادہ محبت کرتی ہے اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ رب العزت سے ڈرتا ہے مخلوق خدا پر اتنا ہی اس کا رعب و دبدبہ ہوتا ہے۔

تقویٰ اور طہارت:

حضرت جی دامت برکاتہم کے قریب رہنے سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کے تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے کسی فاسق داڑھی منڈے سے کبھی حجامت نہیں بنوائی نہ عرب میں نہ عجم میں نہ احرام میں نہ غیر احرام میں۔

احقر کو بخوبی یاد ہے کہ آج سے 18 برس پہلے جھنگ صدر میں ایک باریش حجام خادم حسین مرحوم (حضرت جی دامت برکاتہم کے حجام تھے) نے حضرت مرشد عالمؒ کی حجامت کی اور حجامت کرنے کے بعد پچاس روپے ہدیہ بھی پیش کیا اور اتنے خلوص و محبت سے پیش کیا کہ حضرت مرشدِ عالمؒ نے بخوشی قبول فرمالیا لیکن احقر کے لیے حیرت کی بات یہ تھی کہ حجام لوگ تو حجامت کر کے پیسے لیتے ہیں اور یہ کیسے حجام ہیں کہ پیسے لینے کی بجائے دے رہے ہیں۔ (حضرت جی دامت برکاتہم کی نسبت کی برکت سے اسی حجام سے راقم الحروف کو بھی حجامت کروانے کی سعادت حاصل رہی ہے۔)

آنکھ کا تقویٰ:

کھانے میں تقویٰ کا یہ عالم کہ انجینئرنگ یونیورسٹی کے زمانہ میں کبھی ہوسٹل سے کھانا نہیں کھایا اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے اور پھر کھاتے تھے۔ نگاہ کی حفاظت کا اس درجہ اہتمام کیا کہ ایک دفعہ خود ارشاد فرمایا کہ نگاہوں کی ہم نے اس طرح حفاظت کی ہے کہ پہلے دن یونیورسٹی میں داخل ہوئے تو ہوسٹل سے مسجد تک گئے۔ درمیان میں کافی رقبہ خالی تھا ایک جگہ ہم نے دیکھا کہ کچھ عورتیں تنور پر بیٹھی روٹیاں لگا رہی ہیں بس وہ دن اور اس کے بعد ہم چار سال وہاں رہے، ہوسٹل سے روزانہ پانچ مرتبہ نماز کے لیے مسجد جاتے اور ہمیں یاد نہیں کہ ان چار سالوں میں ہم نے دوبارہ تنور کی طرف نگاہ اٹھائی ہو۔

خلیفہ ءمجاز فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

راقم الحروف کے بیعت ہونے کے واقعات

پیر کی تلاش میں جدو جہد کرنا:

اس عاجز نے الحمد للہ آٹھ سال پیر ڈھونڈنے میں لگائے ہیں۔ بہت سے پیروں کو دیکھا اور بعض بزرگوں کی صحبت میں بیٹھا بھی لیکن بیعت کرنے کے لیے طبیعت راغب نہ ہوتی تھی۔

حضرت جی سے ملاقات کیسے ہوئی؟

یہ **1990**ء کی بات ہے کہ یہ عاجز کراچی میں رہا کرتا تھا وہاں ایک دوست سے تذکرہ کیا کہ کسی پیر سے بیعت ہونا چاہتا ہوں تا کہ میری اصلاح ہو سکے۔ یہ دوست اکثر بزرگوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ انہوں نے حامی بھر لی کہ ہر جمعہ کی شام کو بہادر آباد چورنگی کے پاس شیخ یعقوب صاحب کے ہاں مختلف بزرگ آتے رہتے ہیں آپ بھی چلیے گا۔ راقم الحروف بڑے ذوق وشوق سے وہاں پہنچا۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ جب ہم وہاں پہنچے تو اس دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ سچی بات یہی ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کی پگڑی، چہرے اور آنکھوں سے بہت متاثر ہوا۔

؎ خالی نہ مجھے اس کے خدوخال نے مارا
کچھ حسن نے کچھ ناز نے کچھ انداز نے مارا

حضرت جی کے بیان کے اثرات:

مغرب کی نماز کے بعد بیان شروع ہوا۔ بس بیان میں راقم الحروف کی جو

کیفیت ہوئی کچھ نہ پوچھیے رو رو کر تھک گیا۔ شاید عمر بھر اتنا نہ رویا تھا، دل نے گواہی دے دی تھی کہ یہ سچے اور سُچے پیر ہیں۔ بیعت کے لیے فوری طور پر اس لیے تیار نہ ہوا کہ اس سے پہلے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھا۔ پہلے پیر صاحب سے طبیعت دنیا داری کی وجہ سے اچاٹ ہوگئی تھی اور رابطہ کٹ گیا تھا۔ سوچا کہ پہلے اچھی طرح تسلی کرلوں پھر بیعت ہونا چاہیے بلکہ کشتیاں جلا کر بیعت ہونا چاہیے۔ تقریباً ایک سال کراچی میں حضرت حکیم اختر کے ہاں بھی آنا جانا رہا تھا آپ سے ایک بات سنی تھی کہ بیعت ہونے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ کیا آپ کا پیر صاحب سے خون کا گروپ نمبر ملتا ہے۔ مطلب یہ کہ بیعت ہونے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ کیا جس پیر سے بیعت ہو رہے ہیں ان سے مزاج مل سکے گا ؟ اسی بات کی وجہ سے راقم الحروف نے سوچا کہ حضرت جی دامت برکاتہم سے کچھ اشکالات کو پوچھ لیا جائے تا کہ طبیعت صاف ہو جائے لیکن پہلی مرتبہ تو اشکالات کے پوچھنے کا موقع نہ ملا۔

کچھ اشکالات کے شافی وافی جوابات:

کچھ عرصہ بعد پھر حضرت جی دامت برکاتہم کراچی میں تشریف لائے۔ کراچی میں تو راقم الحروف نیا نیا آدمی تھا کبھی بزرگوں سے زیادہ سوال جواب کا موقع بھی نہ ملا تھا۔ طبیعت میں جھجک تھی کہ موقع کیسے ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا کہ حسب سابق حضرت جی دامت برکاتہم نے بہادر میں شیخ یعقوب صاحب کے ہاں بیان کیا۔ بیان کے بعد کچھ دیر تک بیٹھے رہے پھر اندر اپنے خاص کمرے کی طرف تشریف لے گئے لیکن پتا چلا کہ اس کمرے کو کوئی تالا لگا کر چلا گیا ہے۔ حضرت جی

دامت برکاتہم واپس پھر اسی ہال میں آ کر بیٹھ گئے اور کچھ دوست خدمت کے لیے بیٹھے تھے وہ آپ کی خدمت میں مشغول ہو گئے اس طرح عاجز کی قسمت کھل گئی اور سوال جواب کا موقع مل گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت جی دامت برکاتہم نے لوگوں کو خدمت سے روک دیا اور فرمایا اگر کسی نے کوئی سوال پوچھنا ہے تو پوچھئے۔ کسی نے بھی سوال نہ پوچھا۔

آپ نے دو تین دفعہ فرمایا کہ کچھ پوچھ لیں۔ پھر بھی کسی نے نہیں پوچھا۔ پھر اس کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا بھئی اپنے لیے نہیں پوچھتے ہو تو دوسرے کسی کا سوال پوچھ لیں۔ اس سے راقم الحروف کو حوصلہ ہوا اور سوال پوچھنے کی اجازت چاہی۔

راقم الحروف نے اپنا مختصر سا تعارف کروانے کے بعد تقریباً 9 بجے سے لے کر رات کو 12 بجے تک مختلف سوالات کیے۔

سوال پوچھا کہ سنت اور بدعت میں کیا فرق ہوتا ہے؟

مختلف لوگوں کی بدعات کے متعلق پوچھا کہ یہ لوگ بدعات کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا بدعات کی اصل بیماری جہالت ہے۔ جہالت کی وجہ سے انسان شرک و بدعات میں پڑ جاتا ہے شرک اور بدعات سے نکلنا بہت مشکل ہے کیونکہ انسان بدعات کو بھی نیکی سمجھ کر رہا ہوتا ہے پھر بھلا اس سے توبہ تائب کب ہوگا؟ پہلے تو بدعات کو بہت بڑا گناہ سمجھنا پڑے گا پھر بدعات سے توبہ کرے گا۔

حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑے تحمل اور حکمت سے ان اشکالات کے جواب دیئے۔ راقم الحروف کو تسلی ہوگئی مگر اب بھی طبیعت میں تذبذب رہا کہ بیعت

کروں یا نہ کروں۔اس کا حل اس طرح نکالا کہ استخارے کرنا شروع کر دیئے۔

استقامات کی دعا کروانا:

رات گزارنے کے بعد جب حضرت جی دامت برکاتہم صبح رخصت ہونے لگے تو یہ عاجز حضرت جی دامت برکاتہم کے قریب پہنچا اور رات کو کہی گئی باتوں پر استقامت کی دعا کے لیے عرض کیا۔حضرت جی دامت برکاتہم بہت خوش ہوئے اور محمود غزنوی صاحب کو اشارہ فرمایا کہ ان کو میرا کارڈ دے دیں، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آپ کے لیے استقامت کی دعا ضرور کریں گے۔اس سے راقم الحروف کو بہت خوشی ہوئی اور استقامت کی دعا کے لیے اس لیے عرض کیا کہ کہیں یہ جملہ پڑھا ہوا تھا:

اَلْاِسْتَقَامَۃُ فَوْقَ اَلْفَ کَرَامَۃ

”(دین پر) استقامت ہزار کرامتوں سے اوپر ہے۔“

مشائخ کی زیارت کے لئے گھر سے نکلنا:

کچھ عرصہ بعد چکوال اجتماع 1990ء کا موقع آ گیا۔راقم الحروف بھی کراچی کی جماعت کے ساتھ اس نیت سے آیا کہ اجتماع میں چلتے ہیں مختلف بزرگوں کی زیارت ہو جائے گی۔چکوال پہنچنے کے بعد رات کے وقت ایک خواب دیکھا کہ جس میں حضرت جی دامت برکاتہم کو بڑی ہی خوبصورت اور نورانی شکل وصورت میں دیکھا۔ساتھ ہی دوسرے سین میں اپنے آپ کو بڑی عجیب شکل وصورت اور چھوٹی چھوٹی داڑھی میں دیکھا۔اس کے بعد تیسرے سین میں دیکھا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کی بھی چھوٹی چھوٹی داڑھی ہے اور پہلے جیسی نورانی شکل وصورت نہیں ہے۔راقم

الحروف کو جاگ آ گئی اور بہت خوشی ہوئی اور پریشانی اس کی بات کی ہوئی کہ حضرت جی دامت برکاتہم کو آخری سین میں اس طرح چھوٹی داڑھی میں کیوں دیکھا ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ صبح اٹھا تو ایک بزرگ سے اس کی تعبیر پوچھی انہوں نے بتایا کہ چھوٹی داڑھی سنت میں کمی کی طرف اشارہ ہے سنت پر پوری طرح عمل کرنے کی کوشش کریں۔ الحمدللہ اجتماع میں حضرت جی دامت برکاتہم بھی تشریف لے آئے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کو بھی خواب سنایا آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ چھوٹی داڑھی سنت کی کمی کی طرف اشارہ ہے، پورے طور پر سنت پر عمل کریں۔ راقم الحروف نے عرض کیا یہ بات تو سمجھ آ گئی ہے لیکن یہ اشکال سمجھ نہیں آیا کہ دوسرے سین میں آپ کی داڑھی کیوں چھوٹی دکھائی گئی ہے؟ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا حدیث شریف میں ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِن ''مومن مومن کا آئینہ ہے۔''

تمہیں چاہیے کہ پہلے والی شکل کو پیش نظر رکھو تمہیں ویسا بننا چاہیے تم تو ایسے بنے پھرتے ہو۔ اس تعبیر سے راقم الحروف کی کافی تسلی ہوگئی۔

استخارے کرنے شروع کردیئے:

تسلی ہونے کے باوجود بیعت نہیں ہوا اور نہ ہی چکوال شریف میں حضرت جی دامت برکاتہم سے بیعت ہونے کا کوئی موقع ملا۔

بہرحال اس دوران راقم الحروف نے استخاروں پر استخارے کرنے شروع کردیئے حتیٰ کہ تقریباً 60 استخارے کئے ہوں گے۔ پھر تو طبیعت میں اتنی زیادہ

حضرت جی دامت برکاتہم کی طرف کشش ہوئی کہ ذرا سا حضرت جی دامت برکاتہم کو یاد کرتا تھا ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے تھے۔ بعض اوقات جب ذرا زیادہ استخارے کر لیتا تو ایسا لگتا تھا کہ حضرت جی دامت برکاتہم سے بیعت نہ ہوا تو جسم پھٹ جائے گا۔

بیعت کیسے ہوا؟

ان دنوں کراچی میں ایک نائٹ کالج میں پڑھاتا تھا۔ کالج والے پورا رمضان چھٹیاں دیتے تھے یہ عاجز یکم رمضان کو ڈائریکٹ جھنگ آیا۔ حالانکہ راستے میں اپنا گاؤں بھی آتا تھا مگر طبیعت میں اتنا زیادہ جذبہ تھا کہ پہلے حضرت جی دامت برکاتہم کی زیارت کروں گا پھر اور کہیں جاؤں گا۔

ان دنوں یہ مکان جس میں حضرت جی دامت برکاتہم اب رہائش پذیر ہیں اس کی مرمت ہو رہی تھی وہیں حضرت جی دامت برکاتہم سے ملا اور یہ عرض کی کہ پورا رمضان آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور کراچی سے آپ کے ساتھ رہنے کے لیے آیا ہوں۔ مہربانی فرما کر رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے کمال شفقت سے یہ درخواست قبول فرمالی اور فرمایا رمضان میں خوب محنت کرنا۔ تقریباً دوپہر کے وقت یہ بھی عرض کیا کہ استخارہ کیا ہے آپ سے بیعت ہونے کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا کہ پہلے گاؤں جاؤ اور گھر والوں سے مل کر آؤ۔ عصر کے بعد بیعت کریں گے۔

ادب واطاعت انتہائی ضروری ہے:

یہ عاجز عصر کے بعد حاضرِ خدمت ہوا۔ حضرت جی دامت برکاتہم آ کر ایک

چارپائی پر بیٹھے، راقم الحروف پاؤں والی سائیڈ پر بیٹھا تھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا ادھر آ جائیں (سر والی سائیڈ پر)۔ فوراً یہ بات دل میں آئی:

اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب "حکم ادب سے اوپر ہوتا ہے۔"

اس لیے جہاں آپ نے فرمایا وہاں بیٹھ گیا۔

سچا مرید کون ہے؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے کچھ وعظ و نصیحت فرمائی، یہ عاجز اور حضرت جی دامت برکاتہم صرف دو ہی افراد تھے۔ ان نصائح میں حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک بات یہ فرمائی کہ

> "سچا مرید وہ ہوتا ہے کہ پیر اگر چوک پر کھڑا کر کے جوتے لگائے اور بلاقصور لگائے تو چاہیے کہ مرید جوتا اٹھا کر دے کہ میں اسی قابل ہوں۔، اس حد تک مرید میں اخلاص ہونا چاہیے۔"

پھر پوچھا اب بیعت ہونا چاہتے ہو؟ راقم الحروف نے عرض کیا جی بیعت کر لیجیے۔ الحمدللہ حضرت جی دامت برکاتہم کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت ہو گیا۔ مگر یہ بات سمجھ نہ آئی کہ بلاقصور بھی جوتے مارے جائیں گے اور جوتا اٹھا کر دینا پڑے گا۔

رمضان المبارک کے پندرہ دن اللہ سے دعا کرتا رہا کہ اس کی حکمت کھول دیجیے تب کہیں جا کر اللہ نے بات دل میں ڈال دی کہ حضرت شیخ بندے کی "میں" کو چیک کرتے ہیں اس لیے بلاقصور بھی کبھی مار پڑی تو میں کو چیک کرنے کے لیے ہو گی مگر ایسا موقع شاذ و نادر ہی آتا ہے۔

لوگ مشائخ کے پاس کیوں آتے ہیں؟

لوگ "انانیت" اور "میں" ہی نکلوانے کے لیے مشائخ کے پاس آتے ہیں۔

بندے کی ''میں'' مختلف چیزوں سے پیدا ہوتی رہتی ہے، ''میں'' دولت سے سب سے زیادہ پیدا ہوتی ہے، علم سے بھی ''میں'' پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ عبادت کے ساتھ بھی ''میں'' بڑھتی رہتی ہے کسی کو اس کا احساس ہوتا ہے اور کسی کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ میں نیک بن گیا ہوں، میں تہجد گزار بن گیا ہوں، میں اتنا مراقبہ تسبیحات کرتا ہوں۔ اسی ''میں'' مٹانے کے لیے حضرت شیخ مرید کو مختلف طریقوں سے چیک کرتا رہتا ہے۔ کبھی مختلف خدمات مرید کے سپرد کرتا ہے کبھی ڈانٹ ڈپٹ کر کے ''میں'' کو نکالتا ہے۔

؎ دتا مرشد سبق پڑھا فقیرا
مٹ مٹ کے مٹ جا فقیرا
جے تو سمجھیا میں ہاں مٹیا، اجے وی توں نہیں مٹیا
راہ دے بھیدی راہ وچ تینوں اچا کر کر لٹیا

حضرت اقدس تھانویؒ سے حضرت سید سلمان ندویؒ نے پوچھا تھا کہ یہ تصوف کیا ہے؟ حضرت تھانویؒ نے فرمایا تھا۔

''اپنے آپ کو مٹا دینے کا نام تصوف ہے۔''

واقعی تصوف کی یہی حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ حقیقت نصیب فرمائے۔

؎ زمین کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کی
خدا کی رحمتوں نے ڈھانپا اسے آسماں ہو کر

جناب محترم چیمہ صاحب (اسلام آباد)

حضرت جی کی دعاؤں کی برکات

بیعت کی سنت:

1992ء میں حضرت جی دامت برکاتہم علی مسجد اسلام آباد میں تشریف لائے اور جناب چیمہ صاحب حضرت جی دامت برکاتہم کے بیان اور شخصیت سے بہت متاثر ہوئے اور بیعت ہو گئے فوراً بعد ہی حضرت جی دامت برکاتہم کو گھر لے گئے اور چائے سے سب ساتھیوں کی تواضع فرمائی۔ یہ حضرت جی دامت برکاتہم کی شفقت تھی کہ ان کو بیعت کے لیے قبول فرمالیا اور دعوت قبول فرمائی۔

داڑھی رکھنے کا واقعہ:

جناب چیمہ صاحب نے بیان کرتے کہ اسامہ بن زید مسجد میں تقویٰ کے موضوع پر حضرت جی دامت برکاتہم نے بیان فرمایا جس سے طبیعت پر رقت طاری ہوئی۔

بیان کے دوران ہی اللہ نے یہ ارادہ دل میں ڈالا کہ داڑھی رکھ لوں۔ بیان کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم سے اپنا ارادہ عرض کیا حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا: ماشا اللہ بہت اچھا ارادہ ہے اور بڑی دعائیں دیں۔ الحمدللہ حضرت جی دامت برکاتہم کی دعاؤں سے اللہ نے داڑھی رکھنے کی توفیق نصیب فرمائی اور استقامت نصیب فرمائی:

ع یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

حضرت جی دامت برکاتہم کے بارے میں چیمہ صاحب نے مزید فرمایا کہ

ان کی شخصیت میں (اتباع سنت کی وجہ سے) اس قدر مقناطیسیت ہے کہ دل بے تاب ہو کر کھنچا جاتا ہے اور جوش و جذبہ نصیب ہوتا ہے پھر طبیعت میں ایسا سکون پیدا ہوتا ہے کہ گویا دنیا میں ہی جنت میں پھر رہے ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی سب سے زیادہ متاثر کن بات یہ لگی کہ آپ فرمایا کرتے ہیں دعائیں کروایا نہ کرو دعائیں لیا کرو۔ شیخ کی ایسی ٹوٹ کر خدمت کی جائے کہ ان کے دل سے خود بخود دعائیں نکلیں۔

حج پر جانے کا واقعہ:

حضرت جی دامت برکاتہم نیو یارک سے اسلام آباد تشریف لا رہے تھے۔ جب حضرت جی دامت برکاتہم تشریف لائے تو چیمہ صاحب نے اپنے حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا آپ ارادہ کریں اللہ ایسا ہی کرے گا۔ اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی دعا اور برکت سے امریکہ جانے کا موقع ملا اور امریکہ سے حج کا ویزہ لگوایا اور نیو یارک سے ہی حج پر روانگی ہوئی۔ الحمدللہ

حضرت جی دامت برکاتہم پاکستان سے حج پر تشریف لے گئے نہ مجھے پتہ تھا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کہاں ٹھہرے ہیں نہ حضرت جی دامت برکاتہم کو پتہ تھا کہ چیمہ صاحب کہاں ٹھہرے ہیں کوئی رابطے کا سلسلہ نہ تھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم جب طواف کے تیسرے چکر میں تھے تو یہ عاجز بھی خانہ کعبہ کے تیسرے چکر میں تھا۔ تمام چکر مکمل ہونے کے بعد ملاقات ہوگئی۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جدہ شریف میں اس فقیر نے دعا کی تھی کہ چیمہ صاحب سے حج پر ملاقات ہو جائے۔ الحمدللہ

اس عظیم اجتماع پر حضرت جی دامت برکاتہم سے ملاقات ہوگئی۔

چیمہ صاحب نے فرمایا کہ خلوص، تڑپ، جذبہ کے ساتھ اپنے شیخ سے چمٹا رہے خدمت کرتا رہے پھر دیکھیں اللہ کی رحمت کیسے برستی ہے۔

ع پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

والدہ کی آنکھیں ٹھیک ہونے کا واقعہ:

چیمہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری والدہ کی آنکھوں پر کالا موتیا آ گیا تھا جس کی وجہ سے نظر آنا تقریباً بند ہوگیا۔ تین سپیشلسٹ ڈاکٹروں کو دکھایا تو انہوں نے نظر کی بحالی کے سلسلے میں مایوسی کا اظہار کیا۔ اس وقت حضرت جی دامت برکاتہم یورپ، چار ماہ کے دورے کے لیے چلے گئے اس چار ماہ کے عرصے میں میری والدہ کی دونوں آنکھوں کا آپریشن ہو چکا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے والدہ صاحبہ کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہوگئیں اور آج تک قرآن شریف کی باقاعدہ تلاوت کرتی ہیں۔

جب حضرت جی دامت برکاتہم تشریف لائے اور ملاقات ہوئی تو حضرت جی دامت برکاتہم نے سب سے پہلے مجھ سے یہی پوچھا کہ آپ کی والدہ کی آنکھوں کا کیا حال ہے؟ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اس چار ماہ کے عرصہ میں کوئی ایسی دعا نہ تھی جس میں آپ کی والدہ کے لیے دعا نہ کی ہو۔ واپسی میں عمرے کے دوران حطیم میں کھڑے ہوکر آپ کی والدہ کے لیے دعا کی ہے۔ الحمدللہ رب العلمین

واقعی اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن کو بیان کرنے کے لیے بہت وقت چاہیے۔

خاص ادب:

حضرت جی دامت برکاتہم سے جب بھی بات کی ہے بعد میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اگر خاموش رہتے تو زیادہ بہتر تھا یہی وقت اپنی بات کرنے کی بجائے حضرت جی دامت برکاتہم کی باتیں سننے میں لگاتے۔ اسی لیے بزرگوں نے کتابوں میں ادب لکھا ہے کہ شیخ کو زبان بننا چاہیے اور مرید کو کان بننا چاہیے۔

؎ فیضِ نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہیے
حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور

انجینئر محمد اسلم نقشبندی مجددی مدظلہ

سفر میں اصلاح وتربیت کے واقعات

س......آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

میری سب سے پہلی ملاقات اس طرح ہوئی کہ حضرت جی دامت برکاتہم ہمارے گھر تشریف لائے ہوئے تھے۔اندر ملنے کے لئے گیا تو حضرت جی کی شخصیت سے بڑا متاثر ہوا کیونکہ حضرت جی دامت برکاتہم سراپا سنت نظر آرہے تھے، خصوصاً سنت کے مطابق مسکرا کر ملے تو عاجز انتہائی متاثر ہوا اور پہلی ہی ملاقات میں دل دے دیا۔

س......وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم کے پاس کبھی کبھار آنا جانا تھا مگر زیادہ قریب ہونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ایک دفعہ اسلام آباد میں حضرت جی دامت برکاتہم ٹھہرے ہوئے تھے۔آپ کی خدمت کا موقع ملا تو حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ آپ ہم سے دوستی کرلو۔عاجز نہیں سمجھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ ایک اور آدمی سے پوچھا کہ حضرت جی دامت برکاتہم کے فرمانے کا کیا مطلب ہے، آپ کے اشارے کا پتہ نہیں چلا۔انہوں نے بتایا کہ داڑھی کی طرف اشارہ ہے کہ داڑھی رکھ کر ہم سے دوستی پکی کرلو۔بس دفتر میں انتہائی مشکل حالات تھے مگر پھر بھی حضرت کے ایک جملہ نے داڑھی کے لئے پکا کردیا اور دوستی نبھائی۔

س......اصلاحی واقعات جس نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

ایک دفعہ اپنی چھوٹی بچی کو لے کر حضرت جی دامت برکاتہم کو ملنے گیا۔بچی

بار بار حضرت جی دامت برکاتہم کی داڑھی سے کھیل رہی تھی، ہاتھ سے پکڑ رہی تھی میں اسے منع کر رہا تھا اس وقت میری داڑھی چھوٹی تھی۔ بس باتوں باتوں میں حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ابا تو داڑھی بڑھاتے نہیں ہیں چلو میری داڑھی سے ہی پیار کرنے دو۔ بس اس جملے نے داڑھی سنت کے مطابق بڑی کرنے پر تیار کر دیا اور پوری سنت کی توفیق مل گئی۔

اچھی صحبت کی برکات:

عاجز نے ایک دفعہ چترال کا سفر حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ کیا اور مجھے رنگ برنگے کپڑے پہننے کا شوق تھا۔ وہاں جو لوگ آپ کے ارد گرد تھے انہوں نے سفید کپڑے اور سفید عمامے پہنے ہوئے تھے۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہو رہی تھی کہ ہم حضرت جی دامت برکاتہم کے اتنے قریب ہیں مگر اپنے کپڑے بھی سنت کے مطابق نہیں بنا رہے۔ جب واپس آئے تو عاجز نے سفید سوٹ سلانے کا آرڈر دیا تاکہ شیخ کے ساتھ ظاہری مناسبت تو ہو جائے۔ یہ سب کچھ اچھی صحبت اور اچھے ماحول سے میسر ہوا۔ واقعی تھوڑی دیر کی صحبت بہت زیادہ اثرات رکھتی ہے اور شیخ کا ایک جملہ زندگی بدلنے کا سبب بن جاتا ہے۔

ے یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریاء

صبر و تحمل:

ایک دفعہ حضرت جی کے ساتھ سکردو میں تھے، ائر پورٹ پر پہنچے تو فلائٹ

کینسل ہوگئی۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بائی روڈ واپسی کریں گے۔ عاجز نے جلدی جلدی ٹکٹ واپس کیے لیکن کوپن لینا بھول گیا۔ بکنگ آفس میں جب آدھے پھٹے ہوئے ٹکٹ دے کر پیسے واپس کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا کہ کوپن کہاں ہیں۔ عاجز بڑا حیران و پریشان ہوا۔ حضرت جی دامت برکاتہم سے عرض کیا تو حضرت جی نے بڑے صبر و تحمل سے فرمایا کہ واپس ائر پورٹ جائیں اور کوپن لا کر دیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کے صبر و تحمل سے بہت متاثر ہوا کہ غلطی کے باوجود نہ ڈانٹا نہ سخت سست کہا بلکہ نرمی سے سمجھا دیا۔

سفروں میں خدمت:

عاجز نے چترال اور سکردو کے کئی سال سفر کیے اور سفروں میں حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت کا خوب موقع ملا اسی خدمت کے صدقے حضرت جی دامت برکاتہم کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ کھانے کے وقت بھی خدمت کا موقع ملتا تھا، سفر کے دوسرے انتظامات میں بھی خدمت کے موقع ملتے رہے جس کی وجہ سے چترال اور سکردو کے ٹکٹوں کی بکنگ اور دوسرے سفر کے کام اس عاجز کے سپرد ہی ہوتے تھے۔ عاجز ان سفروں میں حضرت جی دامت برکاتہم کے اعتماد پر پورا اترنے کی کوشش کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرتے دم تک حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت اخلاص سے کرنے کی توفیق ملتی رہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

حضرت مولانا قاری ہدایت اللہ زید مجدہ

محبتِ الٰہی کی ضرورت

س......وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

اس قول نے بہت متاثر کیا ''ہر اس قول اور فعل سے بچنا جس کو شریعت گناہ کہتی ہے یہی تقویٰ ہے۔''

س......اصلاحی واقعات جس نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم کے اوپر اندازِ تربیت غالب ہے تاکہ سالکین کی اصلاح و تربیت ہوتی رہے۔ زمبیا میں ایک دفعہ شیخ عثمان اور دوسرے مہمانوں کو لانے میں دیر ہوگئی تو مجھے خوب ڈانٹ پڑی کہ مہمانوں کو لانے میں کیوں دیر کی۔ یہ حضرات اتنی دور سے آئے ہیں کاش کچھ دیر تو ان کے ساتھ مل بیٹھتے تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھلتا۔ آپ کو وقت کی قدر کا احساس نہیں ہے۔ ہمیشہ اپنے اور دوسروں کے وقت کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے مگر سالکین کے لئے تو بہت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ انہوں نے تو ایک ایک لمحہ ذکر فکر میں گزارنا ہوتا ہے اور لمحہ لمحہ تول تول کر خرچ کرنا ہوتا ہے۔

س......آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

1992ء میں پہلی دفعہ بنوں میں دیکھا اس وقت عاجز کی عمر کوئی سترہ اٹھارہ سال تھی مگر حضرت جی دامت برکاتہم کی سنت والی شکل و صورت دیکھتے ہی بے پناہ محبت ہوگئی۔ عاجز نے اپنے والد صاحب سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیں مجھے تو حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ جھنگ جانا ہے۔ والد صاحب نے فرمایا بیٹا صبر

کریں ایک وقت آنے والا ہے کہ آپ ہوں گے اور حضرت جی دامت برکاتہم ہوں گے۔ واقعی والد صاحب کے الفاظ سچے ثابت ہوئے۔ معھد الفقیر سے ہی دورۂ حدیث اور افتاء کیا اور حضرت جی دامت برکاتہم سے استفادہ کیا اور الحمدللہ اب بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے رہے ہیں۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ۝

''یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے وہ کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

س......کوئی ایسا واقعہ جس سے زندگی کا رخ بدل گیا ہو۔

ایک دفعہ زمبیا میں ایک بیان ہو رہا تھا تو ایک موقع پر حضرت جی نے بڑے جوش سے سامعین سے فرمایا کہ اللہ کرے تمہیں کسی اللہ والے کی نظر لگ جائے اور تمہارا بیڑا پار ہو جائے اور تم اللہ کے عاشق بن جاؤ۔ بس ایسا جھٹکا لگا کہ بہت ہی متاثر ہوا۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

س......کون کون سی کتاب نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ ہوا؟

حضرت جی دامت برکاتہم کی ہر کتاب نے متاثر کیا مگر جس کتاب میں محبتِ الٰہی کا پہلو ہوتا ہے اس نے بہت متاثر کیا اس حساب سے تو ''محبتِ الٰہی'' ہی بنتی ہے۔ اسے بار بار پڑھنا چاہیے تا کہ محبتِ الٰہی کی چاشنی سے کچھ تو آگاہ ہوسکیں۔

عشق تیری انتہا عشق میری انتہا
تو بھی ابھی ناتمام میں بھی ابھی ناتمام

س......حضرت جی کی کون سی عادت نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم جو لوگوں سے عاجزی سے ملتے ہیں شاید یہی

عاجزی والی صفت ہے جس نے آپ کو اس مقام تک پہنچایا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی عاجزی انکساری کا ذرہ نصیب فرمائے۔آمین

واقعہ:

ایک دفعہ تین طالب علم کراچی سے آئے ہوئے تھے وہ ایک ہفتہ انتظار کرتے رہے مگر حضرت بہت زیادہ مصروفیت کی وجہ سے وقت نہ دے سکے جمعہ کے بعد عاجز نے عرض کیا کہ ایک ہفتے سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔حضرت جی دامت برکاتہم بڑے عاجزانہ انداز میں ان سے معافی کے خواستگار ہوئے کہ ہمیں بھی ترس آ گیا اور آپ کی عاجزی سے بہت متاثر ہوئے۔

ے جس نے زمیں کی طرح عاجزی و انکساری کی
اللہ کی رحمتوں نے اسے ڈھانپا آسماں ہو کر

س......کس بیان نے بہت متاثر کیا اور بہت فائدہ اٹھایا؟

حضرت جی دامت برکاتہم کے جو بیان محبتِ الٰہی پر ہوئے اس سے فائدہ بھی بہت ہوا اور متاثر بھی بہت ہوا کیونکہ محبتِ الٰہی ہی اصل سرمایہ ہے لیکن محبت وہی اصل محبت ہے جس میں شدت ہو۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

ے محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
وہ محبت نہیں جس میں شدت نہیں

س......حضرت جی کے کس بات نے بہت متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم کی شفقت کی بہت سی باتیں ہیں مگر ایک دفعہ بڑی

ہی شفقت سے فرمایا قاری صاحب اس دل پر محنت کرنا، اس کو محبتِ الٰہی کا سمندر بنا لیں بس پھر بیڑا پار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محبتِ الٰہی کی شدت نصیب فرمائے۔

؎ صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

؎ عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

؎ آزمودم عقلِ دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

س......حضرت جی کی تعلیمات جس پر بہت زور دیتے ہیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم اپنی تعلیمات میں دو باتوں پر بہت زور دیتے ہیں۔ ایک گناہوں کے چھوڑنے پر بہت زور دیتے ہیں کہ ہر چھوٹا بڑا گناہ چھوڑ دیں اور اگر کبھی ہو جائے تو جلد از جلد اس سے معافی مانگ کر پاک صاف ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بندے کی ندامت بہت پسند ہے۔

؎ موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

دوسرا یہ کہ حضرت جی دامت برکاتہم چاہتے ہیں کہ لوگ سنتِ نبوی ﷺ کے دیوانے بنیں تاکہ چلتے پھرتے سنت کے نمونے نظر آئیں اس کے لئے ہر ہر سنت پر مرمٹنا چاہیے اور عمل کرنے کا آدمی کو حریص ہونا چاہیے۔

فرمایا جس طرح دلہن کا جو عضو سونے جواہرات سے سجا ہوتا ہے وہ جاذب

نظر لگتا ہے اسی طرح بندے کا جو عضو سنت سے سجا ہو وہ رب العالمین کو بھی پیارا لگتا ہے کیونکہ محبوب کی ہر ادا محبّ کو پیاری لگتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شکل و شباہت بھی بنالے تو وہ پیارا لگتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسا بنا دے کہ ہم قیامت کے دن اسے پسند آجائیں:

؎ یا رب تیرے محبوب کی شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت تو اس کو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

اصلاح وتربیت کے مؤثر طریقے

1۔ اشارے کنائے سے اصلاح وتربیت کرنا

اشاروں کی زبان انٹرنیشنل زبان سمجھی جاتی ہے کیونکہ زندگی کے بہت سے کام اشاروں سے بھی ہوجاتے ہیں۔ گونگے اشاروں سے بات کرتے ہیں، ٹریفک کو کنٹرول کرنے کے لیے اشارے لگائے گئے ہیں اور باقاعدہ ڈرائیوروں کو اشاروں کی حکمت بتائی اور سمجھائی جاتی ہے۔ اگر کوئی ڈرائیور ان اشاروں کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کا چالان کردیا جاتا ہے۔ اس طرح جانوروں اور درندوں تک کو اشاروں کے ذریعہ تربیت دی جاتی ہے۔ آج جانور اور درندے اشاروں پر ناچتے پھرتے ہیں تو کیا انسان اشرف المخلوقات مشائخ کے اشاروں کی تربیت کو نہیں سمجھ سکتا۔

ہمارے حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کا یہ اندازِ تربیت ہے کہ وہ اشاروں کنایوں سے سالکین کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے سالکین کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔

ذمہ دار شہری بننے کی تلقین

ایک دفعہ اسلام آباد ائرپورٹ پر بیٹھے تھے کچھ دوستوں نے گاڑی میں بیٹھ کر جوس وغیرہ پیا اور خالی ڈبے نیچے پھینک دیے۔ حضرت شیخ نے ہلکا سا اشارہ کیا اور فرمایا کہ پڑھے لکھے بندے گند بھی پڑھا لکھا پھیلاتے ہیں سب کو بڑی ندامت ہوئی کہ واقعی ان خالی ڈبوں کو ایک شاپنگ بیگ میں رکھنا چاہیے تھا اور پھر ٹریش کین میں

ڈالنا چاہیے تھا۔ اگر پڑھے لکھے لوگ ذمہ دار شہری نہیں بنیں گے تو دوسرے لوگ کب ذمہ دار شہری بنیں گے۔

ایک دفعہ مسکین پور شریف اجتماع پر راقم الحروف کو بیان کرنے کے لیے فرمایا۔ راقم الحروف وضو کر کے آیا اور جلدی سے پگڑی ٹیڑھی اور الجھی ہوئی باندھ لی۔ اشارے سے فرمایا مجمع میں جا رہے ہو اور پگڑی ٹیڑھی باندھی ہوئی ہے۔ فرمایا ہر عالم، اسلام کا نمائندہ ہے اسے اسلام کی نمائندگی انتہائی بہترین انداز سے کرنی چاہیے اسلام کی نیک نامی کا سبب بننا چاہیے اسلام کی بدنامی کا کبھی بھی سبب نہیں بننا چاہیے۔

ارشاد فرمایا وہ سالک شیخ سے صحیح فیض اٹھا سکتا ہے جو شیخ کے اصلاحی و تربیتی اشارے کنائے بھی سمجھتا ہو۔ جتنے زیادہ اشارے کنائے سمجھے گا اتنی زیادہ شیخ کی مزاج شناسی ہوگی، جتنی زیادہ مزاج شناسی ہوگی اتنا زیادہ شیخ کی منشاء کو سمجھے گا اور اتنی ہی زیادہ سالک کی اصلاح و تربیت ہوتی جائے گی اور اتباعِ سنت میں کمال پیدا ہوتا جائے گا۔

2۔ خاموشی کے ذریعے اصلاح و تربیت کرنا

بعض اوقات ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم خاموشی کے ذریعے بندے کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔ بعض اوقات ایک آدھ جملہ فرما کر بندے کی اصلاح کا اشارہ فرما دیتے ہیں۔ اصلاح و تربیت کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ سالک شیخ کی ہر ہر گفتگو اور خاموشی کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم مجالسِ فقیر میں فرماتے ہیں کہ

"شیخ کی خاموشی شیخ کی گفتگو سے دوگنا فائدہ مند ہوتی ہے۔ اس لیے کہ شیخ

کی خاموشی سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ دل سے دل پر توجہ ڈالتا ہے۔ مثلاً صحابہ کرامؓ گھنٹوں حضورﷺ کی صحبت میں خاموش بیٹھے رہتے تھے اور حضورﷺ کی توجہ ہوتی رہتی تھی۔ انوارات صحبتِ نبویﷺ صحابہ کرامؓ پر پڑتے تھے جس کی وجہ سے کیفیات منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ اسی لیے قرآنِ حکیم میں صحابہ کرامؓ کو نبی اکرمﷺ کو مخاطب کرنے اور توجہ لینے کے لیے" اُنْظُرْنَا " کا لفظ استعمال کرنے کا حکم ہوا۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ بہت کم بولتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے کہا کہ آپ تقریر کریں تاکہ ہمیں فائدہ ہو۔ فرمایا کہ جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہ پایا تو وہ ہماری گفتگو سے بھی کچھ نہ پائے گا۔"

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے مشائخ بظاہر خاموش ہوتے ہیں مگر ان کے دل کی توجہ بڑی قوی ہوتی ہے۔ کسی نے کہا کہ نقشبندی مشائخ ٹھنڈے ہوتے ہیں، ہائے ہو نہیں کرتے۔ جواب دیا کہ جو اللہ ٹھنڈے اور گیلے درخت سے آگ پیدا کر دیتا ہے وہ ہم ٹھنڈوں سے بھی آگ پیدا کر دیتا ہے۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ خاموشی کے ساتھ ہر دم ہر گھڑی اللہ کو یاد رکھیں۔

نور میں رہنا یا نار میں رہنا
ہر دم یادِ یار میں رہنا
چند جھونکے بس خزاں کے سہہ لو
پھر ہمیشہ بہار میں رہنا

خاموش انقلاب

ارشاد فرمایا، ہمارے نقشبندیہ حضراتؒ خاموش ہوتے ہیں اس لیے ان کا

انقلاب بھی خاموش ہوتا ہے۔ سوچیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے خاموشی کے ساتھ کتنا بڑا انقلاب برپا کر دیا تھا۔ ہمارے سلسلہ میں خاموشی اور توجہ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس خاموشی اور توجہ سے ایسے ایسے کام ہوتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ توجہ اور نگاہ کی بھی عجیب برکات اور کرامات ہوتی ہیں۔

ے فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

3۔ پُر تاثیر نظر کے ذریعے اصلاح و تربیت کرنا

انسان کی نظر کی بھی تاثیر ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَیْنُ حَقٌّ

''نظر لگ جانا بھی حق ہے۔''

یہ تجربہ شدہ چیز ہے کہ چھوٹے معصوم بچوں کو نظر لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات وہ بہت روتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جس نظر میں بغض ہو، حسد ہو، تکبر ہو، عجب ہو، برائی ہو تو وہ بری نظر لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان برائیوں میں دھنس پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح جس نظر میں محبت ہو شفقت ہو، دوسروں کی بھلائی ہو، دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہو، تو یہ اچھی نظر کیوں نہیں لگے گی؟

ے کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ فرمایا کرتے تھے برائی سے بھی بڑی برائی بری صحبت ہے اور نیکی سے بھی بڑی نیکی اچھی صحبت ہے۔ اس لیے لایعنی اور فضول صحبتوں سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے کیونکہ ایسی ایک صحبت ہی بہت سی نیکیوں کا بیڑا غرق کر دیتی ہے۔ اسی طرح ہمیشہ نیک اور اچھے دوستوں کی صحبت کو ڈھونڈتے رہنا چاہیے کیونکہ ایک اچھی صحبت بہت سی بیکار صحبتوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

ے صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

"نیک کی صحبت تمہیں نیک بنا دے گی اور برے کی صحبت تمہیں بڑی جلدی برا بنا دے گی۔"

نگاہ کی تاثیر:

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم کی نظر میں اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ تاثیر رکھی ہے۔ آپ کو کئی دفعہ کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں بندے کا کام کر دیتے ہیں۔ اس لیے سچے مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنی خامیاں جلد از جلد شیخ کے حضور بیان کر دے تاکہ وہ مکمل اصلاح کر سکے۔

حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں جس طرح ایک بیٹی اپنی ماں کے سامنے اپنا سب کچھ کھول دیتی ہے اس طرح مرید کو بھی اپنے شیخ کے سامنے جلد از جلد سب کچھ کھول دینا چاہیے تاکہ جلد از جلد اصلاح ہو سکے۔ ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم نے سفر کے دوران فرمایا کہ ہم اپنے شیخ کو اپنا کھایا پیا بھی آکر بتایا کرتے تھے ہمیں تو اس بتانے کا بھی فائدہ ہوتا تھا۔ اس طرح شیخ کا اعتماد مرید پر زیادہ سے زیادہ

ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی روحانی ترقی اور روحانی کشائش کی کنجی ہے۔ راقم الحروف کو یہ نکتہ بہت عرصہ بعد سمجھ میں آیا، اللہ کرے کہ اس بات کا استحضار رہے اور اپنی ہر چیز میں شیخ سے مشورہ کی عادت پڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔

ایک انجینئر صاحب کی اصلاح وتربیت:

ایک انجینئر صاحب جو راقم الحروف کے دوست تھے، حضرت مولانا شیخ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم سے عرض کرنے لگے کہ حضرت گھر سے باہر نکلتے ہیں تو پہلے مسجد آتی ہے پھر سینما آتا ہے مسجد میں جانے کو دل نہیں چاہتا اور سینما میں جانے کو دل چاہتا ہے۔ نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہتا اور فضول چیزیں دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اس کی کیسے اصلاح ہوسکتی ہے؟ حضرت جی دامت برکاتہم نے اس کی طرف ذرا نظر بھر کے اور توجہ سے دیکھا اور فرمایا:

؂ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

حضرت جی دامت برکاتہم نے مزید فرمایا کہ میرے ساتھ دو تین دن رہو پھر دیکھتے ہیں کہ نماز پڑھنے کو جی چاہتا ہے یا نہیں۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ واقعی چند دن اللہ والوں کی صحبت میں رہنے سے دل کی کیفیت ہی بدل جاتی ہے۔

؂ نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

نگاہ کا تازیانہ:

راقم الحروف کا ذاتی واقعہ ہے کہ 1991ء کے رمضان کی بات ہے، ہم حضرت جی دامت برکاتہم کی معیت میں کہیں جا رہے تھے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کسی سے بات کر رہے تھے کہ خلاف توقع یہ راقم الحروف بھی بیچ میں بول پڑا۔ یہ خلاف ادب تھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک تیز نگاہ ڈالی جس سے راقم الحروف کو سمجھ آ گئی کہ کسی کی بات کو کاٹ کر بیچ میں نہیں بولنا چاہیے۔ الحمد للہ معاشرتی آداب میں سے یہ ایک بہت بڑا ادب حضرت جی دامت برکاتہم کی ایک نظر کی برکت سے سمجھ میں آ گیا کہ آدابِ گفتگو کا خیال رکھنا چاہیے۔

ع　　یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

عملی اصلاح وتربیت کے سچے واقعات

ہمارے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم سفر میں ساتھ رہنے والوں کی عملی طور پر اصلاح وتربیت فرماتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کی زندگی میں سکون اور اطمینان جیسی نعمت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت مرشدِ عالم خواجہ غلام حبیبؒ فرمایا کرتے تھے: ''انسان تیرا دنیا میں آجانا آسان مگر صحیح معنوں میں انسان بن جانا بڑا مشکل کام، جو بنتا ہے یا بناتا ہے وہ پتہ پاتا ہے۔'' مشائخ کو بعض اوقات عملی تربیت کرنے میں بہت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور بہت ہی زیادہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے، لوگوں کی بگڑی ہوئی عادتوں کو بتدریج درست کرنا پڑتا ہے اور اتباعِ سنت کا مزاج بنانا پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر انسان، انسان بنتا ہے۔

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانویؒ کی صحبت میں جانے سے پہلے تو ہم نرے جانور ہی تھے۔ یہی کچھ حال راقم الحروف کا بھی تھا کہ حضرت شیخ کی صحبت میں جانے سے پہلے جانوروں والی عادات تھیں۔ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت شیخ دامت برکاتہم کی تربیتی مجالس سے فیض اٹھانے کی توفیق عطا فرمائی اور کچھ اصلاح وتربیت کی توفیق بھی مل گئی۔ نمونہ از خروارے کے طور پر چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق

عطا فرمائے۔

ہاتھ دھلانے والی سنت

حضرت شیخ دامت برکاتہم ایک دفعہ راولپنڈی میں دورے پر تشریف لائے۔اس عاجز کے ہاں قیام تھا۔کافی مقامی دوست بھی حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔سارا کھانا لگا دیا گیا۔راقم الحروف اکیلا کھانا لا کر رکھ رہا تھا۔دماغ کئی طرف بٹا ہوا تھا۔کھانا لگا کر جلدی میں عرض کر دیا کہ کھانا شروع فرمائیں۔اس وقت یہ فاش غلطی ہوئی کہ ہاتھ دھلانا سنت ہے اور وہ نہیں دھلائے تھے۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے ڈانٹا اور فرمایا کہ کچھ ہوش کرو ہاتھ دھلانے والی سنت ترک کر رہے ہو۔

یہ عاجز جلدی سے پانی لے کر آیا اور ہاتھ دھلائے۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اب یہ (ہاتھ دھلانا) کبھی نہیں بھولے گا۔واقعی اس ڈانٹ کا یہ فائدہ ہوا کہ بے شک اور کوئی چیز دعوت میں بھول سکتا ہوں مگر ہاتھ دھلانے والی سنت نہیں بھولتا۔

ٹخنوں سے کپڑا اوپر رہنے والی سنت

جس طرح عام رواج ہے کہ عموماً لوگوں کے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہے ہوتے ہیں۔راقم الحروف کی شلوار بھی بڑی لمبی ہوتی تھیں اور وہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی ہوتی تھی۔حالانکہ یہ تکبر کی نشانی ہے اور تکبر کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے:

''جس کے دل میں ذرا برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جا سکے گا۔''

حضرت شیخ دامت برکاتہم نے ایک دومرتبہ تو بڑی نرمی سے سمجھایا کہ کپڑا ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہیے۔ یہ عاجز کپڑے کو پکڑ کر اوپر کرتا مگر وہ کھسک کر پھر نیچے ہو جاتا۔ ایک دفعہ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے ڈانٹ کر فرمایا تو خوب یاد رہتا تھا لیکن کبھی کبھار پھر کھسک جاتا تھا۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے گُر بتایا کہ بھئی شلواریں ہی اتنی چھوٹی بناؤ کہ وہ ٹخنوں سے اوپر رہیں، اس سے مسئلہ ہی حل ہو جائے گا۔ نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔ جتنی ضرورت ہے اتنا کپڑا خریدو کہ کپڑے کی بھی بچت ہو جائے گی اور کفایت شعاری بھی ہو جائے گی اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اللہ کے غضب سے بھی بچے رہو گے۔ الحمد للہ اس مشورہ پر عمل کیا تو بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

کراچی میں سالن کم نکالنے کا واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ کراچی میں ہم سفر بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کراچی میں ہی کسی مجلس میں حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ کھانا کھانے لگے تو راقم الحروف نے شرم کی وجہ سے تھوڑا سا سالن نکالا۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے پوچھا کہ کیا گھر میں بھی اتنا تھوڑا سا سالن کھاتے ہو؟ عرض کیا کہ گھر میں تو خوب سالن لے کر کھاتے ہیں۔ فرمایا بھئی کھانا منافقت کا کھاؤ گے تو وہ اندر ظلمت پیدا کرے گا یا نور پیدا کرے گا؟ عرض کیا کہ ظلمت پیدا کرے گا۔ فرمایا جب ظلمت پیدا کرے گا تو گناہ ہوں گے یا نیکی ہوگی؟ عرض کیا کہ گناہ ہوں گے۔ فرمایا اپنی بنیاد کو درست کرو منافقت اور غفلت کا کھانا چھوڑ دو۔ باوضو ہو کر حضوری کی حالت میں کھانا کھاؤ اس سے عشق و رقت پیدا ہوگی۔ روحانیت

کی دو ہی بڑی بنیادیں ہیں صدق مقال اور اکل حلال۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

علم و حکمت زاید از نانِ حلال
عشق و رقت آید از نانِ حلال

''علم وحکمت حلال کھانے سے زیادہ ہوتے ہیں اور عشق و رقت بھی حلال کھانے سے پیدا ہوتے ہیں۔''

بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کریں

ایک دفعہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ کہیں کھانا کھا رہے تھے۔ کوئی دوست آ کر پاس بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے دعوت طعام دی تو اس نے عرض کی بس رہنے دیں کھا کر آیا ہوں۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بس رہنے دیں یہ کیا کہہ رہے ہو؟ بھئی جھوٹ اور بھوک کو جمع نہ کرو۔ جب بھوک بھی لگی ہو اور کھانے کی دعوت بھی دی جا رہی ہو تو بہتر یہی ہے کہ کھانا کھا لینا چاہیے اور تکلف چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ کسی معاملے میں تکلف کرتے ہی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔

سبق آگے لینے کا واقعہ

کراچی ہی کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ راقم الحروف سے ایک بڑی غلطی ہوئی۔ جس پر حضرت شیخ دامت برکاتہم نے ڈانٹ پلائی اور ادب سکھایا کیونکہ اس وقت آدابِ شیخ تفصیل سے لکھے ہوئے نہیں تھے۔ واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ دس دن گزارنے کا موقع ملا۔ آخری دن واپس راولپنڈی جانا تھا۔ ایک مفتی صاحب سے مشورہ کیا کہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کو آگے سبق

بڑھانے اور لطائف تازہ کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں، ان مفتی صاحب نے کہا ہاں کہہ سکتے ہیں۔بس راقم الحروف نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً حضرت شیخ دامت برکاتہم سے عرض کر دیا کہ میرا سبق آگے بڑھا دیں۔اس پر خوب ڈانٹ پڑی اور حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ کیا شیخ اندھا ہوتا ہے؟ کیا اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ آگے سبق بڑھانا ہے یا نہیں۔خوب ڈانٹ ڈپٹ ہوئی اور پھر خوب سمجھ آئی کہ تو نے یہ کہہ کر غلطی کی ہے اب اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

ادب سکھانے کا طریقہ

ایک دفعہ شیخوپورہ کے دورے میں حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ تھا۔وہاں فاروق آباد میں حضرت مولانا محمد جعفر صاحب نے مجھے ایک کتاب دی کہ جھنگ میں جا کر حضرت شیخ دامت برکاتہم کو دے دینا۔یہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کی کتاب ہے۔جھنگ پہنچ کر حضرت شیخ دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ ''یہ جعفر نے کتاب دی ہے۔'' حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ادب بھی کوئی چیز ہوتی ہے اس عاجز کو سمجھ آ گئی کہ بے ادبی ہوئی ہے مجھے ''حضرت مولانا جعفر صاحب'' ادب سے نام لینا چاہیے تھا کیونکہ وہ عالم ہیں۔راقم الحروف نے پھر عرض کیا کہ یہ کتاب حضرت مولانا جعفر صاحب نے دی ہے۔اب حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔الحمدللہ ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم کتنے شفیق ہیں کہ سب معاملات میں ادب سکھاتے ہیں۔

علماء کرام کا نام ادب سے لینا چاہیے

ایک دفعہ اسلام آباد کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ ایک

عالم صاحب تشریف لائے گاڑی خراب ہوگئی تو وہ گاڑی ٹھیک کروانے کے لیے چلے گئے۔ جب کافی دیر ہوگئی تو حضرت شیخ دامت برکاتہم نے مجھے فرمایا کہ دیکھیں وہ تشریف لا رہے ہیں یا نہیں؟

راقم الحروف نے جب باہر جا کر دیکھا تو وہ تشریف لا رہے تھے۔ راقم الحروف نے جلدی سے آ کر کہہ دیا کہ وہ آ رہے ہیں حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا آ رہے ہیں یا تشریف لا رہے ہیں۔ فرمایا، علماء کرام کو ادب سے بلانا چاہیے اور ادب سے نام لینا چاہیے کیونکہ ان کے سینے میں قرآن وحدیث کے خزانے ہوتے ہیں۔

صحیح پگڑی باندھنے کا واقعہ

اسلام آباد ائرپورٹ پر ایک مرتبہ ایک غیر ملکی بھائی بھی ساتھ تھے انہوں نے پگڑی بالکل الٹی پلٹی باندھی ہوئی تھی۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کی پگڑی باندھی ہوئی دیکھ کر لوگ پگڑی باندھنے سے تو بالکل ہی توبہ کرلیں گے۔ پھر فرمایا کہ عمامہ اس طرح باندھے کہ مناسب معلوم ہو اور سنت کی کشش دیکھنے والوں کے دلوں کو مائل اور گھائل کرے۔ یہ بھی عمامہ باندھنے کا ادب ہے۔

پروگرام غلط ترتیب دینے کا واقعہ

ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ راولپنڈی میں مری روڈ پر ایک بارانی کالج تھا جو کہ گورنمنٹ نے کسی ہنگامی صورت کے تحت پنڈی شہر سے باہر شفٹ کردیا۔ ہمارے ایک دوست نے کسی کلرک سے کہہ دیا کہ وہاں ہم نے حضرت شیخ دامت برکاتہم کا پروگرام رکھنا ہے۔ اس نے کہا جب چاہیں آپ آ جائیں۔ پروگرام کو صحیح

ترتیب نہ دیا نہ جا کر جگہ دیکھی اور نہ ہی پرنسپل صاحب سے ملے۔ ہم لوگ دو تین گاڑیوں میں وہاں پہنچے۔ پرنسپل صاحب سے جا کر ملے مگر اس نے پروگرام نہ کرنے دیا۔ مجبوراً واپس آنا پڑا۔ ان دنوں حضرت شیخ دامت برکاتہم کا قیام اس عاجز کے گھر میں ہوتا تھا۔ ظہر پڑھنے کے بعد حضرت شیخ دامت برکاتہم نے اس عاجز اور محترم عشرت صاحب کو کمرے میں بلایا اور کہا کنڈی لگا دیں۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے تقریباً آدھا گھنٹہ خوب ڈانٹا کہ پروگرام ترتیب سے اور صحیح پلاننگ کر کے رکھنے چاہیں۔ پوری معلومات اور اجازت لے کر رکھنے چاہیں۔ اس دوران حضرت شیخ دامت برکاتہم میری طرف ہی چہرہ کر کے ڈانٹتے رہے۔

راقم الحروف سوچ رہا تھا کہ قصور تو سراسر دوسرے ساتھی کا ہے اور ڈانٹ مجھے پڑ رہی ہے پھر سوچا اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ واقعی مجھے پروگرام کو چیک کر کے مشورہ دینا چاہیے تھا کہ وہاں پروگرام ممکن بھی ہوگا یا نہیں۔ بہرحال حضرت شیخ دامت برکاتہم نے خوب ڈانٹ پلائی تو سمجھ بھی خوب آئی۔ آخر میں عشرت صاحب کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ بات کریں بیٹی سے اور کان کریں بہو کو۔ اس عاجز کو اس سے بڑی تسلی ہوئی کہ واقعی مشائخ کی ڈانٹ میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ شیخ کی ہر ڈانٹ اور ہر اصلاح میں مرید کی بہتری ہوتی ہے۔ ڈانٹ خوشدلی سے سہنے کے بعد اس کا شعور پختہ ہو جاتا ہے۔ عقل میں تیزی اور جسم میں چستی آ جاتی ہے جس سے بہت سے دینی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ الحمد للہ علی کل حال

سنت لباس کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے سنت لباس کی اہمیت بیان کرتے

ہوئے فرمایا کہ ہم فرانس جا رہے تھے کہ ایک انگریز اور میم بار بار میری طرف دیکھ رہے تھے پگڑی اور چہرے کو دیکھتے تھے۔ فقیر نے پوچھا آپ بار بار مجھے کیوں دیکھ رہے ہیں؟ تو وہ انگریز جس سے نہ جان تھی نہ پہچان تھی ایک عجیب بات کہنے لگا:

We are artificial but you are original

''ہم مصنوعی لگ رہے ہیں لیکن آپ اصلی لگ رہے ہیں۔''

حقیقت تو وہ ہوتی ہے جس کو سوکن بھی مان جائے اور حق تو وہ ہوتا ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے دیں۔ اس سے نہ جان نہ پہچان مگر اس نے حقیقت کو تسلیم کر لیا۔

وقت کی قدر کریں:

ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم راقم الحروف کے گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ صبح صبح اٹھے اور فرمایا کہ آپ لوگ کیسے ہیں؟ وقت کی قدر پیدا کرنے کے لیے سامنے دیوار پر گھڑی نہیں لگا سکتے۔ بار بار سامنے دیوار کو دیکھتا ہوں مگر ٹائم نظر نہیں آتا۔ وقت کی قدر پیدا کرنے کے لیے گھڑی بار بار دیکھنی پڑتی ہے۔ حضرت تھانویؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ وقت کی بہت قدر کرتے تھے حتیٰ کہ اپنی گھڑی کو بار بار دیکھا کرتے تھے بلکہ انہوں نے تو اپنے ایک ایک منٹ سے کام لیا تھا۔

غافل گھڑیال تجھے یہ دیتا ہے منادی
گرڈوں نے تیری گھڑی اک عمر کی اور گھٹا دی

خلیفہء مجاز فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

اچھی صحبت کے لیے خصوصی وصیتیں اور اصلاح و تربیت کرنا

علم، ذکر اور صحبت

ہمارے شیخ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی ارشاد فرماتے ہیں: علم بندے کے اندر روشنی پیدا کرتا ہے اور ذکر بندے میں تواضع پیدا کرتا ہے، جب کہ صحبتِ اہل اللہ بندے میں مقصدِ زندگی کو بیدار کرتی ہے۔ علم، ذکر اور صحبت ِ اہل اللہ اگر ایک وقت میں میسر آ جائے تو انسان میں کاملیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان تینوں کے بغیر انسان کی شخصیت میں کہیں نہ کہیں کمی رہ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان اسلام کی بدنامی کا باعث بنتا ہے۔ لوگ علمائے کرام کو اسلام کا نمائندہ سمجھتے ہیں مگر ان تین باتوں میں سے کسی میں کمی رہ جائے تو کردار میں جھول پیدا ہو جاتا ہے جو کہ خطرناک ہے۔

؎ آپ کہتے ہیں کہ پرائیوں نے کیا ہم کو بدنام
بندہ پرور کہیں یہ اپنوں ہی کا کام نہ ہو

صحبتِ شیخ کی اہمیت

ارشاد فرمایا، بعض نوجوان حضرات بیعت تو ہو جاتے ہیں مگر شیخ کے زیادہ قریب نہیں ہوتے تاکہ کہیں روک ٹوک نہ سننی پڑ جائے۔ اگر روک ٹوک نہیں سنیں گے تو شیخ کو اصلاح کا موقع کیسے ملے گا۔ مشائخ کرام تو محض اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ جس کی روحانی بیماریاں جتنی زیادہ ہوتی ہیں اتنا ہی زیادہ اسے علاج کی بھی ضرورت

ہوتی ہے۔ جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ روحانی علاج بھی ضروری ہے۔ علمائے کرام کے لیے خاص طور پر یہ بہت ضروری ہے کہ وہ صحبت میں رہنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع ڈھونڈیں۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ چند گھڑیاں جو مشائخ کی صحبت میں گزر جائیں وہی حقیقی زندگی ہیں:

؎ مری زیست کا حال کیا پوچھتے ہو
بڑھاپا نہ بچپن نہ میری جوانی
جو چند ساعتیں صحبت ''مرشد'' میں گزریں
وہی ساعتیں ہیں میری زندگانی

مشائخ کی بے ادبی

ارشاد فرمایا، نسبت شریفہ کی ذرا سی بے ادبی بھی اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں ہے۔ جس طرح زہر آخر زہر ہوتا ہے ذرا سا بھی اثر کر جاتا ہے اسی طرح بے ادبی چاہے ذرا سی بھی ہو بے ادبی ہی ہوتی ہے کیفیات کو خراب کر دیتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حدیث قدسی بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی میرا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔'' یہ بات مختلف مواقع پر تجربہ میں آئی ہے کہ اگر مشائخ کے متعلق ذرا سی بدگمانی بھی دل و دماغ میں آ جائے تو فیض کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ بے ادبی تو آخر بہت بڑی چیز ہے۔ مشائخ کی صحبت سے محرومی کی بڑی وجہ اکثر و بیشتر بدگمانی ہی ہوتی ہے۔ سالک کی اپنی عقل بیمار اور ناقص ہوتی ہے اور نقص پیر میں نظر آنے لگتے ہیں۔

اخلاص اور محبت کی برکات

ارشاد فرمایا، ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر بالفرض پیر کامل نہ ہو تو مرید کے اخلاص کے صدقے اللہ تعالیٰ اسے فائدہ پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً بطخ کا انڈہ اگر مرغی کے نیچے رکھ دیں تو مرغی کی گرمی سے بھی بچہ نکل آئے گا۔ مشائخ چونکہ مخلص ہوتے ہیں اس لیے ان کے اخلاص کا اثر مریدوں پر بھی پڑتا ہے اسی طرح مریدوں کے اخلاص سے پیر متاثر ہوتے ہیں۔ اگر اخلاص اور محبت کے ساتھ مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو فیض سے جھولیاں بھر بھر کر لے جائیں گے۔

استعداد کی علامت

ارشاد فرمایا، انسان تو مہد سے لے کر لحد تک طالبعلم رہتا ہے مگر شیطان دل میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ آپ نے عالم کی ڈگری لے لی ہے اب آپ فارغ التحصیل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ وہ ڈگری تو استعداد کی علامت ہے۔ ایک دفعہ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے دورۂ حدیث مکمل کرنے والے طلبا سے فرمایا کہ اب آپ صحیح معنوں میں طالبعلم بنے ہیں۔ اگر محنت کریں گے درس و تدریس کریں گے، دین کی خدمت کا کام کریں گے تو اس کا مطلب ہے کہ اتنی استعداد پیدا ہو چکی ہے کہ اس علم سے کام چلایا جا سکتا ہے۔ لیکن ابھی کامل انسان بننا باقی ہے۔ انسان عالم بن کر بھی کامل نہیں بن سکتا جب تک وہ کامل شیخ کی صحبت میں رہ کر اپنی تربیت نہ کروا لے۔ اخلاقِ رذیلہ بغض، حسد، عجب، بدگمانی، محبتِ دنیا، حبِ جاہ اور حبِ باہ جیسی مہلک بیماریوں سے جان چھڑانے کے لیے اور ان بیماریوں کے خطرناک اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے

مشائخ کی صحبت اختیار کرنا بہت ضروری ہے۔

جب تک نفس کا اژدھا زندہ ہے اس وقت تک کسی کی صحبت میں جانے اور سیکھنے سکھانے سے دل کو ہچکچاہٹ محسوس ہوتی رہتی ہے۔ اگر انسان کسی شیخ کامل کی نگاہ میں آجائے تو زندگی میں اخلاص آنا شروع ہوجاتا ہے اور رضائے الٰہی ہر وقت پیشِ نظر رہنا شروع ہوجاتی ہے، پھر دین کے لیے اپنا تن من دھن قربان کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

آنکھوں میں بھر گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

صحبتِ اہل اللہ

ارشاد فرمایا دنیاوی پریشانیوں میں اور دینی پریشانیوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے غم ہو تو اس سے پریشانی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کا تعلق ہوگا اس کا پھر پریشانی سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ امن وسکون کوئی بازار سے ملنے والی چیز نہیں ہے۔ سکون تو سکون والوں کی صحبت سے ہی مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں بڑا سکون ہوتا ہے۔ اس لیے ان کے پاس بیٹھنے سے بھی سکون مل جاتا ہے اور ان کی مستقل صحبت اختیار کرنے سے زندگی بڑی پرسکون ہوجاتی ہے بلکہ صحبت کے حصول کی تڑپ رکھنے سے بھی زندگی میں سکون آجاتا ہے۔
حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے: ''متبع قرآن وسنت بزرگوں کی جوتیوں میں سکون کے خزانے چھپے ہوتے ہیں۔''

ے تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

صحبت مؤثر ہوتی ہے

ارشادفرمایا: اَلصُّحْبَةُ مُؤَثِّرَةٌ ''صحبت اثر کرتی ہے۔''

یہ ایسی حقیقت ہے کہ جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ جب انسان کسی سے ملتا ہے تو اس سے متاثر ہوتا ہے یا پھر اسے متاثر کرتا ہے۔ اثر کم یا زیادہ ہوسکتا ہے مگر اثر ہوتا ضرور ہے۔ اس لیے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں فضول مجالس میں بیٹھتا ہوں مگر مجھ پر اثر نہیں ہوتا۔ اثر تو ضرور ہوتا ہے مگر آپ اس کو محسوس نہیں کرتے۔ یہ برا اثر بڑھتا رہتا ہے پھر ایک نہ ایک دن ضرور محسوس ہونے لگ جاتا ہے۔ یہ حقائق ہیں انہیں کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

بکریاں پالنے والوں میں عاجزی ہوتی ہے، اونٹ پالنے والوں میں ہٹ دھرمی ہوتی ہے، گھوڑے پالنے والوں میں شجاعت ہوتی ہے۔ اگر جانوروں کا اثر انسانوں پر پڑسکتا ہے تو پھر برے اور نیک انسانوں کا اثر دوسروں پر کیوں نہیں پڑے گا۔ اثرات تو ضرور پڑتے ہیں مگر اثر محسوس ہونے میں بعض اوقات دیر لگ جاتی ہے۔

صحبت کے اثرات

ارشادفرمایا صحبت کے اثرات کا ثبوت احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے:

هُمْ رِجَالُ اللّٰهِ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

''وہ ایسے اللہ کے بندے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں ہوتا۔''

صحبت کے کمالات تو اتنے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والے

صحابہ بن گئے جو تمام امت کے افراد سے افضل ہیں، صحابہؓ کی صحبت میں بیٹھنے والے تابعی بن گئے اور تابعین کی صحبت میں بیٹھنے والے تبع تابعین بن گئے۔ اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے والے اللہ والے بن جاتے ہیں۔

؎ صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

''نیک کی صحبت تمہیں نیک بنا دے گی اور برے کی صحبت تمہیں بڑی جلدی برا بنا دے گی۔''

صحبت کی برکات

ارشاد فرمایا، جو اللہ والوں کے ساتھ ہوتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کو بھی پیار آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلقات اللہ والوں کی صحبت سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ صحبت کی ایسی زبردست برکات ہیں کہ انسانوں کی صحبت سے درندوں کی بھی تربیت ہو جاتی ہے۔ انسانوں نے درندوں کی ایسی تربیت کی ہے کہ وہ انسانوں کے آگے ناچتے پھرتے ہیں۔ پھر سوچیں کہ اگر انسانوں کی صحیح تربیت ہو جائے تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کی محبت تک کیوں نہیں پہنچیں گے۔

؎ تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے
سب مل گیا اسے جسے اللہ مل گیا

مشائخ کی صحبت

ارشاد فرمایا، آج ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے زمانے کے بزرگوں کی صحبت سے فائدہ اٹھالیں۔ بزرگوں کی وفات کے بعد تو اکثر لوگ ان کی

بزرگی کو مان ہی جاتے ہیں، مزہ تو تب ہے کہ زندگی میں ان کی قدر کی جائے اور ان سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ بزرگوں کی محنت اور قربانی کی وجہ سے تاریخ بن رہی ہوتی ہے۔ جو ان بزرگوں کے ساتھ جڑ جاتا ہے وہ تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے۔ جب نیک لوگ اس دنیا میں نیکی پھیلا رہے ہوتے ہیں اس وقت دنیا والے ان کو لعنت ملامت کرتے ہیں کیونکہ دنیا داروں نے تو نبیوں کو نہیں چھوڑا اور ان پر طنز اور تنقید کرتے رہے ہیں۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ''بندوں کے اوپر افسوس ہے۔''

بعض لوگ مشائخ کی صحبت اختیار کرتے ہوئے کتراتے ہیں، ان پر تنقید کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن جب یہ بزرگ ہستیاں اس دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں تو پھر ان کے گن گائے جاتے ہیں، ان کی یادگاریں تعمیر کی جاتی ہیں جو کہ بے فائدہ ہیں۔ اگر ان کی زندگی میں ہی سوچ سمجھ لیتے اور ان سے فائدہ اٹھا لیتے تو کس قدر اچھی بات ہوتی۔ حضرت مولانا عبدالواحدؒ خود اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں حضرت مرشدِ عالم خواجہ غلام حبیبؒ کے مدرسے میں مسلم شریف پڑھایا کرتا تھا اور روز یہی سوچتا کہ حضرتؒ سے کل بیعت ہو جاؤں گا۔ ایک وقت آیا کہ حضرت مرشدِ عالمؒ داغِ مفارقت دے گئے۔ اب اگر میں دیکھتا ہوں تو مجھے ان جیسی شخصیت نظر نہیں آتی۔

جو کوئی بھی بزرگوں کی خدمت کرنے والا ہوتا ہے اس کا نام بھی بزرگوں کے حالات کے ضمن میں آ جاتا ہے اور اس کو بھی قبولیت نصیب ہو جاتی ہے۔ آج اگر غور و فکر سے کام نہ لیا اور اپنا قیمتی وقت گنوا دیا تو یہ وقت کل آپ کو بھی گنوا دے گا۔ (مجالسِ فقیر)

؎ یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل، عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

وعظ ونصیحت کے ذریعے اصلاح وتربیت کرنا

حضرت شیخ دامت برکاتہم نے وعظ ونصیحت کے لیے دور دراز ملکوں کے سفر کیے حتیٰ کہ بعض اوقات اتنی مصروفیت میں وقت گزارا کہ صبح ایک ملک میں بیان تھا تو شام کو کسی اور ملک میں بیان تھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ان بیانات کو قبول فرمایا جن سے لاکھوں لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان بیانات کی اتنی قبولیت ہوئی کہ یہ کتابی شکل میں تقریباً تیس جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان بیانات سے نمونہ ازخروارے کے طور پر چند انتہائی مؤثر وعظ ونصیحت کی باتیں لکھی جاتی ہیں تاکہ تھوڑا وقت رکھنے والے لوگ بھی فیض یاب ہوسکیں اور ان سنہری باتوں کے ذریعے ہماری اصلاح وتربیت بھی ہوسکے۔

عظمتِ الٰہی پیدا کریں

فرمایا یاد رکھنا! آج کے اس ماحول میں دلوں میں عظمتِ الٰہی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اکثر وبیشتر گناہوں کی وجہ یہ ہے کہ دل میں اللہ رب العزت کی اور اس کے حکموں کی وہ عظمت نہیں ہوتی جو ہونی چاہیے تھی۔ اس وجہ سے انسان غفلت کی زندگی گزارتا ہے۔ اگر پتہ چل جائے کہ پروردگارِ عالم کتنے بڑے ہیں تو اس کی ہیبت دلوں میں بیٹھ جائے۔ اگر اس کی شان ذہن کے اندر جم جائے تو پھر انسان اس کی معصیت کے تصور سے بھی گھبراتا ہے۔ یہ سوچتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ میں اللہ رب العزت کا حکم توڑ رہا ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْد

''اے انسانو! تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ رب العزت غنی اور بذات خود تعریفوں والا ہے۔''

مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ

فرمایا آج تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو وہ کریں گے جو ہماری مرضی ہوگی۔ بھئی! جب کلمہ پڑھ لیا تو ہماری مرضی تو گئی۔ کلمہ پڑھنے سے پہلے اپنی مرضی تھی اور جب کلمہ پڑھ لیا تو اپنی مرضی کی بجائے مولا کی مرضی آ گئی۔

''مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ''

اب اللہ کی مرضی ہر چیز سے زیادہ بلند ہوگئی۔ اب ہمیں اس چیز کو دیکھنا ہے کہ ہم اللہ رب العزت کو کیسے راضی کر سکتے ہیں؟

عاجزی سے استعداد پیدا ہوتی ہے

فرمایا یاد رکھیں! جب عاجزی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ استعداد بھی دے دیتے ہیں۔ اس نکتے پر غور کرنا، سیدنا صدیق اکبرؓ میں عاجزی تھی، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو استعداد اتنی دے دی کہ کافروں کے سردار ابوجہل نے معراج کا واقعہ سنایا اور وہ اس پر ایمان لے آئے۔ اس کے برعکس ابوجہل میں تکبر تھا اس نے معراج کا واقعہ نبی علیہ السلام کی مبارک زبان سے سنا، استعداد نہیں تھی، لہذا ایمان لانے کی توفیق ہی نہ ملی۔ صدیقِ اکبرؓ جاہلوں کے سردار سے سن کر بھی مان جاتے ہیں اور وہ

نبیوں کے سردار کی زبان سے سن کر بھی قبول نہیں کر پاتا۔ اس لیے کہ جس انسان کے اندر تکبر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی استعداد کو ختم کر دیتے ہیں۔

عاجزی کے ساتھ دامن پھیلا دیں

فرمایا یاد رکھنا! دنیا میں جس کے پاس مال ہوتا ہے وہ کسی سے یہ بات سننا پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کے سامنے کھڑا ہو کر یہ کہہ دے کہ میں اس کے دروازے پر بھیک مانگنے گیا تھا اور اس کے دروازے سے مجھے بھیک نہیں ملی تھی۔ ارے! دنیا میں جس کے پاس مال پیسہ ہو، وہ بھی فقیر کی زبان سے یہ سننا پسند نہیں کرتا کہ میں نے اس کے در پر صدا لگائی تھی، مجھے دینے والا کوئی نہیں تھا، وہ بھی کہتا ہے کہ جو مانگتے ہو لے جاؤ۔ اگر دنیا کا امیر بات سننا پسند نہیں کرتا تو پروردگارِ عالم بھی قیامت کے دن کسی بندے سے یہ سننا پسند نہیں کریں گے کہ اے اللہ! میں دنیا میں تیرے در پر سوال کرتا رہا مگر تو نے میری دعا قبول نہیں کی۔ اس لیے اللہ رب العزت بندے کی ہر دعا کو قبول کرتے ہیں۔

...... یا تو اس دنیا میں پوری کر دیتے ہیں۔

...... یا اس کے بدلے کوئی مصیبت ہٹا دیتے ہیں۔

...... یا پھر اس کے بدلے قیامت کے دن اجر عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھی یہ بات سننا پسند نہیں فرمائیں گے کہ اللہ! تیرے در پر سوال کیا تھا اور میرا دامن خالی رہا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اتنا اجر عطا فرمائیں گے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ بندہ جب اس اجر و ثواب کو دیکھے گا تو تمنا کرے گا: اے اللہ! کاش دنیا میں میری کوئی دعا بھی قبول نہ ہوتی اور سب دعائیں ذخیرہ بن

جاتیں اور آج قیامت کے دن مجھے اتنا زیادہ اجر اور بدلہ مل جاتا۔

میں کس کا حکم توڑ رہا ہوں؟

فرمایا محترم جماعت! اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو توڑنے لگے تو ستر دفعہ یہ سوچے کہ میں کس کا حکم توڑ رہا ہوں۔ اس لیے کہ جب بندہ اللہ رب العزت کے حکم کو اور اس کی حدود کو توڑتا ہے تو پروردگار کو اس پر اس طرح جلال آتا ہے جیسے شیر کو اپنا شکار دیکھ کر جلال آتا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کو جلال میں دیکھیں گے تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا

''یہ اللہ کی بنائی ہوئی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔''

لہٰذا سالکین کو چاہیے کہ وہ اللہ رب العزت کے حکم کی عظمت کو اپنے دل میں پیدا کریں اور ان کو یہ احساس رہے کہ جو کچھ بھی ہو ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں توڑنا۔ یہ تصوف کا پہلا قدم ہے۔

معافی مانگنے میں عظمت ہے

فرمایا میرے دوستو! ایک جملہ بہت خوبصورت اور پیارا ہے۔ کون سا جملہ ہے؟ وہ جملہ یہ ہے کہ...... ''غلطی ہوگئی معاف کر دیں۔'' ......اگر ہم یہ کہنا سیکھ لیں تو ہمارے کئی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں ۔ اگر کسی موقع پر خاوند اپنی بیوی سے ناراض ہو جائے اور بیوی یہ کہہ دے کہ غلطی ہوگئی ہے معاف کر دیجیئے تو خاوند معاف کر دے گا۔ اگر بیٹے سے باپ ناراض ہو جائے اور بیٹا آگے سے کہہ دے کہ ابو! غلطی ہوگئی

ہے معاف کر دیجیئے تو باپ ناراض ہونے کی بجائے خوش ہو جائے گا۔ دوست دوست کے درمیان جھگڑا ہو گیا، اگر ان میں سے ایک کہتا ہے کہ بھئی! غلطی ہو گئی ہے، معاف کر دیجیئے تو بڑے بڑے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ مگر ہمیں یہ الفاظ آج تک کسی نے سکھائے ہی نہیں، یہ پیرومرشد کا کام ہوتا ہے۔ یاد رکھیں کہ آج غلطیوں کی معافی ایک دوسرے سے مانگ لینا بہت آسان ہے لیکن قیامت کے دن ان فیصلوں کو نمٹانا بہت مشکل ہوگا۔ قیامت کے دن جس کو کھڑا کیا گیا کہ تم ذرا بتاؤ کہ تم نے فلاں کو کمینہ کیوں کہا تھا؟ فلاں کو ذلیل کیوں کہا تھا؟ فلاں کو بے ایمان کیوں کہا تھا؟ اگر وہاں ثابت نہ کر سکے تو پھر ہماری کیا درگت بنے گی؟ اس لیے آج ایک دوسرے سے معافی مانگنے کی عادت ڈال لیں۔ یہ بہت اچھی عادت ہے۔

محنت کی چکی

فرمایا یاد رکھیں! عبادات کے شوق میں مجاہدے سے نہیں گھبرانا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ یہ جسم دنیا کے لیے تو ہزاروں مرتبہ تھکا، شکر ہے کہ یہ آج اللہ رب العزت کے لیے بھی تھکا ہے۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا:

خدا طلبی بلا طلبی ؟

یعنی اللہ کو طلب کرنا اور پھر دل میں سچی طلب بھی نہ ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ ''خدا طلبی بَلا طلبی'' ہے۔

یعنی اللہ کو طلب کرنا بلاؤں کو دعوت دینا ہے۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ دل کی بات کہوں کہ اس دنیا میں انسان کو چکی پیسنی پڑتی ہے یا تو وہ دین

کے لیے پیس لے یا پھر اللہ دنیا کے لیے پسوائیں گے چکی پیسے بغیر گزارا نہیں ہوگا۔
پروردگارِ عالم نے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

''بے شک ہم نے انسان کو چکی پیسنے (محنت مجاہدہ) کے لیے پیدا کیا ہے۔''

یہ چکی انبیاء کرام نے بھی پیسی پھر صحابہ کرامؓ نے پیسی اور پھر اولیائے امت کو بھی یہ چکی پیسنی پڑی۔ یاد رکھنا! اگر کوئی دین سے ہٹے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دفتر میں لگا دیں گے اور وہاں وہ گدھے کی طرح کام کر رہا ہوگا۔ دفتر والے بھی ماشاء اللہ اُوَور ٹائم میں کام کروا رہے ہوں گے اور پھر بھی خوش نہیں ہوں گے۔ سولی پر جان لٹکی ہوئی ہوگی کہ آج تو باس ناراض ہے۔ جی ہاں، جسے خدا کو راضی کرنے کی فکر نہیں ہوتی اسے اللہ تعالیٰ باس کو راضی کرنے کی فکر میں ڈال دیتے ہیں۔ جب چکی ہر ایک کو پیسنی ہے تو بہتر ہے کہ دین کی چکی پیسی جائے تاکہ صحیح معنوں میں انسانیت کی معراج نصیب ہو سکے۔

؎ فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

حیران کر دینے والا نامۂ اعمال

فرمایا ایک روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ پیش کیا جائے گا۔ اس کے نامۂ اعمال میں حج کا، عمرے کا اور نہ معلوم کتنی شب بیداریوں کا ثواب لکھا ہوگا۔ وہ بڑا حیران ہوگا کہ رب کریم! میں نے حج کیا ہی نہیں، عمرہ بھی نہیں کیا، یا اتنے نہیں کیے جتنے لکھے ہوئے ہیں، یا میری عمر تو کم تھی اور حجوں کی تعداد اس سے بھی

زیادہ ہے۔ اس کے جواب میں اس کو کہا جائے گا کہ تم نے تو عمل تھوڑا ہی کیا تھا لیکن تمہارے دل کے اندر ہر سال اللہ کے در پر حاضری دینے کی نیت ہوتی تھی، ہر رات میں تہجد پڑھنے کی نیت ہوتی تھی۔ وہ جو تم کہتے تھے:

......اے کاش!

......اگر میرے بس میں ہوتا

......اگر وسائل ہوتے

......اگر حالات میرے موافق ہوتے تو میں حج اور عمرے کرتا۔

وہ جو تمہارے دل سے ایک آرزو اور تمنا اٹھتی تھی اس تمنا کے اخلاص کو دیکھتے ہوئے ہم اس عمل کا ثواب تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ دیا کرتے تھے۔

تین چیزیں اللہ کے لیے خاص ہیں

پہلی چیز، رجوع الی اللہ: کوشش کی جائے کہ رجوع ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے۔ اس کو کہتے ہیں انابت الی اللہ، رجوع الی اللہ، مُنِیبِیْنَ اِلَیَّ ، ثُمَّ اَنَاب

دوسری چیز، احتیاج: ضرورت کے وقت انسان ہمیشہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو، خواہ کوئی بھی ضرورت ہو۔ حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اپنے پروردگار سے مانگے۔

تیسری چیز، اعتماد: بھروسہ ہمیشہ اللہ رب العزت کی ذات پر رکھے۔ کوئی بھی کام کیا جائے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھا جائے۔

جس بندے کے یہ تین عمل ٹھیک ہو گئے اس کی زندگی شریعت و سنت کے مطابق بن

جاتی ہے۔

لمحۂ فکریہ

فرمایا آج حال یہ ہے کہ اگر گھر میں شیشے کا ''دو روپے'' کا گلاس ٹوٹ جائے تو ماں اپنے بچے کو تھپڑ لگا دیتی ہے اور اگر وہی بچہ نبی علیہ السلام کی کسی سنت کو ذبح کر دیتا ہے تو ماں ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ گویا اس ماں نے محبوب ﷺ کی سنت کی قدر دو روپے کے برابر بھی نہ جانی۔

شادی کے موقع پر کہتے ہیں کہ جی سب کو منا لو۔ بھائی بہن کو منا لیتے ہیں، کزن کو منا لیتے ہیں، پڑوسی کو منا لیتے ہیں، اور تو اور اگر کوئی کام کرنے والی بھی روٹھ کے چلی جائے تو اس نوکرانی کو بھی بندہ بھیج کر منا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی شادی کا موقع ہے کوئی بات نہیں منا لو۔ ارے! جہاں گھر کے خادموں اور نوکرانیوں کو بھی منا لیا جائے اس شادی کے موقع پر ہم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ اس شادی کے موقع پر اللہ کو بھی منا پائیں گے یا ناراض کر دیں گے؟ حیرانی ہے یہ بھی نہیں سوچتے کہ اللہ کے محبوب ﷺ ہمارے اس کام سے راضی ہوں گے یا ناراض ہوں گے؟ آج کل ہمارے گھر، گلی کوچے اور بازار نبی علیہ السلام کی سنتوں کی مذبح گاہیں بن چکی ہیں۔ ہمارے گھر میں کتنی سنتیں ذبح ہوتی ہیں، کوئی آنکھ ہے آنسو بہانے والی؟ کوئی ہے رات کو کڑھنے والا اور رونے والا؟

بس بچہ کما رہا ہے باپ اس سے راضی ہے۔ چاہے حلال لا رہا ہے یا حرام لا رہا ہے۔ ایک صاحب اپنے بیٹے کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے کہ جی میرا بیٹا بڑا اچھا

اور بڑا نیک ہے۔ وہ اتنا قابل ہے کہ پچاس ہزار روپے ماہانہ کماتا ہے۔ اتنی بات کرنے کے بعد پھر کہنے لگے "بس وہ تعلیم زیادہ حاصل کر گیا ہے، ویسے تھوڑا سا بے ایمان ہو گیا ہے۔" ہم نے پوچھا کہ آپ کی بات کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہنے لگے

"وہ کہتا ہے میں رب کو بالکل نہیں مانتا۔"

اندازہ کریں کہ وہ پچاس ہزار کمانے پر اس کی تعریفیں کر رہا ہے اور اس کے دہریہ بننے پر اسے احساس ہی نہیں اور کہتا ہے کہ ایسے ہی تھوڑا سا بے ایمان ہو گیا ہے۔ استغفر اللہ

اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام

فرمایا آج وہ وقت آ گیا ہے کہ اگر کسی کو بتا دو کہ میں عربی مدرسے میں پڑھتا ہوں تو دنیادار حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ کیا کر رہے ہیں؟

......آج سبزی بیچنے والے کی قدر ہے۔

......تانگہ چلانے والے کی قدر ہے۔

......دفتر کے چپڑاسی کی قدر ہے۔

......کمیٹی کے خاکروب کی قدر ہے۔

لیکن جب پتہ چل جائے کہ یہ بندہ عربی مدرسہ میں پڑھتا ہے تو لوگ اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہی نہیں، گویا بے قدروں میں گھر گئے ہیں!!!

یاد رکھیں! اس دور میں دین کے اوپر جم جانا اللہ رب العزت کا خصوصی انعام ہے۔

تین سچی باتیں

فرمایا تین باتیں لوہے پر لکیر کی مانند ہیں۔ ان کو اپنے سینوں پر لکھ لیجیے۔

آپ ان کو ہمیشہ سچا پائیں گے۔

1) جو بندہ اپنے باطن کو درست کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو سنوار دیا کرتے ہیں۔ آج لوگ یہی تو کہتے ہیں کہ جی میری یہ بھی رکاوٹ ہے اور یہ بھی رکاوٹ ہے۔ یہ رکاوٹیں اس لیے ہوتی ہیں کہ من میں خرابی ہوتی ہے۔ جو بندہ اپنے من کو صاف کر لے گا، ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ سب رکاوٹوں کو دور کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ناموافق حالات کو بھی موافق بنا دیں گے۔

2) جو بندہ اپنی آخرت کو سنوار لیتا ہے اللہ رب العزت اس کی دنیا کو بھی سنوار دیتے ہیں۔

3) جو بندہ اپنا معاملہ اپنے پروردگار سے درست کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا معاملہ مخلوق کے ساتھ بھی درست فرما دیتا ہے۔ آج نوجوان سوچتے ہیں، او جی! میں کیا کروں؟ چہرے پر سنت سجاؤں گا تو امی ناراض ہو جائے گی، ابو ناراض ہو جائیں گے۔ فلاں ناراض ہو جائے گا۔ نہیں شریعت کے معاملے میں اللہ رب العزت کی رضا کو سب سے پہلے ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

محبتِ دنیا کی سزا کی علامتیں

فرمایا محبتِ دنیا کی سزا بہت ہی سخت ہوتی ہے، اس کی تین علامتیں ہیں:

<u>پہلی علامت</u>: اللہ رب العزت محبتِ دنیا کی وجہ سے بندے کو ایسا غم دے دیتے ہیں، جس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا، اسی لیے ڈپریشن کا شکار رہتے ہیں۔ ایک پریشانی ختم نہیں ہوتی اور دوسری اوپر سے آ جاتی ہے، وہ ختم نہیں ہوتی اور تیسری اوپر سے

آ جاتی ہے۔ یہ پہلی سزا ہے۔

دوسری علامت: ایسی الجھن جو ختم ہی نہیں ہوتی۔ بندہ الجھنوں کا شکار رہتا ہے۔ روز کششتیاں کرتے ہیں اپنی پریشانیوں سے لیکن پریشانیاں دور نہیں ہوتیں۔ لوگ آ کر کہتے ہیں: حضرت میں بڑی کوشش کر رہا ہوں کہ میری پریشانیاں دور ہوں لیکن وہ ختم ہی نہیں ہوتیں۔ حضرت آپ دعا کریں۔ بھئی وہ تو دعا کر رہے ہیں ہم بھی تو اپنے من کو صاف کریں نا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم جیسے ہیں ہمیں نہ بدلنا پڑے، اللہ تعالیٰ ہمارے حالات کو بدل دیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

تیسری علامت: ایسا فقر جو کبھی دور نہیں ہوتا۔ دیکھنے میں انسان لاکھوں پتی ہو گا مگر اس کے قرضے بھی لاکھوں میں ہوں گے۔ یہ بڑے بڑے بزنس مین اور کارخانہ دار بنک کے کتنے مقروض ہوتے ہیں؟ یہ ان سے ہی پوچھیں۔

تعجب خیز باتیں

جو انسان دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرے گا، رب کریم اس کی دنیا کے حالات کو بھی سنوار دیں گے۔ سنوارنے سے کیا مراد؟ یہ نہیں کہ اسے بادشاہ بنا دیں گے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے حالات کو دین کے موافق بنا دیں گے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ مالدار آدمی اس دنیا میں اپنے گھر میں ہر سہولت مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کیا اسے آخرت کے گھر کے لیے سہولیات کی ضرورت نہیں ہے؟ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے:

"مجھے تعجب ہے اس مالدار شخص پر جو دنیا کی سہولتوں کے لیے تو سب کچھ
خرچ کر دیتا ہے لیکن آخرت کی سہولت کے لیے مال خرچ نہیں کرتا۔"

وہ یہ بھی فرماتے تھے:

''مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو بستر لگا کر آرام کی نیند تو سوتا ہے مگر آخری پہر میں اللہ کے سامنے اٹھ کر فریاد نہیں کرتا۔''

اور فرماتے تھے:

''مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو مانتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے حضور میری پیشی ہوگی اور پھر بھی ارادے کے ساتھ گناہ کر بیٹھتا ہے۔''

خلیفہ مجاز فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعے اصلاح وتربیت کرنا

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

بیعت کا مقصد اصلاح وتربیت ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْااللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ

''اے ایمان والواللہ سے ڈرواور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ صیغہ امر''کونوا'' کے ساتھ لوگوں سے مخاطب ہیں اور حکم دے رہے ہیں کہ سچوں کی معیت میں رہیں۔ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں انسان بننا اور بنانا بڑا مشکل ہے جو بنتا ہے یا بناتا ہے وہی پتا پاتا ہے۔

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں سب سے مشکل کام اپنی اصلاح ہے اور سب سے آسان کام دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔ اصلاح کرنا اور کروانا کس قدر مشکل ہے اس کا احساس تو اس وقت ہی ہوتا ہے جب انسان اس فیلڈ میں قدم رکھتا ہے۔ الحمد للہ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم نے شروع ہی سے یہ بات واضح کردی تھی کہ بیعت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، نبی اکرم ﷺ کی سنت کی اتباع اور اپنی اصلاح کرنا ہے اور اس میں رکاوٹ بندے کے گناہ بنتے ہیں۔ اس گناہوں بھری زندگی کو کس طرح

سچی اور سچی زندگی میں ڈھالا جاسکتا ہے کہ انسان سے کبھی بھی کسی دوسرے انسان کو تکلیف نہ پہنچے۔ بلکہ تمام مخلوقات کو انسان سے فائدہ ہی فائدہ پہنچے۔ یہ چیز حاصل کرنے کے لیے بہت سا عرصہ مشائخ کی صحبت میں گزارنا پڑتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

''اچھے کی صحبت تجھے اچھا بنادے گی اور برے کی صحبت تجھے برا بنادے گی۔''

الحمدللہ اسی اصلاح وتربیت کے جذبے کے تحت یہ عاجز اپنے شیخ کی صحبت میں بیس سال رہا ہے، جونہی کچھ فرصت ملی فوراً حضرت کی صحبت میں پہنچا حتیٰ کہ بعض عیدیں بھی اپنے شیخ کی صحبت میں گزارنے کی توفیق ملی۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت عید کب ہوگی؟ فرمایا جب دید ہوگی تب عید ہوگی۔ واقعی عید تو تبھی عید بنتی ہے جب اپنے محبوب و مرشد کی زیارت و معیت نصیب ہوتی ہے۔

حضرت جی دامت برکاتہم کی ان طویل صحبتوں میں بہت سے مواقع ایسے آئے کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے ڈانٹ ڈپٹ سے اصلاح فرمائی۔ کبھی نرمی اور کبھی گرمی کے ساتھ سمجھایا تاکہ بہترین طریقے سے اصلاح ہوسکے۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے ہیں کہ ڈانٹ ڈپٹ کا اپنا ہی فیض ہوتا ہے اور ڈانٹ ڈپٹ سے بندے کی بڑی زبردست اصلاح ہوتی ہے اس سلسلے میں حضرت جی دامت برکاتہم نے عشرت صاحب کو اور اس عاجز کو ایک خط لکھا جو دیکھنے کے قابل ہے۔

باسمہ تعالیٰ

اللہ اللہ اللہ

من فقیر

عزیز القام جناب عشرت علی صاحب زید مجدہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا دیرینہ خط نظر سے گذرا اور آدھی ملاقات کا سبب بنا۔ عزیزم! فقیر کے حالیہ دورے میں آپ نے اور عزیزم پروفیسر محمد اسلم صاحب نے جس محبت، محنت اور لگن سے کام کیا فقیر کو ازحد خوشی ہوئی۔ فقیر آپ دونوں کی ترقی درجات کے لیے دعا گو ہے۔ دوران قیام فقیر نے بعض غلطیوں کی نشاندہی بھی کی۔ بعض مواقع پر سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ تاہم وہ وقتی معاملہ تھا۔ دل میں ہرگز کوئی بات نہیں۔ کسی کو ڈانٹنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب دل میں میل آ گئی ہے یا مستقل ناراضگی ہوگئی ہے۔ فقیر راولپنڈی کے دورے سے انتہائی خوش واپس آیا ہے۔ امید ہے کہ آپ حضرات مقامی کام کو سنبھال کر آئندہ کے لیے زمین ہموار کریں گے۔ بشرطِ زندگی فقیر نے اسلام آباد ایک ماہ گزارنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ الحمدللہ کہ فیصل آباد کے پروگرام بہت کامیاب ہوئے۔ گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں بھی بیان کا موقع ملا۔ علماء وقراء حضرات کی مستقل ایک جماعت سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئی۔ عجیب بات ہے کہ فقیر جہاں بھی جاتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو خوب متوجہ فرماتا ہے۔

و ، وکانی ہاں تیڈے نام پچھوں
نئی تے کون کمینی نوں جاندا ہائی

میڈے گل پٹہ تیڈے نام والا
تیڈے نام کوں جگ سنجاندا ہائی

جماعت کے احباب کو نام بنام سلام

والسلام مع الاکرام
فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

سچے مرید کو شیخ کی محبت وشفقت سے بھی فائدہ ہوتا ہے اور ڈانٹ ڈپٹ سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ اس وقت شروع ہوتی ہے کہ جب انسان تھوڑا سا شیخ سے مانوس ہو جاتا ہے اور شیخ کے قریب ہو جاتا ہے۔ جتنی ڈانٹ ڈپٹ ہوتی جائے گی اتنا ہی شیخ کے قریب ہوتا جائے گا۔ ڈانٹ ڈپٹ کی کیوں ضرورت ہوتی ہے حضرت جی دامت برکاتہم خود تصوف وسلوک میں آداب شیخ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ڈانٹ ڈپٹ کی کیوں ضرورت ہے؟

شیخ کی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ سے دل تنگ نہ ہو اور بدگمانی کو راہ میں نہ آنے دیں کیونکہ شیخ کی سختی طالب کے لیے صیقل کا کام کرتی ہے۔

فائدہ:۔ جس طرح ایک مالی کسی پودے کے فاضل حصوں کو کاٹتا ہے تو پودے کی نشوونما اچھی ہوتی ہے اور وہ دیکھنے میں بھی دیدہ زیب نظر آتا ہے یا جس طرح سے ایک طبیب کسی مریض کے زخم پر نشتر چلاتا ہے، کبھی اس میں سے گندہ مواد نکلتا ہے کبھی مرہم لگاتا ہے، اسی طرح مرشدِ کامل مرید کی تربیت کے لیے کبھی شفقت ومحبت سے پیش آتا ہے اور کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے تاکہ مرید میں اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں۔

مرشد کی ڈانٹ ڈپٹ مرید کی باطنی بیماریوں کے لیے تریاق کا کام کرتی ہے۔ مرشد چونکہ اخلاص کے ساتھ تربیت کی خاطر روک ٹوک کرتے ہیں لہٰذا مریدین اس زجر و توبیخ کو بھی نمکین غلاف میں پوشیدہ شکر پارے سمجھتے ہیں اور پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگتے ہیں۔ حضرت مرشدِ عالمؒ فرماتے تھے کہ پیر کو چپ شاہ نہیں ہونا چاہیے اگر مرشد مریدین کی کوتاہیوں پر خاموش رہے گا نہ موقع پر سمجھائے گا اور نہ تنہائی میں سمجھائے گا تو مریدین کی اصلاح کیسے ہوگی؟

مریدین کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر اصلاح کی کوشش نہ کرنا سراسر مداہنت ہے اس سے پیری مریدی تو چمک جاتی ہے مگر مریدین کی تربیت نہیں ہوتی۔

حضرت مرشدِ عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''حلوہ'' پیر کے لیے اور مولوی کے لیے سیمنٹ کا کام کرتا ہے۔ یعنی حلوہ کھا لینے سے منہ بند ہو جاتا ہے۔ امراء کو تو بالخصوص استغناء کی چھری سے ذبح کرنا چاہیے۔ حضرت مرشدِ عالمؒ فرمایا کرتے تھے جب تک دب نہ ہو ادب نہیں ہوتا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے اگر مرشد بلاوجہ کسی چوراہے پر کھڑا کر کے مرید کو جوتے مارے تو بھی مرید کو چاہیے کہ وہ جوتا اٹھا کر دے۔ مرشد کی بلاوجہ کی ڈانٹ ڈپٹ بھی حکمت والی ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ مرید کا نفس بھڑکتا ہے یا نہیں۔

مرشد اگر مرید کو کسی بھی طرح سے ڈانٹتا ہے تو اس احساس کے ساتھ کہ جیسے کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگا لی ہے۔ ابھی سیاہی دھوئے گی تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔

مزید برآں ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کا مقصد اصلاحِ احوال ہوتی ہے کوئی

دل میں غبار رکھنا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مرشد اپنے مریدین کی غلطیوں کوتاہیوں پر دل میں غبار رکھنا شروع کر دے تو پھر اس کے دل میں غبار کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ مرشد کا غصہ عارضی ہوتا ہے اگر مرید اپنی اصلاح کر لے تو غصہ محبت و شفقت میں بدل جاتا ہے۔

مرشد جب کسی مرید کو ڈانٹتا ہے تو نہ اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہے اور نہ ہی مرید کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ مرید کو ڈانٹتے وقت مرشد کی کیفیت اس جلاد کی سی ہوتی ہے جسے بادشاہ حکم دے کہ فلاں غلطی پر شہزادے کو کوڑے لگاؤ۔ جلاد تعمیل کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے بھی لگائے گا مگر دل میں شہزادے کی حقارت کی بجائے محبت ہوگی۔

پس مرشد ڈانٹ بھی رہا ہوگا دل سے توجہات بھی ڈال رہا ہوتا ہے اور نیم شب کی تنہائیوں میں مرید کے لیے ہاتھ پھیلا کر دعائیں بھی کر رہا ہوتا ہے۔

احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام جب کسی کو تنبیہ کرتے تھے تو اس کے لیے دعائیں بھی ضرور کرتے تھے۔

مرشد اگر کسی مرید پر زیادہ توجہ دے اور کسی پر کم توجہ دے تو مرید دل تنگ نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ جس طرح کوئی طبیب مریض کو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھتا ہے اور بعض مریضوں کو عام وارڈ میں رکھتا ہے اس طرح مریدین کو شیخ کی توجہ میں ظاہری تفاوت محسوس ہوتا ہے حقیقتاً دل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

الحمد للہ رب العلمین حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ اصلاحی تعلق جوڑنے کے بعد بہت سے مواقع ڈانٹ ڈپٹ کے نصیب ہوئے۔ اس ڈانٹ ڈپٹ کے بعد واقعی فیض آتا ہوا واضح محسوس ہوتا تھا۔ بیعت کے ابتدائی زمانے میں عاجز کی خوب ڈانٹ ڈپٹ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ سفر کے دوران حضرت جی دامت

برکاتہم نے فرمایا کہ مریدین کو خدمت بھی کرنا پڑتی ہے اور ڈانٹ بھی سننا پڑتی ہے مگر اس کے بدلے میں اعمال میں اخلاص نصیب ہوتا ہے۔ ایک دفعہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جس دن ہمیں اپنے شیخ سے ڈانٹ نہیں پڑتی تھی ہمیں اپنے اخلاص پر شبہ ہونے لگ جاتا تھا۔

مرید کی اصلاح

حضرت جی دامت برکاتہم مجالسِ فقیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے شیخ کی عادت شریفہ تھی کہ سب کے درمیان بھی ٹوک دیتے، حتیٰ کہ وعظ کے درمیان بھی ٹوک دیتے۔ اس کی مثال مالی کی طرح ہے کہ اگر پودوں کی کانٹ چھانٹ نہ کرے تو کیسے بھدے لگتے ہیں۔ اگر شیخ چوک میں کھڑا کر کے جوتے مارے تو مخلص مرید جوتا اٹھا کر دے اور یہ بھی نہ پوچھے کہ کیوں مار رہے ہیں۔ مرید کی اسی میں اصلاح ہے اور مرید کی ''میں'' اسی طرح سے مٹے گی۔ یہ ''میں'' کا مٹنا بہت مشکل کام ہے جو انسان بنتا ہے یا بناتا ہے وہ پتہ پاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ گھر میں رو رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! حضور ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ میرے مال میں سے بھی اسی طرح تصرف فرمائیں جس طرح اپنے مال میں تصرف فرماتے ہیں۔ وہ سچے مرید تھے دل کی التجا اللہ نے پوری فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دی اور آپ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے مال میں اسی طرح تصرف فرماتے جس طرح اپنے مال میں تصرف فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکرؓ کے مال نے اتنا فائدہ دیا کہ اتنا کسی کے مال نے فائدہ نہیں دیا۔

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

تربیتی مجالس کے ذریعے اصلاح وتربیت کرنا

ہر سال میں وفاق المدارس کے امتحان کے دوسرے دن معہد الفقیر میں تربیتی مجالس کا آغاز ہوتا ہے۔ پاکستان کے مختلف مدارس کے علماء کرام اور طلباء اصلاح وتربیت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ایک ہفتے کی مجالس کی برکت سے بہت سی چیزیں سیکھنے کے لیے ملتی ہیں ۔ رقت آمیز خصوصی دعائیں ہوتی ہیں ۔حضرت جی دامت برکاتہم کے خصوصی بیانات اور مجالس ہوتی ہیں۔ انہیں تربیتی مجالس سے انتخاب کر کے چند مجالس نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہیں۔

مجلس نمبر 1 اصلاح وتربیت کی کیوں ضرورت ہے؟

شاگردوں کی اصلاح

ارشاد فرمایا، استاد جو اپنے شاگردوں سے ناراض ہوتے ہیں ان کا مقصد اصلاح ہوتا ہے۔استاد کا مقصد انتقام لینا نہیں ہوتا، اگر استاد انتقام لینے والا بنے گا تو اخلاص بھی رخصت ہوجائے گا۔استاد کو نبی ﷺ کے ساتھ معلم ہونے کی نسبت حاصل ہوتی ہے اس لیے معلم کے لیے بھی ضروری ہے کہ شاگرد کو صرف اور صرف اللہ کی خاطر ڈانٹ ڈپٹ کرے۔اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے ،خواہ مخواہ رعب داب بھی نہ جمائے بلکہ اپنے ہر کام میں شاگرد کی اصلاح مقصود ہو۔اگر شاگرد کو ڈانٹے تو سنت یہی ہے کہ حضور ﷺ کی طرح دعا بھی کرے۔ کیونکہ استاد کی دعائیں شاگردوں کے لیے بڑی جلدی قبول ہوتی ہیں۔شاگرد کو بھی چاہیے کہ وہ یہ نہ سوچے کہ میری کیا غلطی ہے۔ غلطی

ہو یا نہ ہو ہر صورت میں اپنے کو خطا کار سمجھے اسی میں شاگرد کی بہتری و بھلائی ہے اس سے عاجزی پیدا ہوتی ہے جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

؎ عاجزی و انکساری میں کیسی لذت ہے
یہ رئیس و نواب کیا جانیں

یہ عاجزی وانکساری میں اخلاص کتنا ہے اس کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب بلاوجہ اور بلاقصور بھی ڈانٹ کھا کر شاگرد اور مرید خوش رہے بلکہ ساتھیوں کی کڑوی کسیلی سن کر بھی انسان غصہ نہ کرے تو یہ اخلاص کی علامت ہے۔

اداروں کی اصلاح

ارشاد فرمایا، جہاں بڑے بڑے اداروں میں جاؤ تو چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے مخالفت پیدا کر لیتے ہیں۔ اپنے غصہ کی وجہ سے خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور دوسرے ساتھ والوں کو بھی پریشان کرتے ہیں۔ کسی عارف نے کہا ہے کہ جو کوئی اپنا ایک مخالف پیدا کر لیتا ہے وہ اپنا سکون خود ہی برباد کر لیتا ہے۔ ہم دوسروں کی خامیاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں کیا ہماری برائی کی وجہ سے دوسرے ہماری خامیاں نہیں ڈھونڈیں گے؟ یہ بات یاد رکھیں کہ انسان جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔

As you sow so shall you reap.

میاں بیوی کی اصلاح

ارشاد فرمایا، بہت سے گھروں میں لوگ بظاہر میاں بیوی بن کر زندگی گزار رہے ہوتے ہیں مگر ایک دوسرے کی کمزوریاں ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔ جو دنیا میں

جتنی جلدی معاف کر دے گا قیامت میں جلدی معاف کر دیا جائے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے غصے کا ایک گھونٹ پی جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر گھونٹ کے بدلے اپنا دیدار نصیب فرمائے گا۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے میاں بیوی کی بہت جلدی اصلاح ہو جائے گی، آپس میں پیار و محبت پیدا ہو گا۔ یہ تجربہ شدہ باتیں ہیں ذرا ان پر عمل کر کے دیکھیں پھر سکون ہی سکون ہے۔ میاں بیوی ہمیشہ اس بات کا استحضار رکھیں کہ جس درخت پر پھل نہ ہو تو وہ کسی کام کا نہیں اسی طرح جس میں اخلاق نہ ہو وہ بھی کسی کام کا نہیں ہے۔ میاں بیوی میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے۔

عوام کی اصلاح

ارشاد فرمایا، آج کل خود غرضی کی انتہا ہو گئی کہ ہم کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتے، دوسروں کے منہ کا لقمہ بھی چھیننا چاہتے ہیں، حالانکہ اپنا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور ہم میں بڑا فرق یہ ہے کہ وہ دین سیکھتے، پڑھتے ہی نہیں تھے بلکہ اسے اپنی ضرورت سمجھتے تھے اور ہم اگر پڑھتے ہیں تو عمل نہیں کرتے۔ جب تک صحابہ کرامؓ والے اخلاق پیدا نہیں ہوں گے ہم صحیح مسلمان نہیں بن سکتے۔ ہم اپنوں کے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ سلوک کرنے کا پیمانہ ہی بدل دیتے ہیں۔ کسی گھر میں ماں بیٹی میں لڑائی ہو جائے تو تھوڑی دیر بعد صلح ہو جاتی ہے۔ اگر ساس بہو میں لڑائی ہو جائے تو ہمیشہ کی لڑائی بنالی جاتی ہے۔ اسے اپنی بیٹی کی طرح کیوں نہیں سمجھتی؟ اگر اپنی بیٹی کی ہزاروں غلطیوں کو معاف کر دیتی ہے تو اپنی بہو کی سو غلطیوں کو کیوں نہیں معاف کر سکتی۔ تاکہ گھروں میں سکھ سکون ہو جائے۔

بچیوں کی اصلاح

بچیوں کا لڑنا، بھڑنا، دوسروں کو گھٹیا سمجھنا، بڑے مکروہ گناہ ہیں ان سے توبہ تائب ہونا بہت ضروری ہے۔ ان گناہوں نے ہمارے اخلاق کا تو جنازہ نکال دیا ہے۔ اگر آج ہم دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں گے اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں کو معاف کر دے گا۔ گھروں میں بہنیں آپس میں نسلی تعلق کی وجہ سے لڑائی ختم کر دیتی ہیں مگر جامعات میں لڑکیاں اللہ کی وجہ سے اکٹھی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے آپس میں بہن بہن کا تعلق ہے اسے مستقل لڑائی کیوں بنا لیتی ہیں۔ کسی سے خفگی اور ناراضگی رکھنا اور پھر اسے دل میں دشمنی بنا لینا اسے کینہ کہتے ہیں۔ دل میں کینہ رکھنے والے کو لیلۃ القدر میں بھی معاف نہیں کرتے۔ یاد رکھیں! رات کو سرھانے پر سر رکھیں اور ساتھ ہی دل سے بغض و کینہ کو بھی نکال دیں۔

مجلس نمبر 2 کامل سپردگی کیوں ضروری ہے؟

توجہات لینے کا طریقہ

ہمارے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مرید اپنے آپ کو سپرد نہیں کرتے، اپنے آپ کو شیخ کے سپرد کرنے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ سوچیں پیر مرید کو شریعت پر ہی چلائے گا اسے غلط کام کرنے کے لیے تو نہیں کہے گا۔ جو اپنے آپ کو سپرد کر دے گا تو اس کے لیے دعائیں ہوں گی اور توجہات ہوں گی۔ اپنے آپ کو کامل طور پر سپرد نہیں کرتے اس لیے کہیں نہ کہیں فرق رہ جاتا ہے۔

حضرت مولانا سیف الرحمٰن مدظلہ نے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا بلکہ سو

فیصد شیخ کے سپرد کر دیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے عمرہ کے دوران اس کے لیے بہت دعائیں کیں۔ اس وقت تو وہ ایک شخص نظر آتے ہیں جب ان پر نسبت کا، کام کھلے گا تو خوب کام کریں گے۔

سو فیصد سپرد کرنا

ارشاد فرمایا، جو سالک 100% فیصد سپرد کرے گا تب کام بنے گا۔ پھر اس کی طرف توجہ بھی پوری ہوگی۔ لوگ اپنے آپ کو سپرد نہیں کرتے کوئی پچاس فیصد سپرد کرتا ہے کوئی 80% سپرد کرتا ہے کوئی 95% سپرد کرتا ہے مکمل اعتماد نہیں کرتے تو پھر توجہات بھی مکمل نہیں لے پاتے۔ ہم فیض دینا بھی چاہتے ہیں اور وہ فیض لینا بھی چاہتے ہیں مگر پانچ فیصد سپردگی میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کی وجہ سے کام کے مکمل ہونے میں کمی رہ جاتی ہے۔ جب تک کمپیوٹر کی 32 تاریں نہ جڑیں تو ایک کمپیوٹر دوسرے کمپیوٹر سے ہم کلام نہیں ہوتا۔ سو فیصد سپرد کرنے کا مطلب ہے کہ اپنا ہر ظاہری اور پوشیدہ کام شیخ کے مشورہ سے کرنا چاہیے تاکہ ہر کام میں خلوص پیدا ہوتا چلا جائے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ سالک شیخ کے ہاتھ میں ایسے ہو جیسے مردہ بدست زندہ ہوتا ہے۔

قرب بالفرائض کیا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ شیخ کسی مرید کے ذمے کوئی خاص (Special) کام لگا دے تو مرید کے لیے اس خاص کام کو کرنا دوسرے کاموں سے زیادہ اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ اس سے مرید کی ترقی جلدی ہوتی ہے اس لیے یہ کام اس مرید کے لیے

قرب بالفرائض کا درجہ رکھے گا۔ جس طرح فرائض سے نوافل کی نسبت زیادہ ترقی ہوتی ہے اسی طرح شیخ کے سپرد کردہ کام سے بھی سالک کی بہت زیادہ ترقی ہوگی۔ شیخ الہام یا استخارہ وغیرہ کے بعد کوئی کام مرید کے ذمہ لگاتا ہے اس لیے وہ کام مرید کے لیے قرب بالفرائض کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالمالکؒ چوک قریشی والے کے ذمہ اپنے شیخ کی بکریاں چرانا تھا، آپ نے یہ کام اس خوبی سے ادا کیا کہ کیا کہنا۔ بکریاں خود بھی چرتیں مگر حضرت خواجہؒ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھاس توڑ توڑ کر بکریوں کے منہ میں ڈالتے جس سے بکریاں پیٹ بھر کر شام کر واپس آتیں۔ اسی کام سے آپ کی روحانی ترقی ہوئی اس سے اپنے شیخ کا دل خوش کر دیا اور آپ کا کام بن گیا۔

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے اپنے ایک مرید حضرت مولانا اکبر علیؒ کے ذمہ مجالس کے ملفوظات لکھنے لگائے۔ وہ یہ کام کرتے رہے ایک دن حضرت خواجہؒ نے پوچھا کہ آپ کو ملفوظات لکھنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے یا مراقبہ وغیرہ سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے؟ حضرت مولانا اکبر علیؒ نے عرض کیا کہ آپ کے ملفوظات لکھنے سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کے ذمے شاہ دندویؒ نے سندات اور دوسرے لکھنے لکھانے کے ضروری کام لگائے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ منشی صاحب کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک بہت خوبصورت سند لکھ کر پیش کی جس کی وجہ سے حضرت لعل شاہؒ کا دل خوش ہوگیا اور آپ نے فرمایا واہ قریشیؒ واہ۔ بس یہی فرمانا تھا کہ حضرت قریشی پر جذب طاری ہوگیا۔

قرب بالفرائض کا مرتبہ اور اجر

ارشاد فرمایا، جو کام شیخ جس سالک کے سپرد کر دے اس کو پوری وفاداری کے ساتھ کرے اور احسن طریقے سے نبھائے تو وہ اجر ملتا ہے جو کہ گویا فرائض پر ملتا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے 18 سال مسجد نبوی میں درسِ حدیث دیا حتیٰ کہ مدنی آپ کے نام کا حصہ بن گیا بلکہ نام سے زیادہ حضرت مدنی کا لفظ مشہور ہو گیا۔ مگر اٹھارہ سال کا درس موقوف کر کے حضرت گنگوہی کی صحبت میں پہنچے اور بیعت کی۔ آپ کے ذمے شیخ کی خانقاہ کے لیے سبزی وغیرہ لانا ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ کی خانقاہ کی خدمت کرنے سے وہی کچھ ملتا ہے جو کہ مسجد نبوی کے درسِ حدیث سے ملتا تھا۔

اپنے کو پیر کے سپرد کرنے کی حکمت

ارشاد فرمایا، اپنے آپ کو اللہ والوں کے سپرد کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے کیونکہ کوئی سچا پیر ایسا نہ ہوگا جو کہ مرید کو اتباعِ سنت کے بجائے اپنے پیچھے چلائے۔ شیخ مرید کو اتباعِ سنت سکھانے کے لیے ہمیشہ راہنمائی کرتا رہتا ہے اس لیے دل میں سچی تڑپ ہو کہ جو شیخ کہیں گے اسے کرنا ہے تب کام بنے گا۔ بعض مرید ایسے ہیں کہ اپنے احوال تک شیخ کو نہیں بتاتے بلکہ شیخ سے چھپاتے ہیں۔ آپ اپنے احوال شیخ سے چھپاتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اپنی معرفت تم سے چھپاتا رہے گا۔

اتباعِ سنت

ارشاد فرمایا، پہلے پیر شریعت پر چلاتے تھے مرید بھی ایسے وفادار ہوتے تھے کہ سدھائے ہوئے اونٹوں کی طرح پیچھے چلتے رہتے تھے۔ ایک بزرگ نے بہت

زیادہ مجاہدہ کیا، وضو کر کے اٹھے تو چکرا کر گر پڑے۔ سہارا دے کر اٹھایا گیا۔ مرید بھاگ کر کھانا لے آیا۔ شیخ نے کہا جب تو بھاگ کر گیا تھا تو میرے دل میں آیا کہ کھانا لائے گا۔ یہ اشرافِ نفس ہے کھانا واپس لے جا میں نہیں کھاؤں گا۔ وہ سالک کھانا باہر آنکھوں سے اوجھل لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا کہ حضرت! اب تو کھانا کھا لیجئے اب تو آپ کو امید منقطع ہو گئی ہوگی۔ اب تو یہ اشرافِ نفس نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے کھانا لے کر کھا لیا۔ اتنے وفادار مرید تھے اور ایسے کامل مشائخ تھے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مجلس نمبر 3 محبتِ شیخ کیوں ضروری ہے؟

عقیدت والے لوگ کون ہیں؟

لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھیں بھئی! آپ کو ایک نکتہ سمجھاؤں آپ کو بھی زندگی میں کام آئے گا۔ ایک عقیدت مندوں کا گروہ ہوتا ہے اور ایک محبت والوں کا گروہ ہوتا ہے۔ دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ عقیدت مند تو سارے ہی ہوتے ہیں یہ کچے دھاگے کی طرح ہوتے ہیں ذرا وسوسہ شیخ کے متعلق کسی نے ڈالا یا خود بخود دل میں آیا تو بس پھُر ہو کر دور ہو گئے۔ اگر یہ دس دس گھنٹے آ کر بیٹھے رہیں پھر بھی اتنا ہی فیض ملے گا جتنا ان کا تعلق ہے، جتنی محبت ہے۔ یہ بات مثال سے شاید زیادہ واضح ہو جائے۔

پروفیسر قادری صاحب یہیں اسی شہر کے ہیں وہ سیاست میں آئے اس امید

پر کہ تیسری بڑی جماعت ہم ہیں، لاکھوں لوگ سننے والے ہیں۔ خیال کیا کہ بس میرے سننے والے اتنے زیادہ لوگ ہیں۔ مستقبل کے وزیراعظم کی امید لگ گئی۔ لوگوں نے ان سے بڑی بھاگ دوڑ کر ٹکٹیں لیں۔ یہ عقیدت مندوں کا مجمع تھا، محبت کرنے والوں کا مجمع نہ تھا۔ بس کچھ خوابوں کا تذکرہ ہوا لوگوں کو بدظنی ہوئی اور لوگ بکھر ہو گئے۔ یہ سارے عقیدت مندوں کا گروہ تھا انہوں نے محبت والے سمجھ لیا تھا اور ناکام ہو گئے۔

فیصل آباد کے ایک عالم تھے۔ الیکشن پر دو بڑی پارٹیاں کھڑی تھیں اور تیسرے وہ عالم تھے ووٹروں کے اپنے مفادات ہوتے ہیں۔ وہ ووٹ اپنا مفاد اور اثر دیکھ کر دیتے ہیں۔ اس عالم نے سوچا کہ میرے پیچھے 3000 لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ہر گھر میں سے تین تین ووٹ بھی ملیں تو نو ہزار ووٹ میرے پکے ہیں۔ حالانکہ انہیں غلطی لگی وہ محبت کرنے والے نہ تھے عقیدت مند تھے اور وہ عالم ہار گئے اور سو سے بھی کم ووٹ ملے اور ضمانت ضبط ہو گئی۔

محبت والے لوگ کون ہیں؟

ایک جامعہ محمدیہ والے بزرگ تھے۔ الیکشن میں لوگ آپ کے لیے خود ہی پیسے لگاتے تھے، خود ہی اشتہار لگاتے تھے۔ لوگ ہی ان کی **Compaign** چلاتے تھے۔ اس علاقے میں میرے بھائی ریٹرننگ افسر تھے۔ وہ کہتے ہیں انہیں ووٹ بھی ملتے تھے اور نوٹ بھی ملتے تھے۔ صندوقچیوں میں سے ہزاروں نوٹ نکلتے تھے کیونکہ وہ بزرگ اس علاقے میں لسی والے پیر کہلاتے تھے۔ عورتیں کہتیں کہ ہم لسی والے پیر کو

ووٹ دیں گی۔ نہ وہ ووٹر بکتے تھے نہ اپنے مفادات کا خیال رکھتے تھے بلکہ محبت کی وجہ سے اس بزرگ کو ووٹ دیتے تھے کیونکہ وہ محبت والے لوگ تھے۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک والے ساری عمر الیکشن جیتتے رہے حتیٰ کہ جن دنوں بھٹو نے سارے ملک میں جھاڑو پھیر دیا تھا وہ پھر بھی جیت گئے تھے۔ بھٹو کو جب وہ نواب ملے جو ان کے مقابلے میں ہارے تھے تو انہوں نے کہا کہ تو نواب ہو کر ہار گیا ہے۔ اس نے کہا، میں کیا کرتا مجھے بھی تو، تُو نے ایک پیغمبر کے مقابلے میں کھڑا کر دیا تھا کہ لوگ ان سے ایسی محبت کرتے تھے جیسے کہ کسی پیغمبر سے محبت کی جاتی ہے۔ یہ مولانا کے ساتھ محبت والوں کا گروہ تھا اس لیے وہ بغیر محنت کے جیتتے رہے۔

محبت اور عقیدت والوں میں فرق

محبت اور عقیدت والے لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ عقیدت والے کے شہر میں کوئی اور بزرگ آئے تو وہ ان سے بھی متاثر ہو جائیں گے اور پہلے کا بتایا ہوا ذکر چھوڑ کر ان کا ذکر شروع کر دیں گے۔ عقیدت والے لوگ شیخ کے معمولات بھی کریں گے اور دوسروں کے بتائے ہوئے بھی کریں گے۔ عقیدت والے لوگ شیخ سے مشورہ کئے بغیر فلاں کتاب میں وظیفہ پڑھا ہے تو 54 دفعہ قل پڑھتا ہوں اور لاحول کی دو تسبیح پڑھتا ہوں، بھلا ایسے اشخاص کو کہیں سے کیا ملے گا، اسے کیا فائدہ ہوگا کہ ایک ڈاکٹر کی دوائی کے دوران کسی اور ڈاکٹر کی دوائیاں استعمال کرتا پھرے۔ عقیدت والے کی دوسری پہچان یہ ہے کہ ساری زندگی پیر کو تولتا رہے گا اور شک کی نظر سے دیکھتا رہے گا اور دل ہی دل میں اس کا امتحان کرتا رہے گا۔

ے میری ہر نظر تیری منتظر
تیری ہر نگاہ میرا امتحاں

یہ عقیدت مند مرید کی حالت ہے بعض تھوڑے دنوں میں کامیاب ہوتے ہیں اور بعض اتنے قریب ہوتے ہیں لیکن محبت نہ کرنے کی وجہ سے فیض اتنا ہی پاتے ہیں جتنی محبت ہوتی ہے۔

محبت والے کی مثال

پچھلے دنوں کسی میاں بیوی کا فون آیا کہ پچھلے 10 سال سے متواتر ہماری میاں بیوی کی کبھی تہجد فوت نہ ہوئی۔ ہر مصروفیت ہوتی ہے، دیس بھی، پردیس بھی، گرمی بھی، سردی بھی، مگر تہجد کے پابند ہیں کئی دوسرے ہیں کہ تکبیر اولیٰ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ عقیدت مند کچے دھاگے کی طرح ہوتا ہے کہ فوراً ٹوٹتا ہے اور محبت والا موٹی تار کی طرح ہوتا ہے۔ جتنی موٹی تار ہوگی اتنا ہی کرنٹ آئے گا اگر کچے دھاگے کی طرح تعلق ہے تو جلد ٹوٹ جائے گا۔

حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ یہ عاجز اپنے شیخ سے کہا کرتا تھا کہ مختلف جگہ بیان کرتا ہوں تو بہت لوگ بیعت ہوتے ہیں۔ میرے حضرت پیر غلام حبیبؒ نے فرمایا تھا شیخ کا مقبول رسول اللہ کا مقبول، اللہ کا مقبول اور عباد اللہ کا مقبول ہو جاتا ہے۔

اگر اپنی عقل بیمار ہو تو شیخ میں نقص نظر آتے ہیں اس لیے اپنی عقل درست کرے اور پیر کے ساتھ عشق و محبت کا معاملہ رکھے پھر دیکھیں کتنا فیض پہنچتا ہے۔ پھر یہ بدظنی اور

بدگمانی قریب نہیں آتی اس لیے اللہ تعالیٰ سے محبت کی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔

؎ محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
وہ محبت نہیں جس میں شدت نہیں

اکثر لوگ اس مجلس سے متاثر ہوئے اور رو رہے تھے بڑی ہی عجیب وغریب مجلس تھی۔

مجلس نمبر 4 تین تمنائیں ضرور رکھیں

تمنائیں

ارشاد فرمایا، ہر مومن کی زندگی میں کچھ تمنائیں ہوتی ہیں کچھ آرزوئیں ہوتی ہیں آپ حضرات کچھ دن یہاں ٹھہرے ہیں آپ کے دل میں بھی دو چار تمنائیں ہونی چاہیے۔افسوس یہ کہ آج نیک بننے کی تمنا رکھنا بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

نیک بننے کے لیے شدید آرزو رکھنے کا نام اصل زندگی ہے۔نیک بننے کی تمنا بہت مشکل سے پیدا ہوتی ہے اگر کہیں پیدا ہو جائے تو اس میں کہیں نہ کہیں خامی رہ جاتی ہے۔جس کی وجہ سے انسان کو ناکامی ہوتی ہے۔

پہلی تمنا

ایک یہ تمنا ہو کہ میرا آج کا دن معصیت سے پاک گزرے، میرا آج کا دن معصیت سے خالی ہو۔اللہ تعالیٰ کی دوستی کی یہ علامت ہے کہ بندے کی زندگی سے گناہوں کا کھوٹ نکال دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ سچی ذات ہے جو اس کے ساتھ جڑتا

ہے وہ بھی سچا ہو جاتا ہے۔ یہ تمنا ہونی چاہیے کہ میری آنکھ، کان، دل و دماغ سے کوئی گناہ نہ ہوتا کہ میرا آج کا دن تو اولیاء اللہ سے مشابہت اختیار کر جائے۔ پوری زندگی میں سے چند دن یا کم از کم ایک دن تو گناہوں سے خالی نکلے۔

دوسری تمنا

دوسری تمنا یہ ہو کہ کاش ہم بھی اولیائے کرام جیسی کوئی ایک نماز تو پڑھ جائیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے دو رکعت ایسی پڑھ لیں کہ جس میں کوئی (دنیاوی) خیال نہ آیا ہو تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ کاش ہم زندگی کی کچھ نمازیں یا کم از کم ایک نماز ہی ایسی پڑھ لیں جس میں دنیاوی خیالات نہ آئیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بار بار مشق کرنے سے یہ چیز آسان ہو جاتی ہے۔ پہلے ایک خیال کم ہو گا پھر دوسرا خیال کم ہو گا حتیٰ کہ سکون والی نماز نصیب ہو گی۔

مزے کے کام

ارشاد فرمایا، دنیا میں تین تمنائیں اور کام بڑے مزے کے ہیں۔ رات کے آخری پہر کی لمبی نماز، قرآن حکیم کی تلاوت، کلمۂ طیبہ کا ذکر۔

حضرت عمرؓ اپنی گھر میں تھے ایک مجلس میں کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے اپنی اپنی آرزوئیں بتائیں۔ حضرت عمرؓ کی باری آئی تو فرمایا کہ میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت حذیفہؓ بن یمان جیسے لوگوں سے یہ گھر بھرا ہوتا اور میں انہیں دین کی دعوت کے لیے دنیا کے مختلف علاقوں میں بھیج دیتا۔

تیسری تمنا

ارشاد فرمایا، تیسری تمنا یہ ہونی چاہیے کہ کوئی دن تو زندگی میں ایسا ہو جس میں

سارا دن ذکر ہی ذکر ہو۔ یہ مجالس غنیمت ہیں، یہ مل بیٹھنا بڑی غنیمت ہے آپ لوگ اس کو یاد کریں گے۔

؎ غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

مجھے یاد ہے کہ BSc انجینئرنگ کے بعد چار ماہ مسکین پور شریف گزارنے کو ملے اور ہر روز تقریباً 9 گھنٹے مختلف اوقات میں مراقبہ کرتے تھے۔ اب ساری زندگی اس وقت کی حسرت ہی رہے گی کاش کہ دوبارہ ویسا موقع مل جائے۔

؎ دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
کہ بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

مجلس نمبر 5 آدابِ شیخ کیوں ضروری ہیں؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑے ہی درد وسوز سے آداب کی اہمیت بیان فرمائی کہ آداب کی رعایت نہ کرنے سے کتنا نقصان ہوتا ہے۔ مشائخ بھی شعائر اللہ میں شامل ہیں اس لیے ان کے آداب کا لحاظ بھی رکھنا ضروری ہے۔ آداب کا لحاظ نہ رکھنے سے مشائخ کو اتنی ناراضگی نہیں ہوتی بلکہ جس طرح شعائر اللہ کا ادب نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اسی طرح مشائخ چونکہ شعائر اللہ میں شامل ہیں ان کے آداب کا خیال نہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں جس کی وجہ سے فیض بند ہو جاتا ہے۔

آداب کی اہمیت

تصوف وسلوک کتاب میں آداب مرشد کا ایک باب ہے اکثر سالکین یہ سمجھتے

ہیں کہ ہم نے یہ آداب پڑھے ہیں۔ مگر انہوں نے حقیقت میں نہیں پڑھا ہوتا، سمجھا نہیں ہوتا، استحضارِ آداب نہیں ہوتا۔ جیسے قرآن حکیم میں ہے کہ بعض لوگ آپ کی باتیں سنتے ہیں مگر وہ حقیقت میں سنتے نہیں ہیں، بعض آپ کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں مگر وہ حقیقت میں دیکھ نہیں رہے ہوتے۔ یہی معاملہ اکثر لوگوں کا ہے۔ حضرت جی نے ارشاد فرمایا کہ عوام الناس کا تو کیا رونا علمائے کرام بھی آداب کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں اس لیے کتنے لوگ ہیں جیسے آتے ہیں ویسے ہی چلے جاتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے! ہمیں ان آداب کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ جلدی ترقی ہو۔

ذاتی واقعہ

حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑا زور دے کر فرمایا ہمیں جو کچھ ملا آداب سے ملا ورنہ ہمارے پلے کیا تھا؟ ہمیں اپنے مشائخ کے آداب کا اتنا خیال تھا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ 20 سال میں کبھی بھی اپنے شیخ کے چہرے کو بے وضو دیکھا ہو۔ ایک دفعہ شیخ نے مجھے اپنے بستر پر سلا دیا، ساری رات جاگنا تو گوارا کرلیا تاکہ بے وضو نہ ہو جاؤں مگر بے وضو شیخ کے چہرے کو دیکھنا گوارا نہیں کیا۔

مجلس نمبر 6 بدگمانی کی تباہ کاریاں

ایک دفعہ حرم شریف میں ایک مرید نے کہا کہ آپ سے ذرا سی بدگمانی ہے۔ پوچھا بھئی! کیا بدگمانی ہے؟ کوشش کریں گے کہ وہ دور ہو جائے۔ حرم شریف میں بیٹھ کر یہ شکوک وشبہات اور بدگمانی کی باتیں کرتا ہے۔ کہنے لگا کہ آپ بیان کرنے کے بعد جلدی سے لوگوں کو بیعت کر لیتے ہیں، سوچنے کا موقع نہیں دیتے۔ حضرت جی نے فرمایا

بیان کر کے دل موم ہوئے تو اب ایک دن شیطان کو اور موقع دے دیا جائے تا کہ پھر وہ لوگوں کو بہکاتا پھرے۔ یہ اس کے دل کی بدگمانی تھی جس کی وجہ سے پیر کو تولتا پھرتا تھا۔ ہماری تو مریدوں سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ہر بات میں ان کا لحاظ رکھتے ہیں اور یہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے اور اپنی ناسمجھی سے بدگمانی کرتے پھرتے ہیں۔

ے میری ہر نظر تیری منتظر
تیری ہر نظر میرا امتحاں

لوگوں کی محرومی کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ مومن کا مقام پانچوں نمازوں کے بعد بلند سے بلند تر ہو رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے

مَنِ اسْتَوَی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ

''جس کے دو دن برابر ہو گئے وہ گھاٹے میں ہے۔''

اللہ والوں کے جو بلندئ درجات ہو رہے ہوتے ہیں اسے لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبت کرنے والے بندوں کو ایسی بلندیاں اور قرب عطا فرما دیتے ہیں کہ کیا بتائیں۔ لوگ اس کے شروع کو ہی تصور میں رکھتے ہیں اس کے بچپن کو ہی سوچتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے محروم رہتے ہیں۔

عقل سے کام لیں

ہمارے حضرت مرشد عالم پیر غلام حبیبؒ آخری دور میں مجمع میں کہتے تھے، میں شہباز میری پرواز اللہ اکبر۔ یہ آواز گویا اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

ضروری نہیں کہ شیخ ہر وقت اپنا مقام و مرتبہ جو اللہ نے عطا فرمایا ہے لوگوں کو بتا تا رہے کچھ تھوڑا سا خود بھی عقل سے کام لینا چاہیے۔

اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ

''عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔''

شیخ کے وقت کی اہمیت پہچانو

حضرت جی دامت برکاتہم نے مولانا طاہر صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ باتیں توجہ سے سن لو اور ان پر عمل کرو پھر ایسی باتیں کرنے والا بھی کوئی نہیں ملے گا، جس نے فائدہ اٹھالیا وہ پار ہو گیا۔ فقیر آپ لوگوں سے کئی سال پہلے کہتا رہتا تھا کہ یہ مجالس نہیں رہیں گی۔ بعض اوقات مجھے پتہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ ایسا کیوں کہہ رہا ہوں مگر دیکھ لیں اب وہی کچھ ہو گیا ہے۔'' واقعی اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ حضرت جی کی ایسی مصروفیت ہو گئیں ہیں کہ بعض اوقات ملاقات اور زیارت بھی مشکل ہو جاتی ہیں۔'' پھر آپ لوگ یاد کریں گے اور پچھتاتے رہیں گے۔

اٹھو ورنہ زمانہ چال قیامت کی چل گیا

پیر کو تولتے رہنا

کسی دوست نے عرض کیا کہ کیا فنافی الرسول ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ آج کل فنافی الشیخ کون ہے؟ وہ زمانے گئے یہ پہلا ہی قدم ہے اگر اس میں ہی اٹکے رہے تو پھر آگے کیا بنے گا؟ فقیر نے آج صبح یہی کہا ہے کہ ہر وقت پیر کو تولتے رہتے ہیں۔ اچھا تولتے رہو پھر بیٹھ کر روؤ گے۔ حضرت تاج محمود امروٹیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اچھا

مرید وہی ہے جو کہ پیر کو اپنا عاشق بنائے مطلب یہ کہ جو پیر کی مراد بن کر رہے۔ علم عمل اور خدمت و اطاعت سے اتنا پیر کو خوش کرے کہ وہ مرید کا عاشق ہو جائے۔

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

سنت کا مذاق اڑانے کی نحوستیں:

خصوصی فضل وکرم:

حضرت جی دامت برکاتہم کھانے کے دوران ہلکے پھلکے انداز سے نصیحت اور تربیت کی باتیں ارشاد فرماتے رہے۔ اپنی مصروفیات کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ فقیر بہت عدیم الفرصت ہوگیا ہے۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لیے اتنی مصروفیات رہتی ہیں کہ تھکن ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں! یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہوتا ہے کہ کسی کو انبیاء کرام والی محنت کے لیے قبول کر لیا جائے۔ اس کی اہمیت وفضلیت کا صحیح ادراک تو مرنے کے بعد ہوگا۔

سنت اور نورانیت:

آپ کی مجلس میں ایک نوجوان لڑکا آیا۔ اس نے نئی نئی داڑھی رکھی تھی، آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی اور ارشاد فرمایا داڑھی جہاں سنت ہے وہاں انسان کی شخصیت کی کشش میں زبردست اضافہ بھی کرتی ہے۔ ہر سنت میں ایک نور ہے اور اس سے بندے کی نورانیت میں زبردست اضافہ ہوتا ہے۔ انسانی شخصیت میں نورانیت ایک عجیب وغریب کشش پیدا کر دیتی ہے جو کہ دعوتِ دین کے لیے بہت مؤثر ہے۔

پرکشش شخصیت:

ارشاد فرمایا شروع شروع میں مجھے دفتر کے کاموں کے سلسلہ میں سنگاپور جانا پڑا۔ وہاں ایک کانفرنس میں شرکت کرنا تھی۔ فقیر کی یہ عادت ہے کہ جہاں شک وشبہ

والا کھانا ہو اس سے پرہیز کرتا ہے۔ چنانچہ وہاں بھی روٹی نہیں کھاتا تھا بلکہ ہوٹل میں آ کر انڈا بنوا کر کھا لیا کرتا تھا کیونکہ وہاں کے کھانے مشتبہ ہوتے ہیں یا حرام ہوتے ہیں، حلال تو بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ ہوٹلوں میں عموماً کھانے وغیرہ کے لیے لیڈیز ہی خدمت کرتی ہیں ایک دن ایک خدمت گار لیڈی مجھے دیکھ کر بار بار ہنس رہی تھی۔ پوچھا کیا بات ہے کیوں ہنس رہی ہو؟ کہنے لگی جب آپ چل کر آتے ہیں تو اتنے خوبصورت لگتے ہیں گویا کسی فلم کا ہیرو آ رہا ہے۔ یہ بات اس نے اس لئے کی کہ اس کے پاس اور الفاظ نہیں تھے جس سے وہ اپنا مافی الضمیر کو بیان کر سکتی۔ دراصل وہ یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ آپ کی شخصیت بھرپور شخصیت ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے زور دے کر فرمایا یہ ساری سنت کی برکات ہیں یہ سنت کا نور ہے جو لوگوں کو متاثر کرتا ہے۔

یا رب میں تیرے محبوب کی شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت تو اس کو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

سنت کا مذاق اڑانا:

راولپنڈی کے ایک نوجوان نے نئی نئی داڑھی رکھی تھی اور عرض کیا کہ داڑھی کی وجہ سے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ کسی رشتہ دار کے ہاں گیا تو ایک عورت نے کہا تجھے داڑھی اچھی نہیں لگ رہی کہنے لگی کہ یہ کوئی عمر ہے داڑھی رکھنے کی؟ اس کے علاوہ بھی اس نے الٹی سیدھی باتیں کیں تو پھر میں ان کے ہاں دوبارہ نہیں گیا کیونکہ اس نے سنت کا مذاق اڑایا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جن کے اندر فسق و فجور بھرا ہوا ہوتا ہے انہیں سنت سے چڑ ہو جاتی ہے یہ آزاد خیالی اور بے راہ روی ہے۔ حضورﷺ کی سنت کو ہلکا

سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے یہ تو پرلے درجے کی بے وقوفی ہے۔

اسی سے بات آگے چل نکلی اور فرمایا جو لوگ سنت کا مذاق اڑاتے ہیں یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑائے۔ سوچیں کہ اگر کوئی نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑائے گا تو اس کا یہ عمل کفر کے زمرے میں آ جائیگا۔ یہ سنت کا استخفاف بدبختی کی علامت ہے۔ ایسی باتوں سے اور ایسے ماحول سے بچنے کی ضرورت ہے جہاں قرآن وسنت کا مذاق اڑایا جائے اور سنت کو ہلکا سمجھا جائے۔ اگر ایسے لوگوں سے پرہیز نہ کیا جائے تو انسان آہستہ آہستہ ان باتوں میں ملوث ہو جاتا ہے اور کفر کی سرحدوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

قرآن وسنت کا کبھی مذاق نہ اڑائیں:

راقم الحروف نے عرض کیا کہ کالجز کے نوجوان لڑکے تو بہت مذاق اڑاتے رہتے ہیں، کبھی سنت کا اور کبھی قرآن وحدیث کی اور چیزوں کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کا کیا علاج ہے؟ ارشاد فرمایا کہ انہیں مذاق اڑانے کی نحوست سمجھانی چاہیے کہ سنت کا مذاق اڑانے سے انسان کفر کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ سنت کا مذاق اڑانے سے بچیں۔ نوجوانوں کو سمجھائیں کہ کیا آپ لوگ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ آپ کے سامنے موجود ہوں اور آپ لوگ ان سے مذاق کرنے لگ جائیں۔ مذاق تو دور کی بات ہے قران مجید تو یہاں تک کہتا ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے سامنے آواز بلند کرو گے تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں شعور بھی نہیں ہوگا۔

گناہ کو ہلکا سمجھنا:

ارشاد فرمایا کہ اس دور میں اس بات کا دکھ ہے کہ لوگ گناہ کرتے ہیں اور

اسے ہلکا سمجھتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تو دکھ اس بات کا ہے کہ گناہ کر کے اسے حیلے بہانے سے جائز بھی کر لیتے ہیں۔ اگر گناہ کو گناہ سمجھ کر کیا جائے تو اس پر ندامت بھی ہوتی ہے اور اس ندامت کی برکت سے معافی کی توفیق بھی ہو جاتی ہے۔ اگر گناہ کو بے پرواہی سے ہلکا سمجھ کر کیا جائے اور حیلہ بہانہ بنا کر اسے جائز کر لیا جائے تو اکثر اوقات معافی کی توفیق بھی چھن جاتی ہے۔ یہ بات بڑی خطرناک ہے کہ انسان کا نام مردم شماری کی لسٹ میں مسلمانوں کی فہرست میں ہو مگر کام منافقوں اور کافروں والے کرتا پھر رہا ہو تو صرف دنیاوی مفادات کی خاطر مسلمانوں کی لسٹ میں نام لکھوا دینے سے آخرت کا فائدہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات بہت اہم ہے اسے بار بار سنجیدگی سے سوچیں اور اپنے عملوں کو درست کر لیں۔

بار بار توبہ کرنا:

ارشاد فرمایا کہ مختصر یہ ہے کہ ہر ممکن کوشش کرے کہ سنت نبوی ﷺ کا مذاق اڑانے سے بچے۔ ایسا نہ ہو کہ موت کا وقت سر پر پہنچ جائے اور ہم سنجیدہ ہی نہ ہوئے ہوں۔ آج موت کی تیاری کا وقت ہے اگر یہ وقت ہاتھوں سے گنوا دیا تو قیامت کے دن شرمندگی اور ندامت سے ہاتھ ملنے پڑیں گے۔ انتہائی ضروری نصیحت ہے کہ وقت کی قدر کریں اور زیادہ سے زیادہ آخرت کے لیے عمل کر لیں۔ یاد رکھیں! توبہ کا بار بار ٹوٹنا توبہ کے بالکل چھوٹنے سے پھر بھی بہتر ہوا کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بار بار معاف کرتے ہوئے نہیں تھکتے تو ہم بار بار معافی مانگتے ہوئے کیوں تھک جاتے ہیں۔

ہمیں بار بار اللہ تعالیٰ سے اس طریقے سے التجا کرتے رہنا چاہیے تا کہ اللہ

تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ رابطہ جڑا رہے۔

؎ صبح توبہ ہے شام توبہ ہے
میرے لب پہ دوام توبہ ہے
با اثر ہے یا بے اثر تو جان
اپنے کرنے کا کام توبہ ہے

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

مذاق میں جھوٹ بولنے کی اصلاح

ایک دفعہ راقم الحروف نے عرض کیا کہ کل آپ نے فرمایا تھا کہ اقبال صاحب (خادم) دونوں جیبوں میں ٹافیاں رکھتے ہیں بچوں کو بھی دیتے ہیں اور نیند کے وقت خود بھی کھاتے ہیں کیا یہ واقعی درست ہے؟

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا اس فقیر نے مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس بات کے لیے 30 سال پریکٹس کی ہے، مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کا نقصان ہوتا ہے۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کا ایسے آدمی پر سے اعتماد ختم ہوجاتا ہے، دوسرا اس کا شمار چھچھوری حرکات میں ہوتا ہے، تیسرے پھر کوئی آپ کی سچی بات کا بھی اعتماد نہیں کرے گا اور آپ ناقابلِ اعتبار ہوجائیں گے بلکہ مردود الشہادت ہوجائیں گے۔

مذاق میں جھوٹ بولنا کیسا ہے؟

ارشاد فرمایا جھوٹ بولنا بہت بڑی لعنت ہے۔ آج مذاق میں جھوٹ بولنا فیشن بن گیا ہے حتیٰ کہ بہت سے مسلمان اتنے گر گئے ہیں کہ کالجز اور یونیورسٹیوں میں اپریل فول کی صورت میں پورا مہینہ جھوٹ بولنے کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ہائے افسوس......لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس چیز کی قباحت اور برائی کو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ کئی دفعہ کسی کو موت کی جھوٹی خبر دیتے ہیں وہ اسلام آباد سے بے چارہ کراچی پہنچتا ہے اور آگے وہ آدمی زندہ سلامت بیٹھا ہوتا ہے۔ ایمرجنسی میں جانے والے کو کتنی مصیبت

برداشت کرنی پڑی ہوگی، اسے کتنی کوفت ہوئی ہوگی اور جس کے مرنے کی جھوٹی اطلاع دی گئی اس پر کیا بیتے گی، وہ تو یہی سمجھے گا کہ یہ لوگ مجھے مار کر خوش ہونا چاہتے ہیں۔ معاشرے میں کتنا فساد پھیلے گا، دلوں میں کتنی نفرتیں پیدا ہوں گی، اس لیے قطعاً مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔

روزمرہ کے جھوٹ:

ارشاد فرمایا، مذاق میں کسی بھی قسم کی غلط اطلاع دینا بہت بری حرکت ہے۔ کئی لوگ مذاق کے طور پر طیارے میں بم کی جھوٹی اطلاع دے دیتے ہیں جس سے جہاز لیٹ ہو جاتا ہے، مسافروں کو پریشانی ہوتی ہے، یہ کتنی گھٹیا حرکت ہے۔ بچپن میں پرائمری کلاسوں میں ایک کہانی پڑھا کرتے تھے کہ ایک لڑکا بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن اسے شرارت سوجھی تو شور مچا دیا کہ بھیڑیا آ گیا، بھیڑیا آ گیا، لوگ مدد کو آ گئے پتہ چلا کہ مذاق میں جھوٹ بولا تھا، لوگوں کو بے وقوف بنایا تھا۔ دو تین دفعہ اس نے ایسا ہی کیا تو لوگ اس کی حرکت سے واقف ہو گئے اور پھر ایک دن حقیقت میں بھیڑیا آ گیا اور بھیڑوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ اس لڑکے نے بہت شور مچایا مگر کوئی مدد کو نہ آیا کیونکہ مذاق میں جھوٹ بولنے کی وجہ سے اس کا اعتبار ختم ہو گیا تھا۔

یہ کتنی سبق آموز کہانی ہے کہ بندے کا مذاق میں جھوٹ بولنا بھی اس کا اعتبار کھو دیتا ہے پھر چاہے وہ لاکھ یقین دلائے کہ پہلے وہ جھوٹ بول رہا تھا اب واقعی سچ بول رہا ہے تب بھی کوئی یقین نہیں کرتا۔ یاد رکھیں مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کا نتیجہ برا ہی نکلتا ہے اور آدمی کا اعتبار بھی خراب ہو جاتا ہے اور وہ جھوٹا بھی کہلاتا ہے۔

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

مدارس کی اصلاح وتربیت

تربیت کی اہمیت:

راقم الحروف نے خوشی خوشی سٹیل کے برتن میں ہاتھ دھلانا چاہے مگر اس میں پانی نکالنے میں ذرا دقت ہورہی تھی۔ فرمایا ذرا اوپر رکھو اور ہاتھوں کے درمیان پانی ڈالو۔ ہاتھ ہلا کر دھونا میرا کام ہے۔ پھر فرمایا، دیکھیں اتنا معمولی کام بھی سیکھنا پڑتا ہے پھر شریعت کے بڑے بڑے کاموں کو کیسے نہیں سیکھنا پڑے گا۔

مہتمم حضرات کی دینی خدمات:

ایک عالم نے بعض ذاتی قسم کے اختلافات کی وجہ سے مدارس کے مہتمم حضرات کو برا بھلا کہنا شروع کردیا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا سبھی کو ایک ہی لاٹھی سے نہ ہانکو، پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ سبھی مہتمم حضرات ایسے نہیں ہوتے جیسے آپ کہہ رہے ہیں۔ فرمایا جتنی مرضی خرابیاں گنوائی جائیں پھر بھی آپ کو ان کی خوبیوں کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ اس دور میں بعض مدارس میں کچھ کمی کوتاہی بھی ہوگی مگر یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ خیر بھی تو انہیں مدارس سے پھیل رہی ہے، انصاف سے کام لینا چاہیے کوئی اور ذریعہ بتائیں جس سے اتنی زیادہ خیر پھیل رہی ہو۔ مساجد کے آئمہ اور خطباء ان مدارس سے نکلے ہیں، بڑے بڑے مشائخ عظام ان مدارس سے پڑھ کر نکلے ہیں، مجاہدین کی فراہمی کے لیے یہ مدارس بہت بڑا ذریعہ ہیں، بڑے بڑے مدرسین انہیں مدارس میں رہ کر بڑے مدرسین بنے ہیں، دعوت وتبلیغ کے کام کو

ان مدارس کے علماء نے سنبھالا ہوا ہے، عوام میں دینی بیداری ان مدارس کے ذریعے آ رہی ہے۔ بتائیں کوئی اور ایسا ذریعہ ہے جس سے اتنی کثرت سے خیر پھیل رہی ہو۔ اگر کہیں کوئی کمی کوتاہی ہے تو مہتمم حضرات کوشش کرتے رہتے ہیں کہ یہ کوتاہیاں بھی نہ ہونے پائیں۔ مہتمم حضرات کوئی فرشتوں کا گروہ نہیں ہے کہ ان سے غلطی نہیں ہو سکتی، یہ دیکھنا چاہیے کہ ان سے قوم کو کتنا فائدہ مل رہا ہے، یہ دیکھنا چاہیے کہ فوائد زیادہ حاصل ہو رہے ہیں یا نقصان زیادہ ہو رہا ہے انصاف سے کام لینا چاہیے۔ کسی صورت بھی انصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

شکایت کا ازالہ:

اسی آدمی نے پھر مساجد کے آئمہ کی شکایات شروع کر دیں آپ نے ایک واقعہ سنا کر حجت تمام کر دی۔ ایک دفعہ حضرت تھانویؒ سے کسی نے عرض کیا کہ فلاں مسجد والا یہ کھا گیا وہ کھا گیا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا بھائی جاؤ آپ بھی مسجد بناؤ اور پھر خوب جی بھر کے کھاؤ۔

اسلام کی ترویج:

مری میں ایک خصوصی مجلس میں ادارہ علوم اسلامیہ کے مہتمم صاحب ملنے کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے ادارہ کے حالات تفصیل سے بتائے۔ اس ادارہ میں عصری علوم اور قدیم علوم کی مستقل تعلیم ہوتی ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ادارہ کے حالات سننے کے بعد فرمایا کہ ان بچوں کو مقابلے کے امتحان میں بھی بٹھانا چاہیے۔ ڈی سی اگر عالم ہوگا تو کتنا مزہ آئے گا۔ اس لیے بھی تا کہ وہ اسلام کا بھی کچھ

کام کر جائے۔ آج زوال کا دور ہے اس دور میں تو ہر بندے کو اپنی حیثیت سے اسلام کی ترویج میں حصہ لینا چاہیے تا کہ آخرت میں اس کا کچھ کام بن جائے۔

مدرسوں کا فیضان:

ارشاد فرمایا علمائے کرام جو مدارس چلا رہے ہیں ان کے لیے غور طلب بات ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بیٹوں نے تقریباً سو سال دارالعلوم کا انتظام و انصرام چلایا۔ بڑے بھائی نے تقریباً 40 سال اور پھر قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے انتظام سنبھالا۔ آج یہ حالت ہے کہ باپ مدرسہ بناتا ہے مگر بیٹوں سے نہیں چلتا، اس کے بعد پوتے تو اسے کاروبار بنا لیتے ہیں جس کی وجہ سے مدرسے کا فیض ختم ہو جاتا ہے اور دنیا دار قسم کے لوگ تیار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ مدرسوں کا فیض اخلاص للہیت اور تقویٰ وطہارت سے پھیلتا ہے۔

شخصیات اور خانقاہیں:

ارشاد فرمایا خانقاہ کسی عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو شخصیات کا نام ہوتا ہے۔ تربیت یافتہ شخصیت جہاں بھی بیٹھ جائے گی وہیں خانقاہ والی تربیت شروع ہو جائے گی۔ شخصیات تو گویا Mobile خانقاہیں ہیں جو کہ چلتے پھرتے بھی اصلاح و تربیت کا کام کرتی رہتی ہیں اس لئے ایسی شخصیات کے ساتھ اپنی اصلاح کے لئے سفر کرتے رہنا چاہیے۔

اخلاص کا رنگ:

ارشاد فرمایا ایک شخص نے حضرت تھانویؒ پر اعتراض کیا کہ لوگ تو آپ کو

قصائی کہتے ہیں کیونکہ آپ سختی بہت کرتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے برجستہ جواب دیا کہ لوگ میرے پاس بیل اور جانور بن کر آتے ہیں اس لیے مجھے بھی مجبوراً قصائی بننا پڑتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اخلاص کا رنگ تو تربیت سے ہی چڑھتا ہے جس کے لیے ڈانٹ ڈپٹ لازماً کرنی پڑتی ہے مگر آج کے مرید تو میٹھی میٹھی تربیت چاہتے ہیں اور پیر سے بھی اپنی تعریفیں سننے کے متمنی رہتے ہیں۔ بھلا ایسے لوگوں کی تربیت کیسے ہوگی۔ پیروں کے پاس اس لئے آنا چاہیے کہ اپنی کمی کوتاہی دور ہو سکے۔ تعریفیں تو دنیا میں اور بھی بہت سی جگہوں پر مل سکتی ہیں یہاں تو انسان کو اصلاح اور تربیت کے لیے آنا چاہیے۔

تربیت کی اہمیت:

آپ کی مجلس میں تربیت کا تذکرہ چھڑا تو آپ نے فرمایا

To train the trainer

جس نے آگے لوگوں کو ٹرینڈ کرنا ہے آپ پہلے اسے ٹرینڈ کر دیں تا کہ وہ اچھے طریقے سے بچوں کو ٹرینڈ کر سکے۔ اگر ادارہ میں تربیت کا رنگ لانا ہے تو پہلے اساتذہ کو ٹریننگ دیں تب بچوں پر تربیت کا رنگ چڑھے گا۔

کیفیتِ احسان پیدا کرنا:

ارشاد فرمایا حدیث جبرئیل میں احسان کا واضح تذکرہ ملتا ہے، بعض ایسے اساتذہ بھی تھے کہ جن کے ذریعے سے یہ احسان کی کیفیت حاصل ہوتی تھی مگر بعض

اساتذہ اب ان طریقوں کو بدعت سمجھتے ہیں۔ بعض اساتذہ ضروری تو سمجھتے ہیں مگر اہم نہیں سمجھتے۔ بعض بالکل ہی غافل ہیں اور بعض اساتذہ تو تصوف وسلوک کی لائن کی ہی مخالفت کرتے ہیں اور منکرین میں سے ہیں پھر بھلا وہاں تربیت کیسے ہوگی۔ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ تصوف وسلوک کے علاوہ کون سا طریقہ ہے جس کے ذریعہ کیفیتِ احسان پیدا ہو جائے گی ہمیں بھی تو کچھ بتائیں تاکہ ہمیں بھی پتہ چلے۔ بڑے بڑے اکابرین مثلاً حضرت مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا تھانویؒ نے تو تصوف وسلوک کی لائن سے ہی اپنے اندر کیفیتِ احسان کو پیدا کیا ہماری بھلائی اور اصلاح اسی میں ہے کہ ہم اکابرین کے طریقے کو نہ چھوڑیں۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

تقویٰ اور باطنی بصیرت:

عرض کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ بعض مدارس بظاہر اچھے بھلے چل رہے ہوتے ہیں مگر ان میں مشکل حالات (Crises) آ جاتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ جب چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی تقویٰ کا خیال رکھا جائے تو باطنی بصیرت پیدا ہوتی ہے جو کہ بہت سے فتنوں کو آنے سے پہلے ہی بھانپ لیتی ہے۔ پھر اس کا سد باب انسان قبل از وقت کر لیتا ہے۔ تقویٰ کا اہتمام ہوگا تو انسان بہت سی کمی کوتاہیوں کو دبا دے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہو جائے گی۔

ذکر فکر کی لائن:

ارشاد فرمایا مدارس میں فتنوں سے محفوظ رہنے کے لیے ذکر فکر کی مجالس بہت ضروری ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آخری عمر میں معذوریوں کے باوجود افریقہ وغیرہ دور دراز کے علاقوں میں دورے فرمائے اور ذکر کی لائن کا اجراء کیا۔ خانقاہیں آباد کیں حالانکہ آپ کے لیے مدینہ شریف سے جدا ہونا بہت مشکل تھا مگر ذکر فکر کی لائن کو زندہ کرنا بھی ضروری تھا جس کی وجہ سے آپ نے بالکل آخری عمر میں دور دراز علاقوں کے اسفار کیے۔

تربیت گاہیں:

ارشاد فرمایا آج تعلیم گاہیں رہ گئی ہیں اور تربیت گاہیں ختم ہوگئی ہیں حالانکہ تعلیم وتربیت دو لفظ ہیں مگر ''وٗ'' عاطفہ کے ساتھ اکھٹے کئے گئے ہیں جس طرح یہ دو لفظ ''وٗ'' عاطفہ سے ملائے گئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم وتربیت کو اکٹھا چلنا چاہیے تب کام بنے گا۔ اگر ہم تربیت یافتہ لوگ نہیں بنائیں گے تو پھر غیر تربیت یافتہ لوگ ہر شعبہ زندگی میں فساد پھیلائیں گے۔ ہر عملی کام میں تربیت کی ضرورت ہے۔ اس طرح اسلام بھی ایک عملی دین ہے اس میں بھی تربیت کی اشد ضرورت ہے مگر افسوس کہ آج تعلیم گاہیں تو بہت ہیں مگر تربیت گاہیں ختم ہوگئی ہیں۔

؎ اٹھائیں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

نسبت کی اہمیت:

ارشاد فرمایا دیوبند کے سفر میں دار العلوم دیوبند بھی دیکھا وہاں کے علماء کرام

سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ حضرت مولانا انظر شاہؒ جو کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے فرزند ہیں ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا انظر شاہؒ نے فرمایا دیوبند کے ابتدائی تیس سالوں میں یہ شرط تھی کہ فارغ التحصیل علماء جب تک کسی شیخ کی صحبت میں رہ کر نسبت کا نور اخذ نہیں کریں گے اس وقت تک ان کی دستار بندی نہیں ہوگی۔

اس وقت تربیت کا اتنا خیال رکھا جاتا تھا۔ اب تربیت کی کمی کی وجہ سے عمل اور اخلاص کا فقدان ہوتا جا رہا ہے جو کہ بہت بڑا المیہ ہے، یہ المیہ شاید سقوطِ بغداد سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔

ولایت کا نور:

ارشاد فرمایا پہلے مسلمان تھوڑے ہوتے تھے مگر ہیرے اور موتی ہوتے تھے، اب زیادہ ہوگئے ہیں مگر افسوس صد افسوس کہ بہت سے کفار کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ یورپ نے بے پردگی اور جنسیت کا ایسا دریا بہا دیا ہے کہ مولوی، مرید، پیر سب کے لیے ولایت کا حاصل کرنا ضروری ہوگیا ہے۔ ورنہ نظر کی حفاظت ناممکن ہو جائے گی۔

فحاشی و عریانی نے شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا ہے حتیٰ کہ یورپ میں اگر کوئی عورتوں سے بچنا چاہتا ہے تو اسے مردوں کو بھی دیکھنے سے بچنا چاہیے تب وہ عورتوں سے بچ سکے گا کیونکہ وہاں مردوں عورتوں کے لباس ملتے جلتے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ جراثیم مسلمان ملکوں میں بھی آ رہے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند اور اخلاص:

ارشاد فرمایا 1857ء میں انگریزوں کے ظلم و ستم اور مسلمانوں کے باہمی

انتشار کی وجہ سے حالات ناگفتہ بہ ہو گئے تھے، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے تمام بڑی بڑی جگہوں سے ہٹ کر ایک قصبہ میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی تا کہ حکومت کی نظروں سے بچ کر کام کرنے کا موقع مل جائے۔ شروع میں مدرسے کا کام انتہائی سادگی سے شروع ہوا۔ ایک انار کے درخت کے نیچے ملا محمود نامی استاد اور محمود نامی شاگرد نے کام کی ابتداء کی۔ حضرت نانوتویؒ کی دعاؤں، دن رات کی بے چینی اور کڑھن نے مدرسے کو قبولیت عطا فرمادی۔ حضرت نانوتویؒ کی طبیعت ایسی تھی کہ بالکل اپنے آپ کو مٹانے والے تھے۔ دارالعلوم میں جتنے اساتذہ تھے ان میں واحد حضرت نانوتویؒ تھے کہ جن کی نہ کوئی الماری تھی نہ کوئی صندوق تھا حتیٰ کہ کوئی گٹھڑی تک نہ تھی کہ جس میں سامان ہو۔ ایک ہی جوڑا تھا جسے دھو کر پہن لیتے، ایک لنگی تھی جسے باندھ کر کپڑے دھو لیتے، سفر میں لنگی کندھے پر رکھ لیتے، استاد کا بچا ہوا کھانا کھا لیتے اور بس۔

دارالعلوم دیوبند کی خصوصیات:

ارشاد فرمایا دارالعلوم دیوبند کے بنانے والے نے اپنے آپ کو اتنا مٹایا تھا کہ حیرانگی ہوتی ہے۔ دارالعلوم کی قبولیت کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ بنانے والوں نے اس میں اخلاص کا رنگ بھر دیا تھا۔ بالکل بے نفس اور بے غرض ہو کر دارالعلوم کی خدمت کی۔ اپنا نام ونشان تک مٹانے کی کوشش کی حتیٰ کہ سنگ بنیاد کی تختی وغیرہ بھی کوئی نہیں لگائی۔ واقعی جو اخلاص والے ہوتے ہیں وہ منجھ کی طرح اپنی ''میں'' کو چھوٹی چھوٹی کر کے کوٹ دیتے ہیں جس کی وجہ سے رحمتِ الٰہی کا سمندر جوش میں آتا ہے اور وہ قبول ہو جاتے ہیں۔

ے میں نوں منجھ فقیرا تے نکی کر کے کٹ
کھلے خزانے رب دے جنے چاہے لٹ

فضل ہی فضل:

ارشاد فرمایا اپنے ہر علم اور عمل کو بالکل مٹا کر رکھ دیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل کو یاد رکھیں، فضل نہ ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہر وقت اللہ رب العزت کے فضل کا استحضار رکھیں تب بات بنے گی۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ○

”یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔“

اگر اپنے علم، عمل اور اخلاص میں سے کسی پر بھی نظر چلی گئی تو وہیں برکت اٹھ جائے گی اس لیے ضروری ہے کہ ہر وقت کام بھی کریں مگر اخلاص کو مدنظر رکھیں اور پروردگار کے فضل و کرم پر نظر رکھیں تاکہ عجب و تکبر دل میں نہ آنے پائے۔

فضل اور قبولیت:

ارشاد فرمایا کام کی قبولیت کے لیے اکثر اوقات دعائیں مانگتے رہنا چاہیے، انشاء اللہ کبھی نہ کبھی ضرور قبولیت مل جائے گی۔ قبولیت کے لیے تقویٰ، قربانی اور خصوصاً اپنے آپ کو مٹانا بہت ضروری ہوتا ہے ورنہ نام ہوگا کام نہیں ہوگا۔ اگر کام ہو گیا تو قبولیت نہیں ہوگی جس کی وجہ سے کام ناپائیدار ہوگا قبولیت کے لیے بہت ضروری ہے کہ اپنے آپ کو بالکل مٹا دیا جائے اور صرف اور صرف اللہ کے فضل کو یاد رکھا جائے۔

ے مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

شہرت اور موت:

ارشاد فرمایا فوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ جس کے دل میں نیکی کے کام کا مقصد ہو کہ شہرت ملے تو موت کے ساتھ ہی اس کا نام ونشان مٹ جاتا ہے اور جس کی تمنا اور تڑپ یہ ہو کہ میں نے اپنے آپ کو چھپانا اور مٹانا ہے اس کے مرتے ہی اللہ تعالیٰ اس کے نام کا ڈنکا بجا دیتا ہے۔

؎ جگ میں جو کرتا ہے اچھے کام
مر کے بھی رہتا ہے زندہ اس کا نام

لٹریچر اور صحبت:

ارشاد فرمایا کتابیں پڑھنے سے اور لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے خالی معلومات میں اضافہ ہوگا، علم، عمل اور اخلاص جیسی نعمتیں کسی اللہ والے کی صحبت میں آنے جانے سے نصیب ہوتی ہیں۔ اگر لٹریچر سے ہی سارے کام بن جاتے تو قرآن حکیم سے بڑی کوئی کتاب نہیں ہے اس کے ساتھ پھر رسول اللہ ﷺ کو نہ بھیجا جاتا۔ ہر دور اور ہر زمانے میں کتاب کے ساتھ رسول اور نبی آتے رہے ہیں، اس دور میں بھی نبیوں کے وارثوں کے پاس جانے کی اشد ضرورت ہے تا کہ ان سے نورِ نبوت حاصل کر سکیں۔ یہ نور تو سینہ بسینہ ہی آگے منتقل ہوا ہے اور صحبت کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ جو نیکی اور تقویٰ کا دور تھا اس دور میں اگر نبی اور رسول ﷺ کی رہنمائی کی ضرورت تھی تو آج اس فساد کے دور میں کیا ان کے وارثوں کی صحبت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دور میں تو یہ زیادہ ضرورت ہو گیا ہے کہ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے اللہ کے نیک، متقی اور باعمل علماء کی صحبت اختیار کی

جائے ورنہ شیطان کے وار سے بچنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ حضرت علامہ سید سلمان ندویؒ فرماتے ہیں لوگ قرآن وحدیث کو پڑھ کر علوم نبوت تو حاصل کر لیتے ہیں مگر نور نبوت اللہ والوں کے سینوں سے ہی مل سکتا ہے۔ جو قرآن وحدیث پر عمل کے پابند ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں عملی طور پر پیش کرتے ہیں تاکہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی عمل کی توفیق نصیب ہو جائے اور ان کے دل بھی نیکی کے لیے آمادہ ہو جائیں۔

امتحان کی تیاری کا طریقہ:

ارشاد فرمایا جو مجھے یہ کہہ دے کہ میں خوب پڑھتا ہوں اس سے دل خوش ہوتا ہے اس کی طرف توجہ بھی رہتی ہے اور جو یہ کہے کہ میں تو پڑھ نہیں سکتا پڑھنے میں میرا دل نہیں لگتا، اس کی یہ باتیں سن کر طبیعت خوش نہیں ہوتی۔ سوچیں نالائقوں سے کون خوش ہوتا ہے۔ طالبات بعض اوقات یہ بتا کر خوش ہوتی ہیں کہ ہم تو پڑھتی نہیں، تاکہ ہماری تعریف ہو جائے کہ پاس تو ہو جاتی ہیں مگر پڑھتی نہیں ہیں۔ جو پاس ہوتی ہیں امتحانات میں ممتاز آتی ہیں وہ پڑھتی ہیں مگر جھوٹ کہتی رہتی ہیں کہ ہم تو زیادہ پڑھتی نہیں بس تھوڑا سا پڑھتی ہیں حالانکہ وہ خوب پڑھنے والی ہوتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ دوسروں کی باتوں میں آکر اپنی پڑھائی نہ چھوڑیں بلکہ اپنا ٹائم ٹیبل بنا کر رکھیں اس کے مطابق روزانہ چند گھنٹے لازماً اپنی پڑھائی کو دیں۔

میجر محمد اسد نقشبندی مجددی

حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ بیتے ہوئے یادگار لمحات

س......اصلاحی واقعات جس نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

ایک دفعہ حرم میں طواف زیارت کر رہے تھے اور سعی کے درمیان کوئی آدمی آگے آیا تو فرمایا نہ ہٹائیں بلکہ زندگی کا اصول بنالیں کہ اگر کوئی راستے میں آئے تو اسے ہٹاتے نہیں ہیں بلکہ خود اپنا راستہ تبدیل کرلیں تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

ایک دفعہ کرنل عبد الرب صاحب کے گھر میں پاؤں دبانے لگے تو بایاں پاؤں دبا دیا فرمایا جب بھی کوئی اچھا کام شروع کریں تو دائیں طرف سے شروع کریں حالانکہ آپ اس وقت سو رہے تھے مگر فوراً جاگ گئے اور اصلاح فرما دی۔

میرے بھائی عابد صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ چیمہ صاحب کے گھر اسلام آباد میں موجود تھے تو فرمایا کہ اس چادر کو ایک طرف رکھ دیں۔ میں نے یونہی اٹھا کر رکھ دی۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے چادر منگوائی، خود تہہ کیا اور پھر اسے سلیقے سے رکھا۔ فرمایا ہمیشہ ہر کام ترتیب اور سلیقہ سے کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ائرپورٹ سے آرہے تھے، روٹ لگا ہوا تھا۔ ایک دوست نے کہا کہ تنگ کرنے کے لئے یہ لگا دیتے ہیں ہم سب کے دل تنگ ہو رہے تھے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے حسنِ ظن کا پہلو نکالتے ہوئے فرمایا کہ ہم گھنٹوں اپنے ملک کے فائدے کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں، سمجھایا کہ ہر چیز کا مثبت پہلو بھی دیکھنا چاہیے صرف منفی پہلو ہی نہیں دیکھنا چاہیے۔

ایک میجر صاحب کو پہلی یا دوسری دفعہ آپ کی خدمت میں لے کر گیا۔ انہوں نے کہا میری بیوی داڑھی نہیں رکھنے دیتی ۔ فرمایا کسی کھیتی میں محنت کے بغیر بیج ڈالا جائے تو اگتا نہیں ہے، اگر اگتا ہے تو پھل میٹھا نہیں ہوتا پہلے گھر والوں پر پیار محبت سے محنت کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر گھر کے حالات موافق ہو گئے ۔ الحمدللہ انہوں نے داڑھی رکھ لی اور کامیاب ہو گئے ۔

ایک دفعہ حضرت جی کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں بدعتی لوگ فوج میں بہت کام کر رہے ہیں ۔ فرمایا کہ جب آپ لوگ صحیح عقائد والے کام نہیں کریں گے اور میدان کھلا چھوڑ دیں گے تو پھر غلط لوگ تو کام کریں گے ۔ اس لئے حکمت و دانائی سے دین کا کام کرتے رہنا چاہیے۔

س...... حضرت جی کے کس شفقت و محبت کے واقعہ نے بہت متاثر کیا؟

حج کے سفر میں جس بات نے سب سے زیادہ فائدہ دیا وہ یہ ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کا پریکٹیکل حج دیکھا کہ ہر ہر رکن کو بڑے اہتمام سے ادا کر رہے تھے سعی وغیرہ میں بڑی اطمینان سے رقت آمیز دعا کرتے تھے ہر دفعہ عجیب و غریب دعائیں کروا رہے تھے ۔ کتابوں سے وہ کچھ نہ سیکھ سکے جو حضرت جی دامت برکاتہم کے پریکٹیکل حج کو دیکھ کر سیکھا ۔ کتابوں میں دعائیں وغیرہ پڑھی تھیں مگر توفیق حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ رہ کر ہوئی ۔ ہر ہر رکن کو اہتمام کے ساتھ کرنا سیکھا جلد بازی نہیں کی ۔ عمل کرنا ایک طرف ہوتا ہے مگر خوب اہتمام اور حضوری سے ہر عمل کو کرنا یہ بڑی بات ہے یہ چیزیں حضرت جی کی صحبت میں رہ کر سیکھیں اس کے ساتھ ہر موقع پر رقت آمیز دعائیں مانگنا بھی سیکھیں۔

حضرت جی کو خانہ کعبہ کی زیارت کرتے ہوئے دیکھا کہ آنکھ بھی آسانی سے نہیں جھپکاتے تھے پھر مراقبہ کرتے پھر زیارت کرتے یہ زیارتِ کعبہ کا پریکٹیکل عمل دیکھا اور سیکھا۔

ایک دفعہ کچھ آفیسرز کو لے کر حاضر ہوا، تھوڑا وقت تھا۔ ایسی جامع نصیحت فرمائی کہ سب متاثر ہوئے۔ فرمایا سجدہ صحیح کریں، جو انسان کے اندر روحانی بیماریاں تکبر، عجب اور Lust (شہوت) ہوتی ہیں وہ اطمینان اور حضوری سے سجدہ کرنے سے دور ہوتی ہیں۔ جب آفیسرز باہر نکلے تو کہنے لگے ہمارے حسبِ حال نصیحت فرمائی اور وہ رو رہے تھے کہ اتنے تھوڑے وقت میں اتنی جامع نصیحت فرمادی۔

س...... کون کون سی کتاب نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ ہوا؟

''مکتوباتِ فقیر'' سے بہت فائدہ ہوا اور اصلاح ہوئی اس کے بعد ''رہے سلامت تمہاری نسبت'' نے بہت فائدہ دیا اور نسبت والوں کی قدر معلوم ہوئی۔

س...... حضرت جی کی کون سی عادت نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

ہر وقت تازہ دم رہنا اور توجہ الی اللہ کے ساتھ رہنا یہ عادت بہت زبردست ہے۔

س...... وہ واقعہ جو بھلانے سے نہیں بھولتا؟

ایک دفعہ جھنگ میں ایک بندہ بغیر اجازت کے اندر کمرے میں چلا گیا پھر وہ جلدی باہر آ گیا۔ اس کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم باہر آئے کہ بغیر اجازت کے اندر نہیں آنے دینا چاہیے کیونکہ بیان کی تیاری کر رہا ہوں ۔ بعد میں آ کر اس آدمی کا پوچھا اور فرمایا کہ ڈھونڈ کر لاؤ اور پھر بڑا افسوس کیا کہ وہ بغیر ملے کیوں چلے

گئے۔

س......کس بیان نے بہت متاثر کیا اور بہت فائدہ اٹھایا؟

جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی میں وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ پر بیان فرمایا اور ایک عالم کو جذب بھی ہو گیا اور عاجز بھی بہت متاثر ہوا۔

چکوال میں مولانا عبد الشکور صاحب کے صاحبزادے کی وفات پر بیان کرتے ہوئے فرمایا ''ہم صرف اچھی زندگی ہی نہیں بلکہ اچھی موت مرنے کے لئے آئے ہیں۔''

س......کوئی تقویٰ اور احتیاط کا واقعہ سنا دیں۔

راولپنڈی رواج ہال میں سیکورٹی پر ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔ جب حضرت جی تشریف لائے تو کچھ لوگ بھی باہر کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے ڈانٹا کہ مردوں کو بالکل دور کر دیں کہ کہیں بے پردگی نہ ہو۔ اس میں کوئی غلط فہمی بھی نہیں ہونی چاہیے اور پردے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ نوجوانوں کے لئے تقویٰ کے متعلق فرمایا کہ کسی عورت کے برقعہ کو بھی نہ دیکھیں یہی تقویٰ ہے کیونکہ

ع ہوس سینوں میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

انفرادی اصلاح و تربیت کیسے کریں

اصلاح کیسے ہوگی؟

ارشاد فرمایا، پہلے توبہ، پھر اصلاح اور پھر خشیتِ نماز ترتیب وار ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اگر سچے دل سے توبہ تائب ہو گئے تو آہستہ آہستہ اصلاح بھی نصیب ہوتی جائے گی جس کی وجہ سے لایعنی سے بھی نفرت ہو جائے گی اور پھر خشیتِ نماز حاصل ہو جائے گی۔ حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ جو کہ حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ سورۃ مؤمنون کی دوسری آیت میں حصول خشیتِ نماز کا طریقہ بیان ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ خشیتِ نماز کے تذکرہ کے ساتھ ہی لایعنی سے بچنے کا ذکر ہے جس میں اشارہ ہے کہ لایعنی سے بچو گے تو خشیتِ نماز بھی نصیب ہو جائے گی۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○

’’بیشک ایمان والے کامیاب ہو گئے، جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں، اور جو فضول باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔‘‘

دل کی صفائی:

ارشاد فرمایا، گناہ دل کے اندر نہیں جاتے بلکہ دل پر ایک ظلمت کی تہہ جما دیتے ہیں۔ ظلمت کی تہہ دل کے اوپر جمتی چلی جاتی ہے، اس لیے توبہ تائب ہونا بال

صفا پاؤڈر کی طرح گناہوں کی ظلمت کو صاف کر دیتا ہے۔ میل عموماً نفس کے اندر ہوتی ہے جیسے میل کپڑے کے اندر ہوتی ہے۔ اسی لئے تزکیۂ نفس کے ذریعے نفس کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔

؎ نفس پلیت پلیت چا کیتا
کوئی اصل پلیت تا ناسے

ندامت کی فضیلت:

ارشاد فرمایا، ہر وقت اپنے اوپر ندامت اور شرمندگی کی کیفیت طاری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کو بندے کی ندامت بہت پسند ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہگاروں کی ندامت اطاعت گزاروں کی اطاعت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

؎ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

خط پہنچانا واجب ہے:

دورانِ سفر حضرت جی دامت برکاتہم نے راقم الحروف سے پوچھا کہ فلاں آدمی نے آپ کو خط دیا تھا آپ نے بروقت کیوں نہیں پہنچایا۔ فرمایا اگر کسی کا پیغام یا خط وصول کرلیں تو پھر اس کا پہنچانا واجب ہو جاتا ہے۔ راقم الحروف نے عرض کیا یہ عاجز تو اس خط کا بار اٹھانے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔ فرمایا اگر ہمارے حضرت شیخ کا کوئی خط یا پیغام ہوتا تو ہم دوڑ کر اسے قبول کرتے اور پوری ذمہ داری سے اسے

پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

؎ عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنئ پیغام ابھی

اجتماعی اصلاح:

کسی نے عرض کیا کہ امت کی اجتماعی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا، اس کی ابتداء اجتماعی توبہ سے ہوگی۔ اس کے بعد ضروری ہے کہ لوگ توبہ پر استقامت دکھائیں اور اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم ﷺ کے طریقوں کے مطابق کرتے جائیں۔ جب اعمال صالح ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ حالات بھی بدل دیں گے۔

؎ جب کہا میں نے کہ یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوا بندے اپنا نامۂ اعمال دیکھ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (الرعد 11)

"بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتے جب تک کہ وہ قوم خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کرے۔"

اللہ تعالیٰ کی عادتِ شریفہ یہی ہے کہ وہ انفرادی گناہوں کی وجہ سے پوری قوم کو تباہ نہیں کرتے لیکن اگر کثرت سے لوگ نافرمان بن جائیں تو پکڑ بھی آ جاتی ہے۔

؎ فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
مگر کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

پاکستان کا بچاؤ:

ارشاد فرمایا بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ ہمیں آزادی مل جائے اور زمین کا ایک ٹکڑا مل جائے تو اس پر ہم تیرے حکموں کی پابندی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آزادی دے دی، نعمتیں مہیا کر دیں مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا اور آخرکار وہ قوم تباہ ہو گئی۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً

''پھر تمہارے دل سخت ہو گئے پتھر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔''

بنی اسرائیل کی طرح ہماری بھی یہی حالت ہے ہم نے نعرے تو لگائے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ اور وعدے کئے تھے کہ اپنے ملک میں اسلام کو نافذ کریں گے، اب ہم اسلام کا نفاذ کرنے کی بجائے اسلام کی باتوں کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ اسی لئے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاریؒ فرماتے تھے:

''اس امت میں نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے چہرے تو مسخ نہیں ہوتے مگر دل مسخ کر دیئے جاتے ہیں۔''

دل مسخ ہونے کی یہ علامت ہوتی ہے کہ نیکی کرنے کو دل نہیں چاہتا حتیٰ کہ نمازیں چھوٹ جانے کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسے بندے کو اگر کوئی نصیحت کی جائے تو وہ اثر قبول نہیں کرتا۔ ہماری مثال کشتی کے ان مسافروں جیسی ہے جو کشتی کے اندر بیٹھے ہیں اور کشتی کو ڈوبتا دیکھ رہے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ تو کشتی ڈوب رہی ہے ہم تو

نہیں ڈوب رہے۔

ہم بھی یہی کچھ سمجھ رہے ہیں ملک تباہ ہو رہا ہے ہم تو بچ جائیں گے۔ نادانو! عقل سے کام لو اور اس ملک کی کشتی کے بچاؤ کی فکر کرو اگر اس کشتی کے ساتھ ہی دریا میں ڈوب گئے تو پھر سوچنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔

انسان بننا:

حضرت جی دامت برکاتہم کسی پروگرام میں شرکت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں صنعتی نمائش کے بینر لگے ہوئے نظر آئے۔ کسی دوست نے عرض کیا یہاں صنعتی نمائش لگی ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا صنعتیں بنانا آسان ہے، مادے پر محنت کرنا اور اس کو سنوارنا آسان ہے، لوہے کو پگھلانا آسان ہے مگر اشرف المخلوقات کو حقیقتاً انسان بنانا بڑا مشکل کام ہے۔

انسان کو انسان بنانا بھی تو ایک فن ہے، ایک صنعت ہے اور یہ سب سے مشکل صنعت ہے اسی کام کے لیے انبیاء کرام کو دنیا میں مبعوث کیا گیا۔ انسان کا بننا اور بنانا بڑا مشکل کام ہوتا ہے جو بنتا ہے یا بناتا ہے وہ پتہ پاتا ہے۔

؎ بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے جس نے قطب اور ابدال بننا ہو وہ کہیں اور چلا جائے اور جس نے انسان بننا ہو وہ میرے پاس آجائے۔

بڑی خوشی:

ارشاد فرمایا، اولاد کا ہونا ایک خوشی ہے اور اولاد کا صالح ہونا دوسری بڑی

خوشی ہے۔ فیصل آباد کے ایک دوست نے بتایا کہ میرے بیٹے کو قرآن سے اتنا عشق ہے کہ ہر روز قرآن ختم کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا الحمدللہ اس فتنہ وفساد کے دور میں بھی قرآن مجید کے ساتھ اتنا ذوق وشوق رکھنے والے موجود ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کا ذوق وشوق رکھنا بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔

اس دور میں خوش نصیب ہے وہ اکبر
جس نے قرآن کو کھلا رکھا ہے

شدید اظہارِ محبت:

راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت! آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے ہیں، آپ کی تشریف آوری پر بچے بہت خوش ہوتے ہیں۔ بعض بچے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ صاف بول بھی نہیں سکتے پھر بھی حضرت جی دامت برکاتہم کی آمد پر بڑی محبت اور گرم جوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ بچے اتنے باشعور نہیں ہوتے، ان کا شعور اتنا کم ہوتا ہے لیکن ان کی محبت کا اظہار اتنا شدید ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا، ہم نے اپنے بزرگوں سے یہ سنا ہے کہ جو لوگ محمدی المشرب ہوتے ہیں وہ ہر شعبۂ زندگی کے لوگوں میں مقبول ہوتے ہیں۔ جیسے حضور اکرم ﷺ ہر طبقہ کے لوگوں میں مقبول تھے۔ مرد آپ ﷺ سے شدید محبت رکھتے تھے تو عورتیں بھی آپ ﷺ سے شدید محبت رکھتی تھیں۔ حتیٰ کہ بچے بھی آپ ﷺ کے ساتھ شدید ترین محبت کرتے تھے۔ محمدی المشرب سالک کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔

باطنی نور:

ارشاد فرمایا، بعض لوگوں کا کام کسی ایک طبقہ میں ہوتا ہے، بعض کا کسی

دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے۔مگر محمدی المشرب شیخ کا کام ہر شعبۂ زندگی کے لوگوں کے درمیان ہوتا ہے۔محمدی المشرب ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ معاملہ بھی جدا ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین کے ہاں جو شیخ مقبول ہوتا ہے وہ محمدی نسبت ہونے کی وجہ سے مقبول ہوجاتا ہے۔ وہ بزرگ اس شیخ کے ظاہر کو ہی نہیں دیکھتے وہ اس کے باطن کے نور کو بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

دوام توجہ الی اللہ:

حضرت جی دامت برکاتہم سے ایک دفعہ راقم الحروف نے عرض کیا کہ آپ نے ایک دفعہ سامعین کو خوب ہنسایا تھا کیا اس وقت بھی آپ کو دوام توجہ الی اللہ حاصل تھی۔ارشاد فرمایا، آپ نے عجیب بات پوچھی ہے۔آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہنسنے میں توجہ الی اللہ ہٹ گئی ہوگی۔''حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ جب فنائیت کے مقام سے انسان آگے گزر جاتا ہے تو ہزار سال بھی کوشش کر کے اگر اللہ تعالیٰ کا بھلانا چاہے تو نہیں بھلا سکتا۔

ع بھلانا بھی چاہو تو بھلا نہ سکو گے

دوامِ ذکر کا حصول:

کسی نے پوچھا کہ دوام ذکر کی عادت کیسے بن سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا، دوام ذکر کے لیے کئی انداز سے محنت کرنی پڑتی ہے۔مثلاً

☆ باوضو رہنے کی پوری پوری کوشش کریں۔

☆ ہر حال میں وقوفِ قلبی رکھنے کی کوشش کریں، اگر بار بار اللہ تعالیٰ کو بھول

جائیں اور اس سے غافل ہو جائیں تو پھر بار بار اس کو یاد کریں۔

☆ دوام ذکر کے لیے آنکھ کی پاکیزگی اور آنکھ کا پرہیز انتہائی ضروری چیز ہے۔ بعض اوقات کئی گھنٹوں کے مراقبہ کو ایک بدنظری تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

☆ لایعنی باتوں اور لایعنی کاموں سے بچنے کی کوشش کریں۔ حدیث مبارکہ ہے

مِنْ حُسْنِ الْاِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ

''انسان کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔''

☆ گناہ کی جگہ پر جانے سے گریز کریں تا کہ حرام چیزوں سے بچ جائیں۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے اِتَّقُوْا مَوَاقِعَ التُّهَمْ ''تہمت کی جگہ سے بھی بچو۔''

☆ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور دوام ذکر کے لیے آہ وزاری اور دعا کرتے رہنا چاہیے تا کہ عاجزی انکساری کی برکت سے یہ نعمتِ عظمیٰ نصیب ہو جائے۔

مراقبہ اور نیند:

کسی نے عرض کیا کہ مراقبے میں نیند آ جاتی ہے؟ ارشاد فرمایا، مراقبہ میں چونکہ نیت مراقبہ کی ہوتی ہے اس لیے نیند بھی مراقبہ میں ہی شمار ہوتی ہے۔ غفلت کی اونگھ میں فقط جسم کو سکون ملتا ہے اور دوسری اونگھ میں دل اور روح کی بھی تسکین ہوتی ہے۔ مراقبے کی نیند سے دل اور روح کو آرام مل جاتا ہے۔ اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

خدمت کی برکات:

ارشاد فرمایا، خدمت کرتے وقت شیخ کا قرب نصیب ہوتا ہے اس لئے خدمت کرتے وقت اخذ فیض اور توجہ الی اللہ کی نیت کرنی چاہیے۔ اگر صحبت و خدمت کے وقت

بھی فیض نہ اٹھا سکے تو پھر بھلا کس وقت اٹھائیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدمت کرتے وقت انتہائی توجہ اور عاجزی اختیار کی جائے۔ انتہائی احسان مند ہو کر شیخ کی خدمت کی جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا دروازہ کھل جائے۔ جو اخلاص سے خدمت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی نوازشات کو اپنی طرف متوجہ پائے گا۔ یہ تعلق چونکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے اس لئے یہ ''الحب فی اللہ'' کا مصداق بن جائے گا۔

گناہوں کی بخشش:

نیلا بٹ سے مظفر آباد کا سفر کار کے ذریعے طے ہو رہا تھا کہ ایک جگہ بہت زیادہ درختوں کے جھنڈ دیکھ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا آپ میں سے کوئی ان درختوں کے پتے گن سکتا ہے؟ حاضری نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا اگر ان درختوں کے پتے گن بھی لیں تو کیا پوری دنیا کے درختوں کے پتے گنے جا سکتے ہیں؟ جواب ملا کہ ان پتوں کا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا، گننا تو دور کی بات ہے۔ اتنے پتوں کو گننا نہ صرف مشکل ہی ناممکن کام ہے، آپ سوچیں کہ اگر کوئی شخص ان پتوں کی تعداد کے برابر بھی گناہ کرے اور پھر سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

بحر عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا
پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تری رحمت نے گوارا نہ کیا

عجیب واقعہ:

ارشاد فرمایا ہمارے ساتھ امریکہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی تو ایک آدمی نے مجھ سے آ کر کہا کہ میرے حالات ٹھیک نہیں ہیں اس لئے میں تو دس ڈالر بھی نہیں دے سکتا۔ لیکن لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ میں نے پیسے نہیں دیئے۔ یہ اس لئے تاکید کر رہا تھا کہ لوگوں میں بیٹھ کر باتیں کر سکے کہ میں نے بہت کچھ خرچ کیا ہے۔ بعد میں اسی آدمی کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے لتا منگیشکر کافرہ کے گانے سننے کے لیے اپنی فیملی کے گیارہ ممبران کے لیے سوسو ڈالر کے ٹکٹ خریدے۔ مسجد و مدرسہ کے لئے تو دس ڈالر نہیں دے رہے مگر گانے کے لیے 1100 ڈالر خرچ کر دیئے۔ دین کو اتنا ارزاں کر دیا گیا ہے کہ سوچ کر رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔ بالکل دلوں سے دین کی اہمیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

مزار کے مجاور:

سفر کے دوران ایک مزار دیکھا جس پر چھوٹے چھوٹے کپڑے اور جھنڈے لٹکے ہوئے تھے۔ فرمایا یہ کوئی زلفوں والی سرکار ہوگی۔ یہ مزار آہستہ آہستہ بدعات کے گڑھ بن جاتے ہیں۔ پہلے جھنڈے لٹکاتے ہیں پھر کوئی مجاور بیٹھ جاتا ہے وہ جھوٹے سچے واقعات سنا کر لوگوں کا اعتقاد بناتا ہے۔ فقیروں والی شکل وصورت بنالیتا ہے تو اس کا کاروبار خوب چل نکلتا ہے۔ پھر چڑھاوے چڑھنے لگتے ہیں اور دیگیں پکنے لگتی ہیں۔ مجاوروں کی اکثریت بدکردار ہوتی ہے بعض تو فرض نماز کے قریب ہی نہیں جاتے بلکہ بھنگ اور چرس پیتے پلاتے ہیں۔ مگر لوگ ایسے جاہل ہیں کہ انہیں نذرانے دیتے

ہیں۔

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

جسم روح اور ایمان کی سلامتی:

ارشاد فرمایا تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جن بزرگوں نے کثرت سے تلاوت کا معمول بنایا انہوں نے طویل عمر پائی اور صحت اور سلامتی سے رہے۔ جسم کی سلامتی کے لیے کم کھانا اور کثرت سے تلاوت کلام پاک کرنا، روح کی سلامتی کے لیے گناہ نہ کرنا اور ایمان کی سلامتی کے لیے کثرت سے درود شریف پڑھنا مجرب ہے۔

بہترین جواب:

کسی نے سوال کیا تقلید کیوں ضروری ہے؟ اسلام آباد کی ایک ڈاکٹر صاحبہ تقلید کو ضروری نہیں سمجھتی، یہ کیا بات ہے؟

ارشاد فرمایا وقت کی کمی ہے اس لیے دلائل کے ساتھ اس کا جواب دینا اس وقت مشکل ہے۔ بس آپ مجھے ایک جواب دے دیں کہ قیامت کے دن امام اعظمؒ کھڑے ہوں گے ان کے پیچھے لاکھوں علمائے کرام اور اولیائے عظام کھڑے ہوں گے جو مسائل میں ان کی پیروی کیا کرتے تھے دوسری طرف یہ ڈاکٹر ہوگی۔ آپ کس کے پیچھے کھڑے ہونا پسند کریں گے؟ اس نے عرض کیا کہ سینکڑوں سالوں سے لاکھوں علمائے کرام جن کی پیروی کر رہے ہیں ہم تو انہی کے پیچھے کھڑا ہونا پسند کریں گے۔

بس بس بات مجھے اچھی طرح سمجھ آ گئی ہے۔

نئے مریض:

عرض کیا گیا کہ بعض اوقات نئے نئے طالبین کی طرف شیخ کی زیادہ توجہ ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا نئے لوگوں کو پٹڑی پر چڑھانے کے لیے کچھ عرصہ Target بنانا پڑتا ہے۔ جب وہ اچھی طرح جڑ جاتے ہیں پھر انہیں بھی نارمل توجہ ملتی رہتی ہے۔ نئے لوگوں کی طرف زیادہ توجہ اس لئے بھی دی جاتی ہے کہ یہ نیا مریض ہے اس لیے اسے سپیشل وارڈ میں رکھا جا رہا ہے۔

دو خوبیاں:

اسی دوران سیالکوٹ سے ایک آدمی آیا اس نے اپنے تفصیلی حالات سنائے اور عرض کیا کہ ان کی اصلاح کا طریقہ بتا دیجئے۔

ارشاد فرمایا پہلی ملاقات کے بعد یہ دوسری ملاقات ہے، بیعت کے ذریعے ایک زبردست تبدیلی جو آپ خود بیان کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ دنیا کی بے وقعتی دل میں آ گئی ہے اور اس کی محبت دل سے نکل رہی ہے۔ دوسری خوبی اپنے اندر یہ پیدا کریں کہ وقت کی قدر کریں اور گناہوں پر ندامت کا احساس اپنے اندر پیدا کر لیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ احساس پیدا نہیں ہو رہا۔ ارشاد فرمایا اگر آپ یہ احساس پیدا کر لیں تو آپ کو گویا دوسرا پر نصیب ہو جائے گا جس کی برکت سے آپ روحانیت میں پرواز کرنے لگ جائیں گے۔ ایک پر یہ ہے کہ دنیا کی محبت دل سے نکل جائے دوسرا پر یہ ہے کہ وقت کی قدر کر لیں اور دل میں گناہوں پر ندامت کا احساس پیدا کر لیں۔

پکڑ کب آتی ہے؟

ارشاد فرمایا، عوام کی پکڑ اس وقت آتی ہے جب نامحرم پر نظر پڑتی ہے۔ سالکین کی پکڑ تو اسی وقت آ جاتی ہے جب وہ بدنظری کا خیال دل میں پکانا شروع کرتے ہیں۔ سالکین کو چاہیے کہ ایسے خیالات کو دل میں آنے ہی نہ دیں بلکہ کسی نہ کسی ذکر فکر میں لگے رہیں تاکہ دل میں ایسے خیالات جڑ ہی نہ پکڑیں۔ عارفین کی پکڑ اس وقت بھی ہو جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی اور پر محبت کی نظر ڈالیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے محبت کی نظر بیٹے پر ڈالی تو امتحان آ گیا اور بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم آ گیا۔

گناہ سے بچاؤ:

ارشاد فرمایا یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ کسی گناہ سے بچنے کے لیے دل سے اللہ کی پناہ میں آ جائیں تو بچاؤ ہو جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کو جب گناہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے فوراً معاذ اللہ کہا اور فوراً بچ گئے۔ آج بھی اگر کوئی گناہ سے بچنے کے لیے دل سے معاذ اللہ کہہ دے گا تو بچت ہو جائے گی۔

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

متفرق تربیتی واقعات

متعدی مرض:

ارشاد فرمایا، دل دکھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ بیماریوں میں سب سے بری بیماری دل کی بیماری ہے اور دل کی بیماریوں میں سب سے بری دل آزاری ہے۔ خدا کے واسطے اس بیماری سے بچو ورنہ یہ بیماری متعدی مرض کی طرح انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اس متعدی مرض سے بچاؤ بہت ضروری ہے۔ چاہیے کہ دوسروں کو ہمیشہ کھلے چہرے اور خندہ پیشانی سے ملیں اور کسی کی بھی دل آزاری سے ہر ممکن طریقے سے بچیں بلکہ دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔

چھوٹی چھوٹی نیکیاں:

ارشاد فرمایا آج بظاہر بعض نیکیاں چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہیں مگر کیا خبر کہ کوئی چھوٹی سی نیکی ہی قبول ہو جائے اور بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ اس لیے کسی بھی نیکی کو حقیر سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ سچی پکی توبہ کرتے رہیں، مہمان نوازی کرتے رہیں، کسی کا جائز کام کر کے دل خوش کر دیں، کسی کے ساتھ کوئی اور نیکی کر کے دل خوش کر دیں، کسی راستے میں کانٹا یا پتھر ہٹا دینا یا کسی کو نیکی کے راستے پر لگا کر دیندار بنا دینا۔ بظاہر یہ معمولی نیکیاں لگ رہی ہیں مگر کل قیامت کے دل بڑی بخشش کا سبب بن جائیں گی۔

مواقع سے فائدہ اٹھایئے:

ارشاد فرمایا میری تمام باتوں کا نچوڑ یہ ہے کہ آخرت کی تیاری کریں۔ اگر

آخرت کی تیاری کی فکر آج نہیں ہوگی تو پھر کب ہوگی۔ وقت تو شکار کی مچھلی کی طرح ہاتھوں سے پھسل رہا ہے۔ آج اگر ہوش نہیں کریں گے تو پھر کب ہوش آئے گا۔ مرنے کے بعد تو بڑے بڑوں کو ہوش آجائے گا۔ وہ کف افسوس ملیں گے کہ ہائے اب وقت ہاتھ سے نکل گیا، اب پچھتائے کیا ہو جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

مرنے کے بعد تو بڑے بڑے امیر بھی کہہ اٹھیں گے کہ ہمیں ایک دفعہ اور دنیا میں جانے کا موقع دے دیں ہم مومن بن کر آئیں گے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

''پس اگر (دوبارہ) ایک موقع مل جائے تو مؤمن بن کر آئیں گے۔''

اس وقت کسی بڑے سے بڑے آدمی کو بھی موقع نہیں دیا جائے گا، آج موقع ہے۔ آج کے موقع سے فائدہ اٹھا کر زیادہ سے زیادہ عمل کر لینے چاہئیں۔ یہی عقل مندی ہے کیونکہ عقل مند مشکل وقت کے لیے پہلے سے تیاری کر لیتے ہیں۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

خشوع و خضوع کے لیے نکتہ:

ارشاد فرمایا جنت میں پاک لوگ جائیں گے اور جنت کا نمونہ مسجدیں ہیں۔ اس لیے ان میں بھی پاک لوگ ہی بیٹھ کر نمازوں کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ نکتہ ذہن نشین کر لیجئے کہ جو شخص 10,15 منٹ پہلے آ کر سنت کی نیت سے باجماعت نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے اسے خشوع و خضوع کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

نافرمانی اور بے ادبی کی سزا:

ارشاد فرمایا کہ آج آپ لوگ تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ جتنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گستاخی کرو گے اتنا ہی اس کے بچے اور بیوی نافرمان ہو جائیں گے۔ انسان کی نافرمانی اور گستاخی کا عکس بیوی بچوں پر پڑتا ہے اس لیے وہ بے ادب ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان روتا پھرتا ہے، اس وقت کو کیوں نہیں سوچتا جب پروردگار کی بڑی ڈھٹائی سے نافرمانیاں کر رہا ہوتا ہے جو کہ بہت بڑی بے ادبی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس دن میں نے کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ میری بیوی یا اولاد حتیٰ کہ میری سواری میں سے کسی نہ کسی نے ضرور ہی میری بھی نافرمانی اور بے ادبی کی۔

یہ حقیقت ہے کہ ایسا ہی ہوتا ہے انسان کے کئے کی سزا اسے بہر حال ملتی ہے۔ وہ جیسا عمل کرتا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے۔ ''جو بیجو گے وہی کاٹو گے۔''

As you sow so shall you reap.

پریشانیوں کی ایک وجہ:

ارشاد فرمایا سویڈن ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر شہری کو ہر سہولت میسر ہے مگر عجیب بات تو یہ ہے کہ پوری دنیا میں خودکشی کی ریٹ بھی سب سے زیادہ سویڈن میں ہے۔ فقیر نے وہاں کے ایک بہت بڑے ڈائریکٹر سے پوچھا کہ آپ کے ہاں سب لوگوں کو ہر طرح کی سہولیات میسر ہیں پھر لوگ بے سکون کیوں رہتے ہیں؟ کہنے لگا کہ حکومت کو بھی اس کی سمجھ نہیں آتی کہ لوگ اتنے پریشان کیوں ہیں؟ ہم نے کہا اس کا

علاج تو ہمارے پاس ہے، وہ یہ کہ جس خالق و مالک کا دیا کھاتے ہیں اس کے گن بھی گاتے رہیں اس کو یاد بھی کرتے رہیں۔

؎ کتنی تسکین وابستہ ہے تیرے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

امیروں کی خواہشات:

ارشاد فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کام کرو گے تو وہ ضرور ناراض ہوگا اور تمہیں پریشان کردے گا کیونکہ تم نے نافرمانی کر کے اسے ناراض کیا ہے۔ اگر مال پیسے سے سکون ملتا تو پھر سارے امیر ہی بڑے پرسکون ہوتے۔ امیر تو پیسے کے لالچ میں روز روز مرتے ہیں مگر غریب بے چارے ایک ہی بار مرتے ہیں کیونکہ خوددار غریبوں میں قناعت ہوتی ہے جبکہ امیروں کی خواہشات روز بروز بڑھتی رہتی ہیں اس لیے یہ ہر چیز کے پیچھے مرتے ہیں۔

سکون کا منبع:

ارشاد فرمایا اللہ والے ہر وقت اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں اس لیے سکون سے رہتے ہیں۔ سکون کا منبع تو اللہ رب العزت کا نام ہے۔ ایک ولی کے دل میں اتنا سکون ہوتا ہے کہ اگر اس کی زکوٰۃ نکالیں تو پورے شہر کے لوگوں کی پریشانیاں ختم ہو جائیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیا کے بادشاہوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ والوں کے دلوں میں کتنا سکون ہے تو وہ فوجیں لے کر حملہ کردیں کہ ہمیں بھی سکون دو۔

ایٹمی گناہ:

ارشاد فرمایا یہ تکبر بہت ہی برا گناہ ہے۔خود پسندی جیسے گناہ کی بھی بہت زیادہ نحوست ہوتی ہے۔حدیث شریف ہے: ''وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔''

ایٹم چھوٹے سے چھوٹے ذرے کو کہتے ہیں۔اس کی توڑ پھوڑ سے ایٹم بم بنتا ہے اس لیے کہتے ہیں کہ تکبر گناہوں میں سے ایٹمی گناہ ہے۔جس طرح ایٹم بہت زیادہ تباہی پھیلاتا ہے اسی طرح تکبر جو کہ ایٹمی گناہ ہے، وہ بھی انسان کا ستیاناس کر دیتا ہے۔تکبر ایسا گناہ ہے کہ اس نے عزازیل کو ابلیس بنا دیا۔شیطان نے تکبر کے بول بولے اور وہیں دھتکار دیا گیا۔ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمُ الدِّیْن ذرا اناکہا اور مارا گیا کیونکہ یہ ایٹمی گناہ ہے اور بہت تباہی پھیلاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے کیونکہ بڑائی اور عظمت صرف رب کریم کے لیے ہے۔ انسان کیلئے عاجزی ہے جو اسے اختیار کرنی چاہیے۔

اخلاص کی برکت:

ارشاد فرمایا ایک ہوتا ہے کام اور ایک ہوتی ہے کام کی قبولیت۔قابلیت اور چیز ہوتی ہے اور قبولیت اور چیز ہوتی ہے۔کام میں پائیداری ہمیشہ قبولیت سے آتی ہے۔اور قبولیت بقدر اخلاص ہوتی ہے۔مثلاً فتاویٰ شامی کو جو مقبولیت حاصل ہے وہ اور کسی کو نہیں ہے، ہر مفتی کے پاس فتاویٰ شامی کی کتاب ہوتی ہے۔جبکہ مجمع الانہار کی خود علامہ شامی نے تعریف کی ہے مگر بہت کم لوگ اس کتاب سے واقف ہیں۔دنیا میں

بے شمار مدارس ہیں مگر جو مقبولیت دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہے وہ کسی اور مدرسے کو حاصل نہیں ۔ یہ اخلاص کی برکت ہے کہ ادارے قبول ہوجاتے ہیں اس لیے انتہائی ضروری امر جس کا ہر گھڑی لحاظ رکھنا چاہیے وہ اخلاص ہے۔ اخلاص وتقویٰ قربانیوں اور دعاؤں سے حاصل ہوتا ہے۔

تقویٰ اور قبولیت:

ارشاد فرمایا کہ وفات کے بعد کسی بزرگ کو خواب میں علامی انور شاہ کشمیریؒ نظر آئے۔ انہوں نے حالات پوچھے تو فرمایا کہ میرا اور شاہ ولی اللہ کا علمی مرتبہ تقریباً ایک جیسا تھا مگر ہم نے تو عمومی تقویٰ کا خیال رکھا اور شاہ صاحب نے ہر معاملے میں تقویٰ کی باریکیوں کا بھی خیال رکھا، اس تقویٰ کی وجہ سے وہ ہم سے آگے بڑھ گئے۔ آخرت میں کوئی نیکی بھی تقویٰ کے برابر نہیں ہے۔ یاد رکھیں! انسان تقویٰ اور قربانی کیوجہ سے قبول ہوتا ہے۔ جس نے جتنا زیادہ تقویٰ کا خیال رکھا اور جتنی زیادہ دین کے لیے قربانیاں دیں اتنا ہی زیادہ وہ قبول ہوجائے گا۔

خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر نثار احمد نقشبندی مجددی

روز مرہ کے کاموں کے لئے مجرب وظائف

بچے کو نصیحت:

لارنس کالج مری اور گورنمنٹ کالج مری کے دو پروفیسر حضرات ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ ایک پروفیسر صاحب کے ساتھ ان کے بیٹے بھی تھے۔ ان کے چھوٹے بیٹے نے عرض کیا کوئی نصیحت فرما دیں تو آپ نے ارشاد فرمایا:

کچھ بچے دعائیں لینے والے ہوتے ہیں اور کچھ دعائیں کروانے والے ہوتے ہیں، آپ دعائیں لینے والے بننا۔ اس نے عرض کیا حضرت! دعائیں لینے والا کیسے بن سکتا ہوں؟ فرمایا کہ ماں باپ اور پیر استاد کی خدمت ایسے خلوص سے کرنا کہ خود بخود ان کے دل سے دعائیں نکلنے لگ جائیں اسے دعائیں لینا کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تین عبداللہ نام کے نوجوان تھے جو بڑھ چڑھ کر حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اس خدمت کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نام لے لے کر تہجد کے وقت ان کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ امام المفسرین بنے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ امام الفقہاء بنے اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ امام المحدثین بنے۔ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

''جو کوئی بھی اخلاص سے خدمت کرے گا مخدوم بن جائے گا۔''

آسیبی بیماریوں کا علاج:

ایک پروفیسر صاحب نے آسیب، جادو ٹونہ وغیرہ آسیبی بیماریوں کے علاج

کے لیے کوئی ورد وظیفہ پوچھا، آپ نے ارشاد فرمایا:

اول آخر تین تین بار درود شریف پڑھیں اور درمیان میں الحمد شریف، آیۃ الکرسی اور چاروں قل شریف پڑھ کر اپنے گرد حصار کرلیں یا جہاں تک چیزوں کی حفاظت مقصود ہے وہاں تک تصور کر کے حصار کرلیں انشاء اللہ تعالیٰ اللہ رب العزت فضل و کرم کا معاملہ فرمائے گا آسیبی بیماریوں سے حفاظت ہو جائے گی۔ یہ ہمارا آزمودہ اور کئی دفعہ کا تجربہ شدہ نسخہ ہے۔

درود شریف کی برکات:

ارشاد فرمایا خصوصاً درود شریف ایسا ٹانک ہے کہ جس سے لاکھوں لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔ آج کل کے ظاہری باطنی فتنوں سے بچنے کے لیے درود شریف اکسیر نسخہ ہے۔ درود شریف کی پابندی سے خاص طور پر ایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ درود شریف کی پابندی اور کثرت سے پڑھنے کی وجہ سے موت کے وقت آسانی سے کلمہ نصیب ہو جاتا ہے جو کہ بہت بڑی سعادت ہے۔

حافظہ تیز کرنے کا وظیفہ:

ایک پروفیسر صاحب نے پوچھا کہ بچوں کے حافظے کو اچھا کرنے کے لیے کوئی بہترین چیز بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا جب بچے سبق پڑھنے لگیں یا قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے بیٹھنے لگیں تو اول آخر درود شریف پڑھ کر سورہ الم نشرح 7 دفعہ پڑھ لیں اور پھر اپنے سینے پر پھونک ماریں۔ انشاء اللہ آپ اس کے حیران کن اثرات دیکھیں گے۔

بچی ڈاکٹر بن گئی:

بنوں میں ایک سیدزادی تھی، والد صاحب پردے کی بہت پابندی کرواتے تھے۔ اسے خاص طور پر ڈاکٹر بننے کا بڑا شوق تھا مگر کالجز کا مسئلہ تھا کیونکہ کالجز میں Co-education ہوتی ہے مگر اسی بچی نے ہمت نہیں ہاری اپنے طور پر محنت کرتی رہی۔

ان کے والد صاحب نے اپنا مسئلہ بیان کر کے کوئی وظیفہ پوچھا، حضرت جی دامت برکاتہم نے الم نشرح پڑھ کر پڑھائی شروع کرنے کا مشورہ دیا۔ الحمدللہ وہ بچی بہت سی مشکلات کے باوجود ڈاکٹر بن گئی۔

فرسٹ پوزیشن:

ایک مل کے ڈائریکٹر کا بچہ تھا۔ بیٹا کلاس میں کافی نالائق تھا، حضرت جی دامت برکاتہم سے انہوں نے اپنا مسئلہ بیان کیا اور عرض کیا کہ اس بچے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ آپ نے سورہ الم نشرح والا وظیفہ بتایا۔ اس نے پابندی سے پڑھنا شروع کیا اس پڑھنے کی برکت سے وہ بچہ سکول میں فرسٹ آیا۔

اس سورہ کی عجیب برکات ہیں اس لیے جو کوئی اس کی پابندی کرے گا اس کے لیے بہت سی آسانی پیدا ہو جائیں گی۔

وساوس کا علاج:

مجلس کے اختتام پر ایک پروفیسر صاحب نے عرض کیا کہ آج کل لوگوں کو بہت وساوس آتے ہیں حتیٰ کہ عین نماز کے اندر بھی وساوس نہیں چھوڑتے اس کا کوئی

شافی علاج بتا دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا وساوس اور غلط سوچوں کے لیے بہترین علاج استغفار کی کثرت ہے۔ استغفار کی کثرت کرنے سے ندامت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے گناہوں کی ظلمت دور ہوتی ہے اور انسان کو سکون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ بچپن اور لڑکپن کی عمر ایسی ہے کہ اس میں اللہ اللہ صحیح انداز سے کر نہیں سکتے تو پھر استغفار کی کثرت کریں اس کے حیران کن فوائد ظاہر ہوں گے۔ ظاہری باطنی ہر قسم کی پریشانیوں کے لیے استغفار کی کثرت اکسیر چیز ہے۔ جب انسان ندامت سے استغفار کرتا ہے تو پروردگارِ عالم کو ترس آ جاتا ہے کیونکہ وہ 70 ماؤں سے بھی زیادہ ترس کھانے والا ہے۔

ماں کا دردِ سر:

اسی دوران صاحب خانہ ایک بچے کو لائے کہ اس نے ماں کی ناک میں دم کر رکھا ہے اور یہ ماں کو گالیاں بھی دیتا ہے۔ آپ نے اس پر دم کر دیا پھر صاحب خانہ نے عرض کیا کہ اس بچے کی ماں کے گھٹنوں میں درد ہے یہ تیل بھی دم کر دیجئے، آپ نے دم کر کے بچے کو پکڑاتے ہوئے فرمایا یہ تیل ماں کے گھٹنوں پر لگاؤ گے تو ان کے گھٹنوں کا درد ٹھیک ہو جائے گا اور اگر آپ ٹھیک ہو گئے تو ماں کا دردِ سر ٹھیک ہو جائے گا۔

روحانی روگ کا علاج:

بچے کو سمجھا کر فارغ ہوئے تھے کہ صاحب خانہ ایک آدمی کو لے کر آ گئے کہ یہ کسی دور کے گاؤں سے آیا ہے اس کا مسئلہ سن لیجئے۔ اس نے کافی لمبی چوڑی بات کی اور اپنے کئی مسائل کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، یاد رکھیں! جتنا کسی کا کلا مضبوط

ہوگا اتنا فائدہ ہوگا جس جانور کا کلا مضبوط ہوتا ہے وہ جتنا چاہے مرضی زور لگا لے مگر کلا اکھڑتا نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی متبع قرآن وسنت سے بیعت ہو جاؤ گے تو تمام مسائل اور روگ آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گے، یہ آدمی کچھ دیر سوچتا رہا پھر مزید غور و فکر کرنے کے لیے سلام کر کے چلا گیا۔

رزق کا بندوبست:

آپ کی مجلس میں ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر حاضر ہوا اپنی بچی کے رشتے کا مسئلہ بیان کر کے روتا رہا کہ میرے پاس تو لمبا چوڑا جہیز نہیں ہے۔

میں کہاں سے نئی نئی چیزیں مہیا کر سکتا ہوں بہت پریشان ہوں بہت غمزدہ ہوں اس پریشانی کا کوئی حل بتا دیجئے۔

آپ نے استغفار کا ورد بتایا کیونکہ حدیث شریف ہے:

''جو استغفار کو لازم کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے رزق کا بندوبست فرما دیتے ہیں۔''

حافظے کی کمزوری کا علاج:

نمازِ عصر کے بعد خصوصی مجلس ہوئی جس میں اکثر لوگ اپنے مسائل پیش کرتے رہے اور حضرت جی دامت برکاتہم ان مسائل کے حل بتاتے رہے۔ اکثر لوگوں کو حافظے کی کمزوری دور کرنے کے لیے اول آخر درود شریف درمیان میں سات دفعہ سورہ الم نشرح پڑھنے کی تاکید فرمائی کہ اس سورہ کو پڑھ کر سینے پر پھونک ماریئے۔ اس سے انشاء اللہ حافظے کی کمزوری اللہ تعالیٰ دور فرما دیں گے اور حافظہ روز بروز ترقی کرتا جائے گا۔ حافظے کو جتنا استعمال کیا جائے یہ اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے کچھ لوگ اس کو

دس فیصد استعمال کرتے ہیں کچھ بیس فیصد اور کچھ اس سے بھی زیادہ لیکن حافظے کو سو فیصد کوئی بھی استعمال نہیں کرتا۔ جتنا حافظے کو استعمال کریں گے اتنا ہی وہ فائدہ دے گا اور جتنا حافظے کا استعمال کم کر دیں گے کم ہوتا جائے گا۔

رزق کے مسائل کا حل:

کئی لوگوں نے آپ کے سامنے رزق کی تنگی کے مسائل پیش کئے۔ آپ نے فرمایا، ہر فرض نماز کے بعد اول آخر درود شریف اور درمیان میں سات دفعہ سورہ قریش پڑھ کر دعا کریں، انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ رزق کے مسائل میں آسانی فرما دیں گے۔ یہ ہمارا تجربہ شدہ وظیفہ ہے۔ آپ لوگ بھی پابندی سے یہ عمل کر کے دیکھ لیجئے۔

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ رزق کی زیادتی کی نہیں بلکہ رزق میں برکت کی دعا کیا کریں۔ برکت والا تھوڑا رزق بھی کافی ہو جاتا ہے اور جس رزق میں برکت نہ ہو وہ اگرچہ کثیر تعداد میں بھی ہو پھر بھی کافی نہیں ہوتا۔

خطرناک بیماری کا علاج:

ایک عالم دین نے عرض کیا حضرت شوگر کی بیماری ہے، آپ نے فرمایا ایسی خطرناک بیماریاں یا تو مستقل مزاجی سے دوائیں کھانے سے ٹھیک ہوتی ہیں یا پھر کسی اللہ والے کی دعا سے ٹھیک ہوتی ہیں۔ دعائیں بھی ضروری ہوتی ہیں اور دوائیں بھی ضروری ہوتی ہیں لیکن جو کام دعائیں کر جاتی ہیں وہ بعض اوقات دوائیں بھی نہیں کر سکتیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

عوام الناس کو خصوصی نصیحتیں

اب کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں جو عوام الناس اور عام سالکین طریقت کو خلفاء کرام کے بارے میں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

1۔ مشائخ کا ادب کریں:

جن حضرات کو نسبت یا خلافت ملتی ہے وہ چنے ہوئے بندے ہوتے ہیں اور جماعت کے پیشوا اور رہبر ہوتے ہیں۔ تصوف وسلوک کی محنت میں تو یہ درس دیا جاتا ہے کہ ہر مؤمن کو اپنے سے افضل سمجھیں اور اس کا اکرام و تعظیم کریں۔ خلفائے کرام کا تو معاملہ اور زیادہ خصوصی ہوتا ہے۔ ان کو اپنے مشائخ کے ہاں قبولیت نصیب ہوتی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نصیب ہوتی ہے۔ یہ عالم باللہ ہیں اور نبی علیہ السلام کے وارث ہیں۔ لہذا ان کا تو بہت زیادہ ادب و احترام کرنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے علماء کی قدر نہ کرے وہ ہماری امت میں سے نہیں۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا:

''تین اشخاص ایسے ہیں کہ ان کو خفیف (گھٹیا) سمجھنے والا منافق ہی ہوسکتا ہے، ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا منصف حاکم۔''

یہ حضرات ہمارے بڑے بھی ہیں اور اہل علم بھی ہیں لہذا ان کی تعظیم وقدر نہ

کی جائے تو احادیث میں بیان کی گئی ان وعیدوں میں داخل ہونے کا خدشہ ہے۔

اللہ والوں کے ادب میں جتنی احتیاط کریں کم ہے۔ ان کی ہلکی سی بے ادبی بھی انسان کے لئے کسی بڑے خسارے کا باعث بن سکتی ہے۔ معمولی سی بات پر بھی ان کے دل کی رنجش سے بچنا چاہیے۔ خدانخواستہ کبھی کوئی ایسی بات ہو جائے تو ان سے فوراً معافی مانگنی چاہیے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایک واقعہ سے ہمیں اس بات کا سبق بھی ملتا ہے۔

حضرت ربیعہ اسلمیؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی بات پر میرے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں کچھ بات بڑھ گئی۔ انہوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گزرا۔ فوراً ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور مجھ سے فرمایا تو بھی مجھے کہہ دے تا کہ بدلہ ہو جائے میں نے کہنے سے انکار کر دیا تو انہوں نے فرمایا کہ یا تو کہہ لو ورنہ میں حضور اکرم ﷺ سے جا کر عرض کروں گا۔ میں نے اس پر بھی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا تو وہ اٹھ کر چلے گئے۔ بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو زیادتی کی اور خود ہی الٹی حضور ﷺ سے شکایت کریں گے۔ میں نے کہا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اگر یہ خفا ہو گئے تو اللہ کا لاڈلا رسول ﷺ مجھ سے خفا ہو جائیں گے۔ اور ان کی خفگی سے اللہ جل شانہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے پھر ربیعہؓ تو ہلاک ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تجھے جواب میں یوں کہنا نہ چاہیے البتہ اس کے بدلہ میں یوں کہہ کہ اے ابوبکرؓ اللہ تجھے معاف فرمائیں۔

اس واقعہ میں جہاں حضرت ابوبکرؓ کا خوف خدا عیاں ہوتا ہے وہاں یہ بات

بھی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ربیعہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رنجش سے ان کی حضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ سے نسبت ہونے کی بناء پر کس قدر ڈر رہے تھے کہ اس سے انہیں اپنی ہلاکت کا خدشہ تھا۔ تو ہمیں اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ اللہ والوں کے دلوں کے تکدر سے بچنا چاہیے، چاہے آپ لوگ حق پر ہوں یا نہ ہوں۔

حضرت حکیم الامتؒ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ

''گو میں خود کوئی چیز نہیں ہوں لیکن جب کسی نے کسی کو اپنا معتقد فیہ بنا لیا تو پھر بلاوجہ اس کے ساتھ خلاف اعتقاد معاملہ کر کے اس کو مکدر کر دیا تو اس صورت میں بھی ایسی ہی معزتیں پہنچیں گی جیسی کاملین اور مقبولین کو مکدر کرنے سے پہنچتی ہیں۔''

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے ایک بات سن رکھی تھی کہ اللہ والوں سے ڈرتے رہنا کہ ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے اس کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو صحیح ہے کہ الٹی بات الٹی ہوتی ہے لیکن اہل اللہ کے قلوب میں اگر کسی کی طرف سے تکدر پیدا ہو جائے خواہ وہ کسی غلط بات سے ہی ہو ان کے پاک دل کا تکدر رنگ لائے بغیر نہیں رہتا وہ اس شخص کو کسی مصیبت میں پھانس دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل اللہ کی بے ادبی اور ان کی دل شکنی سے محفوظ فرمائے۔

2۔ تنقید اور اعتراض سے بچیں:

عوام الناس کو چاہیے کہ وہ مشائخ پر تنقید اور اعتراض سے اجتناب فرمائیں۔

مشائخ جو بھی کوئی کام سرانجام دیتے ہیں حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر ان کے کسی کام پر کسی کو اعتراض ہوتا ہے تو اس کی وجہ عموماً ان کی اپنی کم فہمی ہوتی ہے۔ وہ بذات خود حقائق سے لاعلم ہوتے ہیں لیکن اعتراض اہل اللہ پر کرتے ہیں۔ یہ محض اپنی کوتاہ بینی اور کم ظرفی ہوتی ہے۔ بہتر ہوتا ہے کہ ان حضرات کے کسی کام میں کوئی کمی بیشی نظر آئے بھی تو اس کی کوئی مناسب تاویل کر لی جائے لیکن ان کو تنقید و تنقیص کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ شرع شریف کا حکم ہے کہ مجتہد کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو ثواب ملتے ہیں اور اگر غلط ہو تو ایک ثواب ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب نسبت، سالک کے لئے مجتہد کے درجے پر ہوتا ہے۔ اگر اس کا کوئی امر خطا بھی ہو تو یہ اس کی اجتہادی غلطی شمار ہوگی اور اسے ایک درجہ ثواب کا اس پر بھی ملے گا البتہ اس پر اسے ملامت کرنے والوں کا معاملہ خطرے میں ہے۔

تاہم بعض اوقات بتقاضائے بشریت ان سے بھی کوئی لغزش واقع ہو سکتی ہے کیونکہ وہ بہر حال انسان ہیں اور بشری عوارض تو ان کے ساتھ بھی لگے ہوئے ہیں لیکن اس صورت میں بھی ان پر اعتراض و ملامت سے بچا جائے کیونکہ بعید نہیں کہ ان کی نسبت کا نور ان کی لغزشوں کو بہا لے جائے لیکن ان کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنے والے ہلاکت میں پڑ جائیں۔ حضرت معاذؓ نے اس بارے میں ایک اہم وصیت فرمائی ہے جو ابوداؤد شریف میں بہت تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

> ”حکیم سے بھی بعض باتیں گمراہی کی نکل جاتی ہیں اور منافق بھی بعض مرتبہ کلمۂ حق کہہ دیتا ہے۔ شاگرد نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ یہ حکیم کی بات گمراہی کی ہے۔ حضرت معاذؓ نے

ارشاد فرمایا کہ حکیم کی ایسی باتوں سے اجتناب کرو جس کو لوگ کہیں کہ فلاں
نے یہ عجیب بات کہہ دی ہے لیکن یہ بات تجھے حکیم سے دور نہ کر دے، کیا
بعید ہے کہ وہ حکیم تو عنقریب اپنی بات سے رجوع کر لے اور تو ہمیشہ کے
لئے اس سے محروم ہو جائے۔"

مطلب اس کا یہ ہے کہ علمائے حقہ کی کسی غلط بات میں پیروی تو نہ کی جائے۔ کیونکہ اپنے نور نسبت کی وجہ سے وہ جلد ہی اپنی خامی پر مطلع ہو کر توبہ تائب ہو جاتے ہیں، ان کا رات کو اٹھ کر رونا نہ صرف اس کا کفارہ بلکہ اس آیت کا مصداق بن جاتا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (الفرقان 70)

"پس اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔"

لیکن ان پر سب وشتم (برا بھلا کہنے والے) کرنے والے ہمیشہ کے لئے ان کی برکات سے محروم ہو جاتے ہیں۔

3۔ اس وسوسے سے بچیں کہ فلاں کو خلافت کیوں ملی؟

بعض حضرات کے دل میں یہ اشکال بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ فلاں کو اجازت و خلافت کیوں مل گئی۔ اس اشکال پر غور کیا جائے تو دراصل یہ شیخ پر ہی اعتراض ہے۔ گویا کہ انہوں نے بلا سوچے سمجھے ہی اجازت دے دی ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ شیخ نے کس باریک بینی اور دور اندیشی سے اس کو اجازت دی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ نسبت کی چار قسموں میں سے اس کو کون سی نسبت حاصل ہے اور شیخ نے اس سے کب کہاں اور کیا کام لینا ہے۔ کسی کو مجاز کرنے میں جو بھی حکمتیں ہیں وہ شیخ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اگر کسی کو خلفاء میں سے کسی سے اعتقاد یا قلبی مناسبت نہیں تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا

ہے کہ وہ اس سے بیعت نہ ہو۔ لیکن اس سے سوءِ ظن رکھنا اور اس کا رد کرنا تو مناسب نہیں ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ اپنی کتاب یادِ ایام (آپ بیتی) میں لکھتے ہیں:

''مجھے چند سالوں سے ایک لغو سوال کثرت سے خطوط میں کیا جا رہا ہے کہ فلاں نے فلاں کو اجازتِ بیعت کیوں دے دی۔ تو میں ان لغویات کا جواب اکثر یہ دیا کرتا ہوں کہ جب قبر میں منکر نکیر تم سے یہ سوال پوچھیں تو تم بے تکلف کہہ دینا مجھے خبر نہیں۔ آخرت کا معاملہ بڑا سخت ہے، عجب و پندار اور دوسروں کی تحقیر و تنقیص یہ نہایت خطرناک امور ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔''

واقعہ:

کسی جگہ پر ایک کامل بزرگ تھے جن کی خانقاہ پر بہت سے طالبین اللہ اللہ سیکھنے کے لئے جمع رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کہیں باہر سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے بھی اپنے خدام میں شامل فرمالیں اور یہاں قیام کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ انہوں نے اسے بیعت کر کے وہاں رہنے کی اجازت دے دی اور کچھ ذکر اذکار اور معمولات اس کو بتا دیئے۔ وہ شخص وہاں رہ کر اصلاحِ نفس کے کام میں مشغول ہو گیا اور جو کوئی حالت اس کو پیش آتی اس کی اطلاع اپنے شیخ کو کرتا اور جو کچھ وہ تعلیم کرتے اس پر عمل کرتا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان بزرگوں نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ یہاں قیام سے جو تمہارا مقصود تھا وہ بفضلہ تعالیٰ تم کو حاصل ہو گیا ہے اب تمہیں مزید قیام کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس کے

بعد اس کو خلعت خلافت سے نوازا اور واپس وطن رخصت کر دیا۔ اب جو دوسرے طالبین کافی عرصہ سے وہاں حاضر تھے ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ ہم جو اتنے سالوں سے یہاں محنت کر رہے ہیں ہمیں تو اتنا فائدہ نہ ہوا اور اس شخص کو چند ہی روز میں اتنا کچھ مل گیا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ شیخ کی ہماری طرف اتنی توجہ نہیں ہے۔

شیخ کو کشف سے ان کے وسوسے کی اطلاع ہوگئی اور اس کا جواب انہوں نے بڑے حکیمانہ انداز میں ایک دن انہوں نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ جنگل سے کافی تعداد میں گیلی لکڑی اکٹھی کر کے ہمارے پاس لے آؤ۔ خدام نے حکم کی بجا آوری کی اور گیلی لکڑیاں اکٹھی کر کے لے آئے۔ اب شیخ نے حکم دیا کہ ان کو آگ لگاؤ۔ مریدوں نے آگ لگانے کی کوشش کی، وہ چونکہ گیلی تھیں لہذا آگ پکڑتی ہی نہ تھیں۔ کافی دنوں کی محنت کے بعد ان میں کچھ آگ لگی۔ اس کے بعد شیخ نے کہا کہ اب خشک لکڑیاں اکٹھی کر کے لے آؤ۔ خدام نے تعمیل کی۔ فرمایا اب ان کو آگ لگاؤ۔ چنانچہ ان کو بھی جلایا گیا، جیسے ہی دیا سلائی جلا کر رکھی فوراً سب لکڑیوں نے آگ پکڑ لی اور ذرا سی دیر میں سب لکڑیاں جل کر راکھ ہوگئیں۔ حضرت شیخ نے ان سے دریافت کیا کہ بھئی! کیا بات ہے کہ پہلے جو لکڑیاں لائی گئیں ان کو جلانے کے لئے تو اتنی محنت کرنی پڑی اور یہ لکڑیاں ذرا سی دیر میں ہی جل گئیں۔ مریدوں نے کہا حضرت پہلی لکڑیاں چونکہ گیلی تھیں اس لئے آگ نہ لگی اور دوسری چونکہ خشک تھیں اس لئے فوراً جل گئیں۔ شیخ نے فرمایا، درست ہے۔ اس تجربہ سے ہمارا مقصد تم کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنا تھا۔ فلاں شخص جو کچھ دن ہمارے پاس رہ کر گیا ہے اللہ نے اس پر فضل فرمایا اور وہ جلد ہی کامیاب ہو کر لوٹ گیا اس پر تمہیں تعجب ہوا کہ وہ کیوں اتنی جلدی نوازا

گیا اور ہم محروم ہیں، تمہیں یہ شبہ ہے کہ ہماری تمہارے اوپر پوری توجہ نہیں ہے، تمہارا خیال غلط ہے ہم کو جیسی توجہ اس کی طرف تھی ویسی ہی تمہاری طرف ہے۔ وہ کامیاب ہوگیا تو اس وجہ سے کہ اس کا حال خشک لکڑی جیسا تھا اور تمہیں دیر لگ رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا حال گیلی لکڑیوں جیسا ہے، وہ جب یہاں آیا تو آنے سے پہلے ہی اتنی محنت مجاہدے کر چکا تھا کہ اس کے نفس کی رطوبت خشک ہو چکی تھیں اور ہماری تعلیمات پکڑنے کی استعداد اس میں پیدا ہو چکی تھی لہذا اس پر جلدی اثر ہو گیا اور تمہیں چونکہ یہاں آنے سے قبل مجاہدات کی حرارت نہیں لگی تھی لہذا تمہارے اندر نفس کی رطوبات موجود ہیں۔ اس لئے ان رطوبات کو خشک کرنے کے لئے کچھ وقت اور محنت درکار ہے۔ جیسے ہی تمہارے اندر استعداد پیدا ہوگی وصول الی اللہ میں دیر نہ لگے گی، لہذا اطمینان سے محنت میں لگے رہیں ایک دن آئے گا کہ تمہارے اوپر بھی اللہ کا ایسا ہی فضل ہو جائے گا جیسا کہ اس پر ہوا۔

الغرض لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ شیخ اپنے مریدین کی استعداد کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ کسی کو کچھ نوازتے ہیں تو اس کی حکمت کو وہی سمجھتے ہیں دوسروں کو تو اپنے کام میں لگا رہنا چاہیے۔

ع   پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

4۔ اس بحث سے پرہیز کریں کہ مشائخ میں سے کون افضل ہے:

سالکین اور متوسلین بعض اوقات اس بحث میں پڑے رہتے ہیں کہ فلاں شیخ افضل ہیں یا فلاں۔ یہ ایک فضول بحث ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی) سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض بزرگ بعض سے افضل ہیں لیکن ہم اتنا مرتبہ اور مقام کہاں رکھتے ہیں کہ ان کے فضائل ومناقب کا موازنہ کرتے رہیں کہ فلاں اوپر کے درجے میں ہیں اور فلاں نچلے درجے پر ہیں۔ بس ہر ایک پھول کا اپنا رنگ ہے اپنی خوشبو ہے۔ جس کو جو پھول پسند ہے وہ اس سے استفادہ کرے۔ کسی دوسرے سے اپنی پسند کو زیادہ بہتر جتانے کے لئے بحث کرنا ایک لایعنی امر ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ البتہ اپنے مرشد کو باقی تمام پر باعتبار محبت فضیلت دینے میں مضائقہ نہیں کہ باپ سے محبت چچا کی نسبت تو بہرحال زیادہ ہوتی ہی ہے اور اس میں آدمی معذور ہے۔

چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کا قول ہے کہ اگر میرے سامنے ایک طرف ہمارے شیخ حضرت حاجی صاحبؒ اور دوسرے طرف حضرت جنید بغدادیؒ بیٹھے ہوں تو میں تو اپنے شیخ کی طرف ہی متوجہ ہوں گا اور دوسری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گا۔

قرآن کریم میں ایک آیت ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرة 253)

''یہ رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے اور بعض کو ان میں سے بہت سے درجوں پر سرفراز فرمایا۔''

حضرت اقدس تھانویؒ اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء کرام کو بعض پر رائے سے ترجیح نہ دینا چاہیے۔ البتہ ان کے واقعات کا ذکر

کر دینا چاہیے، جیسا کہ یہاں مِنۡهُمۡ مَنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ مذکور ہے۔ یعنی ان کے واقعات سے ان کے فضائل و مناقب تو بیان کر دینے چاہئیں لیکن ان کا موازنہ کرنے کے در پے نہیں رہنا چاہیے کہ فلاں بلند درجات رکھتے ہیں اور فلاں کم درجات رکھتے ہیں۔ اس میں ان کی گستاخی کا امکان ہے اور اولیاء اللہ کی گستاخی سے ڈرنا چاہیے۔

5۔ ایک وقت میں ایک ہی شیخ کی طرف میلان رکھیں:

بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ جگہ جگہ بیعت ہوتے رہتے ہیں۔ بس جس بزرگ کے پاس بھی گئے وہیں بیعت ہو گئے۔ ایسا ان کی جہالت کی بناء پر ہوتا ہے۔ ان کو پتہ ہی نہیں کہ شیخ بنانے کا مقصد کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اور بعض سالکین کو دیکھا کہ بیعت ایک شیخ سے ہوتے ہیں، صحبت کسی دوسرے بزرگ کی اٹھاتے ہیں اور کیفیات کسی تیسرے شیخ کو بتاتے ہیں۔ یہی بات ان کی ترقی میں مانع ہوتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اپنی توجہ کا قبلہ کسی ایک ہی طرف رکھنا چاہیے اور ایک شیخ کی ذات کے ساتھ یکسو ہو کر جڑ جانا چاہیے تبھی حقیقی فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہاں شیخ اگر کسی کی صحبت میں رہنے کا یا ان سے مشورہ کرنے کا حکم دیں تو پھر مضائقہ نہیں۔ اس صورت میں بھی اسے اپنے شیخ کی طرف سے سمجھے کہ یہ انہی کا فیض ہے جو مجھے اس شیخ سے مل رہا ہے۔

6۔ مشائخ وقت کا متقدمین سے موازنہ نہ کریں:

ایک سوچ جو آج عوام الناس میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مشائخ وقت کا موازنہ اولیائے سلف سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج ہمیں جنید بغدادیؒ اور بایزید

بسطامیؒ نظر نہیں آتے ہم کہاں جائیں۔ یہ ایک بہت بڑا شیطانی دھوکہ ہے جو ان کو لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ ان مشائخ کے فیض سے بھی محروم رہ جاتے ہیں جو اس وقت موجود ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جیسے جیسے نبی علیہ السلام سے زمانے کا بعد ہو رہا ہے انوارات و فیوضات میں مسلسل کمی ہو رہی ہے اس کا اثر ہر چیز پر ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اور پھر اس کے بعد والا اور پھر اس کے بعد والا (مشکوٰۃ) تو یہ جو زمانہ خیر سے دوری ہو رہی ہے اس کا اثر ہر ایک چیز پر ہے۔ اشیاء پر بھی ہے عوام الناس پر بھی ہے مریدوں پر بھی ہے اور مشائخ پر بھی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کا موازنہ خود حضور اکرم ﷺ کی ذات سے تو نہیں کیا جا سکتا، اور تابعین کا موازنہ صحابہ کرامؓ کی عظمت سے نہیں کیا جا سکتا، تبع تابعین کا موازنہ تابعین سے نہیں کیا جا سکتا ہے اور ایسے ہی یہ سلسلہ آگے چل رہا ہے۔ لہذا آج کے مشائخ کو اگر جنیدؒ و بایزیدؒ و شبلیؒ کے مقابلے میں دیکھیں گے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ لیکن اگر آج کے مشائخ کو موجودہ وقت کے تناظر میں دیکھیں گے تو وہی وقت کے جنیدؒ و شبلیؒ نظر آئیں گے۔ اگر آج مشائخ کی بزرگی اور استعداد پہلے بزرگوں جیسی نظر نہیں آتی تو آج کے مریدوں میں بھی تو وہ استعداد نہیں ہے جو ان کے مریدوں میں تھی۔ بھلا آج حبیب عجمیؒ جیسے مرید ہیں جو حضرت امام حسن بصریؒ کے مرید تھے، بالکل نہیں ہیں۔ جس درجے کے طالب آج موجود ہیں ان کی طلب اور استعداد کے لحاظ سے یہ مشائخ کافی ہیں جو اللہ نے آج بھیج دیئے ہیں۔ کیونکہ شیخ سے تعلق کا مقصد اصلاح ہے اور ان اجازت یافتہ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اتنی صلاحیت دے رکھی ہے

کہ وہ ان کی اصلاح کرسکیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بھی تو حجت پوری کرنی ہے تاکہ روزِ قیامت کوئی یہ بہانہ نہ کرسکے کہ ہمارے پاس تو کوئی مصلح آیا ہی نہیں تھا، اس وقت پھر اقرار کریں گے۔

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاءَ نَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (الملک 9)

''کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا مگر تم صریحاً گمراہی میں ہو۔''

لہذا جولوگ یہ کہتے ہیں کہ کوئی نظر نہیں آتا وہ دھوکے میں ہیں، اور یہی دھوکا اس سالک کو بھی لگتا ہے جس کے شیخ انتقال کر جائیں تو پیچھے اس کو اپنے شیخ جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ بات تو فطری ہے کہ شیخ جیسا کوئی نہیں ہوگا لیکن شیخ کے بعد جو کوئی اجازت یافتہ حضرات موجود ہیں اب وہی آپ کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہیں۔ کفرانِ نعمت نہ کریں بلکہ ان سے استفادہ کرلیں ورنہ کل کو یہ نعمت بھی نہ رہے گی اور اس وقت پھر پچھتائیں گے کہ اب ان جیسے بھی نظر نہیں آتے۔ عقلمند کے لئے اشارے کافی ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

خلفاءکرام کو نصیحتیں

1۔ یہ نہ سوچیں کہ ہم کامل ہو گئے ہیں:

خلفاء حضرات کو اس بات کا بہت اہتمام کرنا چاہیے کہ اپنی خلافت پر کسی قسم کا عجب یا گھمنڈ دل میں نہ پیدا ہو۔ خلافت ملنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ اوصاف نسبت میں درجہ کمال کو پہنچ گئے ہیں۔ بلکہ ان کو اس ظنِ غالب پر اجازت دی جاتی ہے کہ ان کو فی الحال تو ان اوصاف میں درجہ ضرور یہ حاصل ہو گیا ہے اور اگر وہ محنت کرتے رہے اور کام کی تکمیل کے لئے متفکر رہے تو امید ہے کہ ان کو ان اوصاف میں کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔

چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ نے ان کی بیعت کے آٹھویں روز خلافت دے دی اور ساتھ فرمایا کہ میاں رشید احمد! جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دے دی، آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں حیران تو ہوا کہ آخر وہ کون سی چیز ہے جو حضرت نے مجھے عطا کی ہے۔ آخر پندرہ برس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ کیا چیز تھی تو اس بات سے اندازہ کریں کہ جب حضرت گنگوہیؒ جیسی آفتاب و ماہتاب شخصیت کو یہ کہا جا رہا ہے کہ نعمت آپ کو دی ہے اب آپ اس کو بڑھائیں تو ہم کس باغ کی مولی ہیں۔

حضرت حکیم الامتؒ تو فرماتے ہیں کہ ''مشائخ بعض اوقات کسی نااہل کو اس

میں شرم وحیا کا مادہ دیکھ کر اس امید پر مجاز کر دیتے ہیں کہ دوسروں کی تربیت کرے گا تو اس کی لاج وشرم رکھتے ہوئے اپنی بھی اصلاح کر لے گا یہاں تک کہ ایک دن کامل ہو جائے گا۔" یہ ایسے ہی ہے جیسے بگڑے ہوئے نوجوان کی اس کے والدین اس امید پر شادی کر دیتے ہیں کہ شادی کے بعد یہ درست ہو جائے گا۔

ان باتوں سے یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے کہ مشائخ ہر نا اہل کو اجازت دے دیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مشائخ کے یہاں مجاز کرنا مختلف عوامل کی بنا پر ہوتا ہے تو اجازت مل جانے کو اپنے کمال کی دلیل نہ سمجھنا چاہیے۔ بعض واقعات تو ایسے بھی سنے ہیں کہ شیخ تو کامل نہ تھا لیکن مریدین کے اخلاص کی وجہ سے اس کی بھی ترقی ہو گئی۔

واقعہ:

ایک ڈاکو تھا، اس نے اپنی ضعف و پیری میں شیخ کا روپ دھار لیا اور لوگوں کو بیعت بھی کرنا شروع کر دیا۔ اللہ کے یہاں تو اخلاص کی قدر ہے چنانچہ طالبین کو ان کے اخلاص کی وجہ سے خوب فائدہ ہوا اور روحانی طور پر کشف بھی ہونے لگ گئے۔ ایک مرتبہ ان طالبین کی جماعت نے شیخ سے عرض کیا کہ ہم نے مراقبے میں مشائخ کے مقامات کو دیکھا ہے اور سب اکابر کے مقامات معلوم ہو گئے مگر حضرت کا مقام شاید اتنا بلند ہے کہ ہم سب مل کر بھی اس کو نہیں پہچان سکے۔ اللہ کے نام میں برکت ہوتی ہے چاہے کتنی ہی غفلت سے لیا جائے چنانچہ اس مصنوعی پیر پر بھی اللہ کے نام کا اثر ہو کر رہا۔ وہ مریدوں کی یہ بات سن کر بہت رویا اور پھر اس نے اپنی حقیقت ان کے سامنے بیان کی اور رو کر مریدوں سے درخواست کی کہ اب تم میری توبہ کے لئے دعا کرو۔ ان

سب نے مل کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پیر کو بھی نواز دیا۔

اصل چیز اخلاص ہے جس کی وجہ سے پیر کا نا اہل ہونا بھی مرید کے اخلاص کی بدولت اس کو مضر نہیں ہوتا۔ لہٰذا خلفاء حضرات کو اپنے آپ کو نا اہل ہی سمجھنا چاہیے۔ حضرت سہارنپوریؒ اپنے ایک مکتوب میں اپنی عاجزی کا اظہار ان الفاظ سے کرتے ہیں:

> ''میری مثال تو ایک نل کی سی ہے، پانی کھینچنے والا جس قوت سے پانی کھینچتا ہے مبداء فیض کی طرف سے اسی کے موافق عطا ہوتا ہے لیکن عطا ہوتا نل ہی کے واسطے سے ہے۔''

فیض تو اللہ کے طرف سے آتا ہے اور آتا بھی طالب کی طلب کے بقدر ہے مجازین تو درمیان میں محض ایک واسطہ ہیں جو بڑوں کی طرف سے مامور کیے گئے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ

> ''اصل چیز طلب ہے، اسی طلب پر اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں جیسے بچے کو ماں کے دودھ کی طلب ہوتی ہے تو دودھ اس کے اثر سے اترتا ہے تو ماں کو ناز نہ کرنا چاہیے کہ دودھ میں دیتی ہوں، دودھ خود بچے کی طلب کا اثر ہے، تجھے اسی واسطے عطا فرمایا ہے کہ بچے کو دے البتہ بچے کو ضروری ہے کہ اس کو اپنا محسن سمجھے۔''

2۔ مریدین کی کثرت پر نازاں نہ ہوں:

خلفائے کرام کو چاہیے کہ خلوصِ دل سے رجوع الی اللہ کے ساتھ دعوت کا کام کرتے رہیں اور اپنے مریدوں کو اللہ اللہ سکھاتے رہیں۔ اپنے حلقۂ ارادت کے

بڑھنے پر نازاں نہ ہوں کہ میری خوبیوں کی وجہ سے لوگ مطیع ہو رہے ہیں بلکہ عاجزی اور انکساری ہونی چاہیے کہ یہ محض پروردگار کا فضل ہے کہ وہ مجھ سے کام لے رہے ہیں ورنہ میں اس قابل نہ تھا۔

حضرت گنگوہیؒ کا حلقہ ارادت بہت بڑا تھا لیکن ان میں عاجزی اتنی ہی زیادہ تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم تو ہر ایک کو اس لئے بیعت کر لیتے ہیں کہ کل روز قیامت جب یہ جنت میں جا رہے ہوں گے تو ہوسکتا ہے اپنے پیر کو جہنم میں جاتا دیکھ کر لحاظ کر جائیں اور سفارش کر دیں۔ لہذا یہ میری نجات کا ذریعہ بن جائیں گے اس لئے میں ان کو بیعت کر لیتا ہوں۔

خلفاء اگر طالبین میں احوال و کیفیات دیکھیں تو بھی عجب میں مبتلا نہ ہوں کہ میری صحبت اور توجہ کی برکات ہیں کیونکہ طالب کو جو کچھ ملتا ہے اپنی طلب اور خلوص کے بقدر ملتا ہے، کسی کا کوئی کمال نہیں ہوتا۔

واقعہ:

ایک شخص نے جوانی غفلت کے کاموں میں ضائع کی۔ جب بڑھاپا آیا اور اعضاء نے جواب دینا شروع کر دیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا پیشہ اختیار کیا جائے۔ ساتھیوں نے بتلایا کہ پیری مریدی ایک ایسا پیشہ ہے جس میں بغیر محنت مشقت خوب مزے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اب وہ پیر بن بیٹھا۔ اس مصنوعی پیر کے پاس ایک سچا طالب آ پہنچا۔ اس نے بہت ادب سے ہاتھ جوڑ کر کہا میں آپ سے اللہ کا راستہ سیکھنے کے لئے آیا ہوں، وہ سالک چونکہ غلطی سے بے وقت پہنچ گیا تھا اس

لئے وہ مصنوعی پیر اس کے بے وقت آنے پر بہت ناراض ہوا اور کہا کہ اللہ کا راستہ یوں نہیں آتا۔ یہ کہہ کر اس کو ایک کھرپا دیا اور کہا کہ فلاں باغ میں اس کی زمین میں گوڈی کرو، کیاریاں بناؤ اور پانی دو۔ وہ اسی وقت کھرپا لے کر اس باغ میں پہنچا اور اس کی مرمت شروع کر دی۔ باغ والے مزاحم ہوئے کہ تو ہمارے باغ میں کیوں دخل دیتا ہے۔ اس نے بہت منت خوشامد کر کے کہا کہ مجھے تمہارے باغ سے کچھ نہیں لینا مجھے میرے پیر نے اس باغ کے صاف کرنے اور مرمت کرنے کو کہا ہے۔ اول اول تو وہ لوگ بہت ڈرتے رہے اس کو مارا پیٹا بھی۔ مگر یہ دیکھ کر کہ یہ نہ کھانے کو مانگتا ہے نہ اور کچھ، جو کچھ روکھی سوکھی ہوتی ہے وہ کھالیتا ہے۔ تین مہینے اسی حال میں گزر گئے، اسی دوران ابدال میں سے کسی کا انتقال ہوا تو اولیائے وقت کی مجلس میں اس کے بدل کا مشورہ ہوا۔ ابدال حضرات نے اپنی اپنی رائے سے لوگوں کے نام بتلائے۔ قطب نے سب کے نام سن کر کہا کہ ایک نام ہمارے ذہن میں بھی ہے اگر تم پسند کرو۔ سب نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ فلاں باغ کا فلاں مالی بڑا مخلص ہے سچی طلب رکھتا ہے اور بہت اخلاص سے مجاہدہ میں مشغول ہے۔ سب نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔ پھر سب نے اس پر توجہ ڈالی جس کی وجہ سے اسی وقت اس پر انکشافات ہوئے اور کھرپا باغ والوں کو یہ کہہ کر حوالہ کر دیا کہ یہ فلاں پیر صاحب کا ہے جو فلاں گاؤں میں رہتے ہیں ان کو دے دینا اور میں جا رہا ہوں۔ لوگوں نے بہت منت سماجت کی کہ کچھ بتا تو دو کدھر کا ارادہ ہے مگر اس نے کچھ نہیں بتایا اور کہا سنا معاف کرا کر وہیں سے غائب ہو گیا۔

یوں بھی ہوتا ہے کہ طالبوں کے اپنے خلوص اور طلب کے صدقے اس کا کام

بھی بن جاتا ہے۔ لہٰذا مریدوں کی کثرت پر یا ان کی بلند کیفیات کو دیکھ کر کسی عجب میں مبتلا نہ ہو جانا چاہیے۔

3۔ طالبین کی اصلاح سے غافل نہ ہوں:

خلفائے کرام کو چاہیے کہ وہ طالبین کی اصلاح میں تساہل نہ برتیں۔ کیونکہ ہر مرید بیعت ہونے کے بعد شیخ کی ذمہ داری میں آ جاتا ہے۔ بیعت ایک عہد کا نام ہے اور یہ عہد دونوں طرف سے نبھایا جانا ضروری ہے۔ مرید کی ذمہ داری اتباع ہے تو شیخ کی ذمہ داری اصلاح ہے۔ لہٰذا اگر شیخ مرید کی اصلاح اور روک ٹوک میں غفلت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بیعت کا مقصد پورا نہیں ہو رہا اور مرید کا وقت بھی ضائع ہو رہا ہے۔ یاد رکھیں! کل قیامت کے دن ہر ایک پیر کو زنجیروں میں جکڑ کر اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا جن سے اس وقت تک چھٹکارا نہیں ہو گا جب تک وہ اپنی صفائی نہیں دے دے گا کہ اس نے مریدوں کی اصلاح کا حق ادا کیا تھا۔

شیخ کا منصب ایسا ہے جس میں ڈانٹنا اور کہنا ضروری ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں تو ڈانٹ ڈپٹ اور دین سیکھنے سکھانے کا نام پیری مریدی ہے۔ شیخ کی جس مرید پر زیادہ نظر ہوتی ہے اسی کی ڈانٹ ڈپٹ زیادہ کرتا ہے۔ آج ایسے کاملین تھوڑے نظر آتے ہیں جو استغناء کے ساتھ بندے کو اللہ سے واصل کرنے کے لئے محنت کر رہے ہوں۔ آج کے پیر تو چپ شاہ بنے ہوتے ہیں، مرید جو کچھ مرضی کرتے پھریں، سنت پر عمل ہو رہا ہو یا بدعت پر، پیر صاحب تو چپ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ پیر کی نظر مرید کے مال و منصب پر ہوتی ہے۔ آج پیر مرید بن کر رہتے ہیں

اور مرید پیر بن کر رہتے ہیں۔ پیر مرید کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کی خدمت میں لگے ہوتے ہیں۔ ایسے پیر نے کسی کی کیا اصلاح کرنی ہے۔

واقعہ:

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ شہید ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کی طبیعت بہت ہی نفیس تھی۔ ان سے کسی قسم کی کوئی کجی برداشت ہی نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ بادشاہِ وقت ان کی زیارت کو آیا۔ کچھ دیر کے بعد اسے پیاس لگی تو قریب ہی ایک گھڑے سے پانی پیالے میں ڈال کر پیا۔ پانی پینے کے بعد گھڑے کے اوپر پیالہ رکھ دیا لیکن تھوڑا ٹیڑھا رکھ دیا۔ کچھ دیر کے بعد بادشاہ نے رخصت کی اجازت چاہی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں خدمت کے لئے کسی خادم کو آپ کے پاس بھیج دوں۔ اس پر آپ نے کہا کہ تم بادشاہ ہو اور تمہارا یہ حال ہے کہ گھڑے پر پیالہ ٹیڑھا رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے ابھی تک میرے سر میں درد ہو رہا ہے، تمہارا خادم پتہ نہیں میرا کیا حال کر جائے گا۔

ہمارے اکابر تو اصلاح کے معاملے میں کسی کے مال و منصب کی پروا نہیں کرتے تھے چاہے وہ بادشاہِ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ مرشد عالم حضرت مولانا پیر غلام حبیبؒ فرمایا کرتے تھے ''جب تک دب نہ ہو ادب پیدا نہیں ہوتا۔'' لہٰذا وہ اپنے متوسلین کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر متنبہ کیا کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ان کے متوسلین آداب و سنن کا بہت ہی خیال رکھتے تھے اور ان کی مجلس میں بہت باہوش ہو کر بیٹھتے تھے۔

4۔ سلسلہ کی اشاعت پر تمام توانائیاں خرچ کر دیں:

خلفائے کرام کو اپنی خلافت کے ملنے پر کسی عجب اور بڑائی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ اتنے منکسر المزاج ہو جائیں کہ جو ذمہ داری ان کو دی گئی ہے اسے ادا کرنے سے ہی گریز کریں کہ جی ہم اس قابل نہیں۔ آپ کو بڑوں کی طرف سے ایک اجازت دی گئی ہے اب کسی کو بیعت کرنے میں اور کسی کو اللہ اللہ سکھانے میں شرم اور جھجک نہیں ہونی چاہیے۔ اگر یونہی تساہل و تغافل برتیں گے تو یہ نعمت کی ناقدری ہوگی جس سے وہ دولت زائل بھی ہو سکتی ہے۔ آپ نے یہ کام کوئی اپنی طرف سے تو کرنا نہیں بلکہ آپ تو اس پر مامور کیے گئے ہیں۔ بڑوں کا حکم سمجھتے ہوئے قدم اٹھائیں پھر دیکھیں کیسے اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔ پھر آپ نسبت کی برکات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کریں گے۔ اس ضمن میں ہمارے بڑوں کی مثالیں ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالمالکؒ کی مثال:

حضرت خواجہ عبدالمالکؒ چوک قریشی والے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ وہ خود فرماتے تھے کہ میں اپنے شیخ خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خدمت میں رہتا تھا۔ باقی پیر بھائی تو شیخ کی صحبت میں رہتے لیکن میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا۔ میں خانقاہ کے مہمانوں کی خدمت ہی کیا کرتا تھا اور پیر و مرشد کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ خواجہ فضل علی قریشیؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ تم عبدالمالک کو خلافت دے دو۔ فرماتے ہیں کہ جب خلافت ملی تو میں بہت حیران ہوا

کہ میں تو اس قابل نہیں تھا۔ ایک دو گھنٹہ تو روتا ہی رہا۔ دوسرے خلفاء کرام نے تسلی دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک بوجھ سر پر رکھا ہے تو اٹھانے کی توفیق بھی دیں گے۔ کہنے لگے کہ میں نے اپنے دل میں نیت کر لی کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ اگر چہ حضرتؒ نے یہ امانت دے دی ہے مگر میں یہ آگے کسی کو دینے کا اہل نہیں اس لئے میں کسی شخص کو بیعت نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت کی خدمت میں ایک سال گزر گیا۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں آگ سینک رہے تھے کہ حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ نے میری طرف غصے سے دیکھا۔ میرے تو پاؤں کے نیچے سے زمین ہی نکل گئی۔ میں نے پوچھا، حضرت! خیریت تو ہے؟ فرمانے لگے ابھی ابھی مجھے کشف میں نبی اکرم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا ہے۔ محبوب ﷺ نے فرمایا ہے کہ عبدالمالک سے کہو کہ اس نعمت کو تقسیم کرے ورنہ ہم اس نعمت کو واپس لے لیں گے اور چونکہ محبوب ﷺ کی طرف سے یہ حکم ہے اس لئے تم اپنا بستر اٹھاؤ اور جیسے ہی اندھیرا ختم ہوا اپنے گھر جاؤ اور وہاں جا کے لوگوں کو اللہ اللہ سکھاؤ۔ میں تو روتا رہ گیا اور حضرت نے میرا سامان میرے سر پر رکھا اور خانقاہ سے رخصت کر دیا۔ فرمانے لگے کہ میں نے نکلتے نکلتے کہا حضرت! میں اب کوئی معاشی کام کرنے کے قبل نہیں ہوں کیونکہ اتنے سال ذکر اذکار میں گزار دیئے، اس لئے میرے لئے رزق کی دعا فرما دیں۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ "اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔"

میرے قریبی تعلق داروں اور رشتہ داروں میں کوئی ایک رشتہ گھر والوں نے پہلے ہی طے کیا ہوا تھا۔ چنانچہ گھر آتے ہی ماں باپ نے میری شادی کر دی۔ شادی کے ابتدائی دنوں میں کھانے کے لئے ہمارے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں تھا۔ بیوی مجھے ایسی

صابرہ ملی، وہ مجھے کہتی کہ اور کچھ نہیں تو آپ درخت کے پتے ہی لے آئیں۔ میں درخت کے پتے لاتا وہ بھی کھالیتی میں بھی کھالیتا اور ایک وقت کا گزارہ کر لیتے۔

ایک دن میرا ایک پیر بھائی میرے گھر آیا۔ وہ حضرتؒ کے پاس گیا ہوا تھا۔ جب وہ آنے لگا تو حضرتؒ نے اسے ایک چھوٹی سی دس کلو گندم کی بوری دی اور ایک رقعہ دیا اور فرمایا کہ یہ عبدالمالک کو دے دینا۔

وہ دوپہر کو میرے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ پسینے میں شرابور بوری سر پر اٹھائی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا سناؤ بھائی! کہاں جارہے ہو؟ اب میں کچھ اور پوچھ رہا تھا وہ کچھ اور بتا رہا تھا۔ میں نے اسے بٹھایا کہ یہ خانقاہ شریف جارہا ہے اور لنگر کے لئے یہ گندم لے کر جارہا ہے۔ گھر آ کر بیوی سے کہا کہ مہمان کے لئے کھانا دو۔ اس نے کہا کہ گھر میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر بیوی سمجھ دار تھی۔ اس نے مجھے کہا اگر وہ حضرت کی خانقاہ کے لئے گندم لے کے جارہا ہے تو اس سے جاکے اجازت مانگ لو کہ ہم اس گندم میں سے تھوڑی سے پیس لیں۔ پھر اس آٹے کی روٹی پکا کر اس کو کھلا دیتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اس میں بھلا کون سی شرم کی بات ہے۔ میں نے اسے کہا کہ اگر اجازت ہو تو اسی گندم میں سے تھوڑی سے روٹی بنادی جائے۔ وہ فرمانے لگے کہ میں یہ سمجھا کہ گندم تو گھر میں بھی پڑی ہے لیکن چونکہ آپ میرے حضرت سے لائے ہیں تو برکت کے لئے ہم اسی میں سے روٹی پکا دیتے ہیں۔ کہنے لگے کہ ہاں اسی میں سے پکا دیں۔ میں نے اس میں سے تھوڑی سی گندم لی، بیوی کو دی، اس نے چکی میں ڈالی اور آٹا نکال کر اور چکی کے پاٹوں کو اچھی طرح صاف کر کے پورے آٹے کی روٹی پکا کر سامنے رکھ دی۔

جب مہمان نے روٹی کھالی تو ہم نے اسے لسی پلا کے سلا دیا۔ سونے کے بعد جب وہ اٹھا تو اس نے ایک رقعہ دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بھی حضرت نے دیا ہے۔ تب بات سمجھ میں آئی کہ حضرتؒ نے وہ گندم کی چھوٹی سی بوری اس عاجز کی خانقاہ کے لئے دی تھی۔ کہنے لگے کہ میں خانقاہ کا لفظ سن کے حیران ہوا۔ خود کھانے کو ملتا نہیں اور لنگر کے لئے گندم آئی ہے۔ میں بیوی کو جا کر بتایا۔ کہنے لگی کہ پڑھو تو سہی لکھا کیا ہے۔ میں نے پڑھا تو لکھا ہوا تھا کہ عبدالمالک تم اللہ اللہ کرو اور کراؤ اور اس گندم کو کسی بند جگہ میں ڈال دو اور اس رقعے کو بھی اسی میں ڈال دینا اور ایک سوراخ بنا لینا اور اس میں سے تم گندم نکال کر استعمال کرنا یہ تمہارے لنگر کے لئے ہے۔ نیچے لکھا ہوا تھا کہ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن "اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔"

میری بیوی نے ایک کلوٹی میں وہ گندم ڈال دی۔ اس کے نیچے گندم نکالنے کے لئے سوراخ بنا دیا۔ وقتاً فوقتاً وہ اس میں سے کچھ گندم نکالتی اور استعمال کرتی، جب کہیں سے اور گندم آ جاتی تو وہ بھی اوپر سے اس میں ڈال دیتی۔ الحمدللہ آج اس گندم کو استعمال کرتے ہوئے ہمیں چالیس سال گزر گئے ہیں آج تک کلوٹی میں گندم ختم ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ آج بھی میری خانقاہ میں دو تین سو سالکین تک کا روزانہ مجمع رہتا ہے اور سال کے آخر پر ہزار سے زیادہ لوگ اجتماع میں شریک ہوتے ہیں۔ چالیس سال سے ہم لوگ اسی گندم کو استعمال کر رہے ہیں۔

الغرض کہ خلفاء حضرات اشاعت دین کے کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں اور اس طرح ڈٹ کر کام کریں کہ بس تمام توانائیاں اس میں لگا دیں۔ اللہ کے نام کو

پھیلانے کے لئے اپنے چین و آرام کو قربان کردیں اور جہاں کہیں بھی دین کا تقاضا ہو پہنچیں۔

حضرت مرشد عالمؒ کی مثال:

حضرت مرشد عالمؒ کی زندگی ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح آخری وقت تک دعوت کا کام کرتے رہے۔ 80 سال کی عمر میں شوگر کی بیماری تھی لیکن پھر بھی آخر وقت تک دین کا درد لئے در بدر پھرتے رہے۔ تقریباً 30 سے بھی زائد ممالک میں آپ نسبت کا نور لے کر پہنچے اور لوگوں کے دلوں کو منور کیا۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے، جو قرآن کی خدمت کرتا ہے اسے روٹی بھی ملتی ہے اور بوٹی بھی ملتی ہے کاریں بھی ملتی ہیں اور بہاریں بھی ملتی ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دین کے لئے اتنی محنت کرو کہ خالق اور مخلوق دونوں کو تم پر ترس آنے لگ جائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کام کو آگے رکھو اور آرام کو پیچھے کرو۔

ایک مرتبہ کسی ملک میں پہنچے دن رات کے سفر اور بیانات کی کثرت کی وجہ سے جسم تھک چکا تھا لیکن جذبہ تھا جو آپ کو لئے پھر رہا تھا۔ بالآخر لوگوں نے آپ کو ائر پورٹ پر خدا حافظ کہا۔ سیکورٹی کی وجہ سے کوئی خادم تو لاؤنج سے جہاز تک جا نہیں سکتا تھا لہذا آپ خود ہی لڑکھڑاتے قدموں سے اپنا سامان اٹھائے جا رہے تھے۔ ایک سیکورٹی اہلکار نے آپ کو دیکھا تو آپ کا بیگ پکڑ لیا اور ساتھ چلا اور ساتھ ہی کہنے لگا کہ بڑے میاں! اتنی عمر میں آخر آپ سفر کرتے ہی کیوں ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا بھئی تمہیں کیا بتاؤں کہ ایک بہت بڑا بوجھ میرے سر پر ہے اسی کو لئے ہوئے در بدر

پھر رہا ہوں۔

نقشبندی اجتماع کے موقع پر آپ کی مصروفیت بڑھ جاتی تھی، اجتماع کے انتظامات، آنے والے علماء کرام سے ملنا، پھر اجتماع گاہ میں طویل نشستیں، بیانات و ہدایات، سالکین پر باطنی توجہ ڈالنا، گھر جاتے تو تھکان کے آثار اماں جی محسوس کرتیں۔ ایک مرتبہ بیان کے دوران انتہائی ظرافت سے پنجابی میں فرمانے لگے کہ جب میں گھر جاتا ہوں تو میری اہلیہ مجھے کہتی ہے: ''اتھاں تاں گجدے او تے گھر آ کے ہونگدے او'' (وہاں تو آپ بیان میں گرج رہے ہوتے ہیں اور گھر آ کر کمزوری سے ہونہہ ہونہہ......'' کی آوازیں نکالتے ہیں۔)

ایک مرتبہ فرمایا کہ میری نیند تو مرغے کی نیند کی مانند ہے۔ جیسے وہ چلتے چلتے ایک ٹانگ پر تھوڑی دیر اونگھ لیتا ہے مجھے بھی ایسے ہی چند منٹ کا موقع مل جائے تو نیند پوری ہو جاتی ہے۔

ان واقعات میں خلفائے کرام کے لئے سبق ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں اور جو کام انہیں دیا گیا ہے اس کی تکمیل کو اپنی زندگی کی کڑھن بنالیں۔

؎ موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام
نیند بھر کر وہی سویا جو کہ جاگا ہوگا

5۔ دین کے خون جگر پینا پڑتا ہے:

جو دین کی خاطر بہت زیادہ قربانیاں دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری کر دیتے ہیں۔ جب دین کی خدمت کی ذمہ داری سر پر آجائے تو نہ صرف

خواہشات کو بلکہ اپنی ضروریات کو بھی کم کر دیں اس لئے کہ ضروریات اگر محدود ہوں گی تو زیادہ کمانا نہیں پڑے گا اور وقت بچ جائے گا۔ وہی وقت پھر سلسلہ اور دین کے کاموں کی اشاعت پر لگا سکتے ہیں۔ قربانیاں کرنے سے ہی قبولیت ملتی ہے، گھر بیٹھے رہنے سے قبولیت نہیں ملتی۔ خون جگر پینا پڑتا ہے، دین کا غم کھانا پڑتا ہے تب کہیں جا کر بات بنتی ہے۔ دین کی خدمت کو اپنا غم بنا لیجئے اور دن رات اس کے لئے کھپا دیجئے۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کے پردوں کو کھولتا جائے گا۔ انسان کو اپنی اوقات کی پہچان نصیب ہو جائے گی اور آخرکار انسان دیوانہ حق ہو جائے گا۔

؎ نہیں دیوانہ حق جو تیرا دیوانہ نہیں
ہائے وہ روح کہ جس نے تجھے پہچانا نہیں

6۔ عامل نہ بنیں کامل بنیں:

کسی کو جب منصب خلافت پر فائز کیا جاتا ہے تو اب اس کی حیثیت اپنے اکابر کے ایک نمائندہ کی سی ہوتی ہے۔ اب وہ دین کا کام کرتا ہے تو اس کے مشائخ کی روحانیت اور دعائیں اس کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ اب اسے چاہیے کہ اپنے اکابر کی اس نسبت کی لاج رکھے اور اس نسبت کی حفاظت کرے۔ نسبت کے مل جانے کے بعد نسبت کے نور کو مزید بڑھانا چاہیے۔ نسبت کو مضبوطی سے اضبط کر لینے سے مشائخ سے نسبت قوی ہوگی اور اس کی برکات اپنی آب و تاب سے ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی۔ جو کوئی بھی اپنی نسبت پر مضبوطی سے جما ہوا ہے اس کے پاؤں کے نیچے گویا ایک چٹان ہے۔ اس کے بیان میں تاثیر ہوگی، اس کے فیصلوں میں برکت ہوگی، اس کی

دعاؤں میں قبولیت ہوگی، اس کی صحبت میں اثر ہوگا اور الجھے ہوئے کام اس کی برکت سے سلجھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''کامل بنیں عامل نہ بنیں'' مطلب اس بات کا یہ کہ بندہ اگر اپنے کردار کو کمال درجے تک پہنچا دے تو پھر اسے کسی کی تسخیر کے لئے علیحدہ سے عملیات کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حضرت نانوتویؒ کا ایک واقعہ کتب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی شخص ان کی خدمت میں آیا اور آ کر اپنا کوئی مسئلہ ان کی خدمت میں عرض کیا اور کہا کہ حضرت! کوئی تعویذ بنا دیں کہ تاکہ میری یہ پریشانی دور ہو جائے۔ حضرت نے انکار کیا کہ مجھے تعویذ بنانا نہیں آتا۔ اس آدمی نے اصرار کیا کہ نہیں حضرت ضرور بنا کر دیں۔ ادھر سے اصرار ادھر سے انکار۔ جب کافی دیر انکار کے بعد وہ نہ مانا تو حضرت نے ایک کاغذ پر تعویذ بنا کر اسے دے دیا۔ وہ شخص تعویذ لے گیا اور اسے استعمال کیا اللہ کے حکم سے اسے فائدہ ہو گیا۔ اب ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ میں دیکھوں تو سہی تعویذ میں لکھا کیا تھا۔ اس نے کھول کر دیکھا تو لکھا تھا ''یا اللہ! میں جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں، یہ بندہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام'' یہ ہوتی ہیں کاملین کی برکات۔ جب کوئی اللہ کا منظور نظر بن جاتا ہے تو پھر اس کی الٹی بھی سیدھی ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ ہر کام اخلاص اور اللہ کی رضا کے لئے کر رہا ہوتا ہے۔

صاحب نسبت انسان کے سامنے شیاطین و جنات کی کارستانیاں بھی ماند پڑ جاتی ہیں اور وہ راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ نسبت کا نور ایسا نور ہے کہ جن وشیاطین بھی اس سے ڈرتے ہیں۔

اس کے برعکس بعض حضرات عملیات کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ اس سے نہ

صرف وہ نورِ نسبت جیسی مہتم بالشان چیز کے ناقدری کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات وہ عملیات کے چکر میں ایسے الجھتے ہیں کہ دعوتِ دین اور اللہ اللہ سکھانے کا جو اصل کام ان کے سپرد کیا گیا تھا اس کو تو چھوڑ دیتے ہیں اور لوگوں کے بگڑے ہوئے کام بنانے کے چکروں میں خود الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ اور اس کو جب وہ مستقل مشغلہ بنا لیتے ہیں تو اس کی ایسی ظلمت پڑتی ہے کہ نورِ نسبت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کو ہر وقت یہی پٹی پڑھاتا رہتا ہے کہ تم دکھی مخلوق کی خدمت کر رہے ہو۔ اسی آڑ میں وہ اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ منصبِ خلافت کا اپنا ایک مقصد ہے کہ دعوتِ دین کا کام کیا جائے اور مخلوق خدا کو اللہ سے جوڑا جائے۔ اس اعلیٰ وارفع مقصد کو چھوڑ کر ثانوی امور میں اپنی صلاحیتیں خرچ کرنے سے اس منصب کا حق ادا نہیں ہوگا۔

عملیات بھی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جس میں جنات وغیرہ کو مسخر کیا جاتا ہے، ان کی تو تصوف کی لائن میں قطعی اجازت نہیں ہے۔ دوسرے وہ اعمال قرآنی اور عملیات جو مشائخ سے منقول ہیں یا جن کی شیخ نے اجازت دے رکھی ہے ان کو درجۂ ضرورت میں استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں لیکن ان کی بھی زیادہ عادت نہ ڈالیں۔ اس سے ایک تو آپ کا وقت ضائع ہوگا دوسرا آنے والے متوسلین بھی خدا طلبی کی نیت سے کم اور دنیاوی اغراض لے کر زیادہ آئیں گے جس سے سلسلے کا کام متاثر ہوگا۔

7۔ امراء سے استغناء برتیں:

خلفائے کرام کو جو نسبت والی نعمت ملتی ہے وہ ایسی نعمت ہے جس کے آگے دنیا کے سارے خزانے ہیچ ہیں۔ اللہ والے اس نعمت کی قدر کرتے ہیں۔ وہ دین کا کام وقار سے کرتے ہیں اور امراء سے استغناء برتتے ہیں۔ ان کی نظریں دنیا داروں کی جیب پر ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر ہوتی ہیں۔ لہذا اللہ کی رضا اور اس کی لقا کو پیش نظر رکھتے ہوئے بالکل بے طمع ہو کر کام کریں۔ جب آپ اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنا غم بنا لیں گے تو اللہ رب العزت آپ سے دنیا کے غم اٹھا لیں گے اور آپ کی ضروریات اپنے خزانوں سے پوری کر دیں گے۔ جس کی کفالت کا ذمہ خود اللہ رب العزت نے اٹھایا ہو اور وہ کسی اور سے امید باندھے تو یہ کس قدر پستی کی بات ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''جو کسی امیر کے پاس جائے اور اس کے سامنے اپنی تنگی کا اظہار کرے تو اس کا دو حصے دین جاتا رہتا ہے۔''

آج کل کے اکثر پیروں کو دیکھا ہے کہ مریدوں کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دینے کی بجائے ان کے مال و منصب پر نظر رکھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دین کی بدنامی کا باعث بن رہے ہوتے ہیں۔

واقعہ:

ایک آدمی طالبِ صادق تھا وہ کسی شیخ سے بیعت تھا۔ خلوصِ دل سے اس کی خدمت کرتا تھا لیکن اس شیخ کی نظر اس کے مال پر تھی۔ ایک دن اس شخص نے ایک خواب دیکھا اور آکر پیر صاحب کو بیان کیا۔ کہنے لگا، حضرت! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے اور میرے ہاتھ پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ بس

پیر صاحب نے سنا تو فوراً کہہ اٹھے کہ یہ بالکل سچا خواب ہے کیونکہ ہم دیندار لوگ ہیں، ہمارے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے اور تم دنیا دار ہو اور تمہارے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگا، حضرت! ابھی پورا خواب تو سنیں۔ پورا خواب کیا ہے؟ کہنے لگا کہ پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے منہ میں دیا ہوا ہے اور میں نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ میں دیا ہوا ہے۔ تعبیر اس خواب کی یہ تھی کہ مرید کو عقیدت کی وجہ سے شیخ سے پھر بھی فائدہ ہو رہا تھا مگر شیخ کی نظر چونکہ مرید کی جیب پر تھی اس لئے اس کو اس سے نقصان ہو رہا تھا۔

یاد رکھیں! امراء اور دنیا داروں سے غرض مندانہ تعلق رکھنے سے ہم دین اور اہل دین دونوں کی تحقیر کا سبب بنیں گے۔ لہذا امراء وغیرہ سے تعلق رکھنے میں دینی وقار کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔ ان سے ذاتی ضروریات بیان کرنے سے اجتناب کریں لیکن دینی مصالح کی بناء پر کچھ تقاضے ان کے سامنے رکھنے ہوں تو ان کو یوں دعوت دیں گویا کہ اس میں ان کا ہی فائدہ ہے، اس میں بھی دین میں مداہنت (غفلت) سے بچنا چاہیے۔ جس قدر استغناء برتیں گے اسی قدر آپ کی ہیبت ان پر پڑے گی۔ ہمارے اکابر تو ماشاء اللہ امراء سے اس قسم کی میل ملاقات سے بہت ہی بچتے تھے۔ امراء کے پاس بیٹھنے سے ان کی تو طبیعت منقبض ہو جاتی تھی۔ اکابر کی اس شان بے نیازی کے بے شمار واقعات ہیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا استغناء:

انسان جب استغناء کے ساتھ کام کرتا ہے تو دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی مجھے محتاج سمجھ کر ہدیہ پیش کرے، میرا دل اس کا ہدیہ قبول کرنے کو نہیں کرتا، البتہ سنت سمجھ کر پیش کرے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے آ کر آپ کو ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ یہ تو احسان چڑھا کر ہدیہ دے رہا ہے، آپ نے انکار کر دیا۔ مگر وہ بھی پیچھے لگا رہا کہ حضرت! قبول کیجئے، حضرت! قبول کیجئے، حضرت نے دو چار دفعہ کے بعد اس کو سختی سے ڈانٹ دیا کہ نہیں، میں قبول نہیں کروں گا۔ جب اس نے دیکھا کہ چہرہ پر جلال ہے تو پیچھے ہٹ گیا۔ جب مسجد سے باہر نکلنے لگا تو اس کی نظر حضرت کے جوتوں پر پڑی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت جب باہر نکلیں گے تو جوتے تو پہنیں گے ہی سہی، چنانچہ اس نے وہ پیسے حضرت کے جوتوں میں رکھ دیئے۔ جب حضرت مسجد سے باہر نکلے اور پاؤں جوتے میں رکھا تو اس میں پیسے تھے۔ آپ نے دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ یہ وہی پیسے ہیں جو وہ آدمی ہدیہ میں پیش کر رہا تھا، پہلے سنا کرتے تھے اور آج آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جو انسان دنیا کو ٹھوکر لگاتا ہے دنیا اس کے جوتوں میں آیا کرتی ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ ایک مرتبہ کسی دینی ضرورت سے ریاست رامپور تشریف لے گئے۔ ریاست کے نواب کو اطلاع ہوئی کہ حضرت تشریف لائے ہوئے ہیں تو مولانا سے ملاقات کے لئے تشریف لانے کے لئے درخواست کی مگر حضرت تشریف نہ لے گئے اور یہ عذر فرمایا کہ ہم دیہات کے رہنے والے ہیں، آدابِ شاہی سے ناواقف ہیں، نجانے ہم سے کوئی ایسی بات پیش آ جائے جو آدابِ شاہی کے خلاف ہو لہذا ہم تو آنے سے قاصر ہیں۔ اس کے جواب میں نواب صاحب

نے کہلا بھیجا کہ آپ سے آداب کون چاہتا ہے، ہم خود آپ کا ادب کریں گے، آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے اس لئے آپ ضرور تشریف لائیں۔ جب یوں اصرار ہوا تو حضرت نے جواب میں کہلا بھیجا کہ عجیب بات ہے کہ ملنے کا اشتیاق تو آپ کو ہے اور آؤں میں، لہذا حضرت تشریف نہ لے گئے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا استغناء:

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے دل میں امراء سے حد درجہ بُعد پایا جاتا تھا۔ جب تک کوئی امیر پاس بیٹھا رہتا اس وقت تک حضرت کے قلب پر انقباض رہتا۔ ایک صاحب امیر خاں شاہ صاحب راوی ہیں کہ میں نواب یوسف علی خان صاحب کو بعض بزرگوں کی طرف متوجہ کرتا اور انہیں ترغیب دیتا لیکن ان کا میلان حضرت شیخ الہندؒ ہی کی طرف ہوتا تھا۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھ لیا کہ میں آپ کو بعض مشائخ کی طرف متوجہ کرتا ہوں لیکن آپ حضرت شیخ الہندؒ کی طرف ہی رغبت رکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں جب اور جگہوں پر جاتا ہوں تو وہ میرے جانے سے بہت خوش ہوتے ہیں اور میری بہت خاطر مدارت کرتے ہیں اور جب حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں جاتا ہوں تو مولانا مجھ سے طبعاً ایسی نفرت کرتے ہیں جیسے کسی سے بدبو آرہی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ہاں دین خالص دین ہے دنیا بالکل نہیں ہے، اس وجہ سے میں مولانا کا زیادہ معتقد ہوں۔

حضرت سہارنپوریؒ کا استغناء:

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ایک مرتبہ حج پر جانے لگے تو بمبئی کے

ایک سیٹھ صاحب نے اپنے کسی ملازم کے ہاتھ آپ کی خدمت میں سو(100) روپے بھیجے۔ ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ مجھے چونکہ حاضری کی فرصت نہیں اس لئے کسی کے ہاتھ بھجوا رہا ہوں قبول فرمائیں۔ آپ نے یہ کہہ کر واپس بھجوا دیا کہ بحمد للہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ آخر وہ خود آیا اور معذرت کی تب آپ نے قبول فرمایا۔ اگر کسی غریب کا ہدیہ ہوتا تو اس کی آپ بڑی تعظیم فرماتے تھے اور ایسے قبول کرتے تھے جیسے آپ اس کے محتاج ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کو ٹوپی پیش کی جو شاید آٹھ آنے کی بھی نہ ہوگی۔ آپ نے مسکرا کر قبول کی اور اسی وقت اس کو پہن لیا۔

حضرت اقدس تھانویؒ کا استغناء:

حضرت اقدس تھانویؒ سے ایک نواب صاحب بیعت ہوگئے۔ بڑے مال پیسے والے تھے۔ اس دور میں جب استاد کی تنخواہ پانچ روپے ماہانہ ہوا کرتی تھی اس نے حضرت کو ایک لاکھ روپے بھجوائے۔ حضرت نے اس کے خط کی تحریر سے محسوس کیا کہ یہ تو احسان جتلا کر پیش کر رہا ہے۔ حضرت نے منی آرڈر واپس کر دیا۔ جب منی آرڈر واپس گیا تو وہ سٹپٹا گیا۔ اس نے پھر خط لکھا، کہنے لگا: حضرت! میں نے بیعت ہو کر آپ کو ایک لاکھ روپیہ ہدیہ پیش کیا، آپ کو ایسا مرید اور کہیں نہیں ملے گا۔ حضرت نے خط پڑھا اور جواب میں لکھا کہ اگر مجھے تجھ جیسا مرید نہیں ملے گا تو تجھے بھی مجھ جیسا پیر نہیں ملے گا جو تیرے لاکھ روپے کو ٹھوکر مار دے۔

امراء کی اصلاح کریں:

امراء سے استغناء تو برتنی ہی چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ استغناء

ان کی اصلاح میں مانع ہو جائے۔ دین تو سراسر خیر خواہی ہے اور اس خیر خواہی کے وہ بھی مستحق ہیں۔ لہذا نیکی اور خیر کی بات پہنچانے کی نیت سے ملنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت تھانویؒ کا ارشاد ہے:

''میں امراء سے تعلق کو منع نہیں کرتا تملق کو منع کرتا ہوں۔''

ٹھیک ہے امراء کے پاس اپنی ذاتی حاجات وضروریات کے لئے نہیں جانا چاہیے کیونکہ یہ شانِ علم کے خلاف ہے۔ لیکن ان سے اپنے آپ کو کھینچ کر رکھنا اور دور رکھنا باوجود اس کے وہ علم کے قدر دان ہوں اور حق شناس ہوں تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اس میں بھی ایک طرح کا تکبر پایا جاتا ہے۔ لہذا جہاں دیکھیں کہ امراء علم شناس ہیں تو ان کی دلجوئی کرنی چاہیے۔ تاکہ وہ قریب ہوں اور دین کو سیکھیں اور سمجھیں۔

محققین کا قول ہے:

نِعْمَ الْاَمِيْرُ عَلٰى بَابِ الْفَقِيْرِ وَ بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاَمِيْرِ

''وہ امیر بہت اچھا ہے جو فقراء کے دروازے پر چل کر جاتا ہے اور وہ فقیر بہت برا ہے جو (اپنی حاجت کے لئے) کسی امیر کے دروازے پر جائے۔''

چنانچہ اس کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے جب امیر تمہارے دروازے پر آ جائے تو اس کی عزت کرو کہ اب وہ صرف امیر نہیں بلکہ نعم الامیر ہے، اب اس کے نعم الامیر ہونے کی تعظیم کرو۔ ہاں یہ ہے کہ اس سے اپنی کوئی حاجت نہ مانگو۔

لہذا ہمارے اکابرین اور مشائخ نے جب بھی دیکھا کہ امراء اور سلاطین سے مل کر اقامتِ دین کا فریضہ سرانجام دیا جا سکتا ہے تو انہوں نے ان سے میل ملاقات

رکھنے سے دریغ نہیں کیا۔ تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ لہذا سلسلہ نقشبندیہ کے سرخیل امام حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے بادشاہِ وقت اور امراءِ سلطنت سے تعلق قائم رکھا اور ان کی اصلاح سے احیائے دین کا کام ممکن ہوا۔

8۔ شیخ کی صحبت سے مستغنی نہ ہوں:

کسی طالب کو اجازت وخلافت دینے کے بعد عموماً شیخ اس کے ذمے دین کا کوئی کام لگا دیتے ہیں یا کوئی علاقہ اس کے سپرد کرتے ہیں کہ یہاں دعوت وارشاد کا کام کرو۔ اس کے خلیفۂ مجاز کو شیخ کی صحبت درجہ ضرورت میں تو باقی نہیں رہتی لیکن مزید ترقی وکمال حاصل کرنے کے لئے شیخ کی صحبت کی ضرورت بہر حال باقی رہتی ہے۔ ویسے بھی اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی سمجھنا ادب کے خلاف دکھائی دیتا ہے۔ مشائخِ سلوک کا تو یہ حال رہا ہے کہ آخری دم تک سلسلہ کے اوراد و اذکار کو نہیں چھوڑتے تھے اور کہتے تھے کہ جن اوراد و اذکار کی برکت سے یہاں تک پہنچے ہیں اب ان کو چھوڑتے ہوئے شرم آتی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد ہے:

> ''شیخ کے ہوتے ہوئے اس سے استغناء بعد تکمیل کے بھی نہ چاہیے کیونکہ گو مجاز ہو جانے کے بعد شیخ سے سلسلۂ استفادہ جاری رکھنا درجۂ ضرورت میں نہ رہے لیکن ترقیات کے لئے تو پھر بھی اس کی حاجت رہتی ہے بلکہ اکثر احوال میں یہ افادہ درجۂ ضرورت میں بھی رہتا ہے لہذا شیخ حق سے استغناء کسی حال میں بھی نہ چاہیے جنہوں نے اپنے کو مستقل سمجھ لیا

ان کی حالت متغیر ہو گئی۔''

لہذا یہ ضروری ہے کہ شیخ سے اپنے تعلق کو مضبوط رکھے اور اپنے کام کو ان کے مشورے سے سرانجام دیتا رہے۔ اسی میں برکت بھی ہے اور فتنوں سے حفاظت بھی ہے۔ بعض مجازین کی مثالیں ایسی بھی سامنے آئیں کہ انہوں نے اپنے شیخ سے رابطہ توڑا فتنوں میں ایسے پھنسے کہ نسبت کے سلب ہو جانے کی نوبت آ گئی۔

چونکہ ہمارے سلسلے کا مدار محبت وعقیدت پر ہے لہذا شیخ سے بے مروتی اور بے ادبی سے حصول نسبت کے بعد بھی بچنا چاہیے کیونکہ اس کا وبال بہت بڑا ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک جگہ پر فرمایا شیخ کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے والا باطنی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا ''شیخ کے ساتھ جو نسبت ہوتی ہے کیا وہ بھی قطع ہو جاتی ہے؟ فرمایا کہ ''ہاں! شیخ کے ساتھ جو نسبت ہوتی ہے وہ بھی قطع ہو جاتی ہے۔'' گستاخی بڑی خطرناک چیز ہے گو معصیت نہیں ہے مگر خاص اثر اس کا معصیت سے بھی زیادہ ہے اس طریق میں سب کوتاہیوں کا تحمل ہو جاتا ہے مگر اعتراض اور گستاخی کا نہیں ہوتا۔

شیخ سے استغناء کا وبال:

ایک مرتبہ حضرت پیر فضل علی قریشیؒ نے چند حضرات کو خلافت دی لیکن ان کی تربیت کے لئے ایک واقعہ بھی ان کو سنایا۔ فرمایا کہ ایک شیخ نے کسی مرید کو خلافت دی۔ خلافت ملنے کے بعد بڑی تعداد میں لوگ اس سے مرید ہوئے۔ یہ دیکھ کر ان خلیفہ صاحب کا بھی رنگ ڈھنگ بدل گیا۔ وہ عیش وعشرت میں پڑ گیا اور سواری کو چھوڑ کر پالکی میں سواری شروع کر دی۔ شیخ کے پاس بھی آنا ہوتا تو اس انداز میں کہ شیخ کی

قیام گاہ کے قریب ہی پالکی سے اترتا اور وہاں بھی اپنی عظمت اور رعب داب قائم رکھنے کی کوشش کرتا۔ پیر بھائی اس کو ادب آداب کی بات سمجھاتے تو وہ اور غصے میں آجاتا۔ حتیٰ کہ اس نے کہنا شروع کردیا کہ مجھے تمہارے شیخ سے کیا واسطہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام سے فیض آتا ہے۔ شیخ نے جب اس کے الفاظ سنے تو ایک دن جمعہ کے خطبہ میں فرمایا کہ جس خضر نے اس کو نسبت دی تھی وہ تو میں ہوں اس لئے میں اپنی نسبت واپس لیتا ہوں۔ اس کے بعد اس کی جماعت کو اس کی طرف ایسی نفرت ہوئی کہ اس کی محبت ختم ہوگئی اور سب کے سب بڑے حضرت کی طرف متوجہ ہوگئے۔ یہ رسوا ہوکر جنگل کی طرف نکل گیا اور پھرتے پھراتے عمر برباد کی۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ

"اگر تم شکر کروگے تو میں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔"

9۔ نسبت کی نعمت چھن جانے سے ڈرتے رہیں:

خلفائے کرام کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی اور اس کی خفیہ تدبیروں سے بہت ڈرتے رہیں۔ وہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے نسبت کی ایک نعمت دی ہے ہم اس قابل نہ تھے یہ ہم پر اللہ کا فضل ہوا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس کی کسی پکڑ میں آجائیں اور یہ نعمت واپس لے لی جائے، معلوم نہیں کہ ہمارے تمام اعمال کو رد کردیا جائے اور ہمیں پھٹکار دیا جائے۔ بلعم باعور بنی اسرائیل کا بہت بڑا عبادت گزار تھا۔ پروردگار کی شانِ بے نیازی کا اظہار ہوا اور اس کی پانچ سو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگا

دی گئی۔قرآن مجید میں اس کی تشبیہ کتے کے ساتھ دی گئی ہے

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ''اس کی مثال کتے کی سی ہے۔''

ہم تو کسی شمار ہی میں نہیں ہیں،ہمیں تو بہت ہی ڈرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن پاک کی دو آیتیں ہیں اگر بندہ ان پر غور کرلے تو وہ اپنے حال پر کبھی مطمئن نہیں ہوسکتا۔ایک آیت علم کے بارے میں اور دوسری عمل کے بارے میں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں،جن کو اتنا مرتبہ دیا،اتنا مقام دیا،ان کو فرماتے ہیں:

لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ (الاسراء 86)

''اگر ہم چاہیں ہم سب کچھ لے لیں جو کچھ ہم نے وحی کے ذریعہ آپ کو عطا کیا۔''

تو اپنے محبوب ﷺ کو جب یہ فرمارہے ہیں لَئِنْ شِئْنَا انداز دیکھئے،کیا شاہانہ خطاب ہے،کیسی عظمت ہے اس خطاب میں،کیسی جلالت شان اللہ کی ظاہر ہوتی ہے لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ ثقیلہ کا صیغہ استعمال فرمایا،تاکید کا آخری درجہ''اگر ہم چاہیں ہم ضرور بالضرور وہ سب کچھ لے لیں جو ہم نے آپ کے اوپر وحی کے ذریعہ نازل کیا''تو ہمارا علم کس کام کا،ہم اپنے علم پر کیا عجب کرسکتے ہیں۔

دوسری آیت عمل کے بارے میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے محبوب ﷺ سے،سید الکونین سے،امام الانبیاء امام الملائکہ سے،

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا

(الاسراء 74)

''اے محبوب ! اگر ہم آپ کو ثابت قدمی نہ دیتے تو آپ ان کی طرف تھوڑا سا جھکنے لگ جاتے، تب تو ضرور چکھاتے ہم آپ کو مزہ زندگی میں اور دوگنا مزہ مرنے کے بعد۔ پھر آپ نہ پاتے ہمارے مقابلے میں کوئی مدد کرنے والا۔''

اس آیت کو پڑھ کر ذرا غور کیجئے کہ اللہ رب العزت کی ذات کتنی عظمتوں والی ہے۔ اپنے محبوب ﷺ کو یہ الفاظ ارشاد فرمائے (اللہ اکبر) پھر کیا ہم اپنے عمل پر ناز کر سکتے ہیں؟......تو جس نے ان دو آیتوں پر غور کر لیا وہ اپنے علم اور عمل پر ناز نہیں کر سکتا۔ اس کی گردن جھکی رہے گی، وہ ڈرتا کانپتا رہے گا، اس میں ''میں'' نہیں آئے گی۔

جو جتنا علم والا ہوگا جتنا عمل والا ہوگا جتنا معرفت والا ہوگا وہ نیکی کی بھی زیادہ کر رہا ہوگا مگر ساتھ ہی ساتھ ڈر بھی رہا ہوگا، وہ کانپ رہا ہوگا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے پروردگار کے غصے کو، وہ جانتا ہے پروردگار کی ناراضگی کو، وہ جانتا ہے پروردگار کی عظمتوں کو اور اسے پتہ ہے کہ جب پروردگار کی بے نیازی کا معاملہ ہوتا ہے تو پھر تو وہاں بڑے بڑوں کو پھٹکار دیا جاتا ہے۔ اس لئے ڈر کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آہ وزاریاں کرتے رہیں کہ اے اللہ! میں تیری بے نیازی سے ڈرتا ہوں، میں تیری خفیہ تدبیر سے ڈرتا ہوں، اے اللہ! تو نے جو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے موت تک اسے سلامتی کے ساتھ پہنچا دینا۔ اے اللہ! تو نے جو اپنی معرفت عطا کی ہے موت تک اسے محفوظ پہنچانے کی توفیق دے دینا۔

شیخ عبداللہ اندلسیؒ کا سبق آموز واقعہ:

شیخ عبداللہ اندلسیؒ حضرت شبلیؒ کے پیر تھے۔ وہ عیسائیوں کی بستی کے قریب

سے گزر رہے تھے۔ اس بستی کے اوپر صلیبیں لٹک رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کنویں پر عصر کی نماز ادا کرنے کے لئے وضو کرنے گئے۔ وہاں کسی لڑکی پر نظر پڑی۔ شیخ کا سینہ وہیں خالی ہو گیا۔ اپنے مریدین سے کہنے لگے جاؤ واپس چلے جاؤ میں ادھر جاتا ہوں جدھر یہ لڑکی گئی ہے۔ میں اس کی تلاش میں جاؤں گا۔ مریدین نے رونا شروع کر دیا۔ کہنے لگے شیخ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟...... یہ وہ شیخ تھے جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں، قرآن کے حافظ تھے، سینکڑوں مسجدیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں، خانقاہیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں۔ انہوں نے کہا میرے پلے کچھ نہیں جو میں تمہیں دے سکوں، اب تم چلے جاؤ۔

شیخ ادھر بستی میں چلے گئے، کسی سے پوچھا کہ فلاں لڑکی کہاں کی رہنے والی ہے، اس نے کہا کہ یہاں کے نمبردار کی بیٹی ہے۔ اس سے جا کر ملے۔ کہنے لگے کیا تم اس لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا یہاں رہو، ہماری خدمت کرو، جب آپس میں موانست ہو جائے گی تو پھر آپ کا نکاح کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ وہ کہنے لگا، آپ کو سؤروں کا ریوڑ چرانے والا کام کرنا پڑے گا۔ شیخ اس پر بھی تیار ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہاں میں خدمت کروں گا۔ اب کیا ہوا؟ صبح کے وقت سؤر لے کر نکلتے اور سارا دن چرا کر شام کو واپس آیا کرتے۔

ادھر مریدین جب واپس گئے اور یہ خبر لوگوں تک پہنچی تو کئی لوگ تو بے ہوش ہو گئے، کئی موت کی آغوش میں چلے گئے اور کئی خانقاہیں بند ہو گئیں۔ لوگ حیران تھے کہ اے اللہ! ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی تیری بے نیازی کا یہ معاملہ ہو سکتا ہے۔

ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ حضرت شبلیؒ سچے مرید تھے، جانتے تھے کہ

میرے شیخ صاحبِ استقامت تھے، مگر اس معاملہ میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی۔ ان کے دل میں بات آئی کہ میں جا کر حالات معلوم کروں۔ چنانچہ اس بستی میں آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے شیخ کدھر ہیں۔ کہا فلاں جنگل میں جا کر دیکھو، وہاں سؤر چرا رہے ہوں گے۔ جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی عمامہ، وہی جبہ اور وہی عصا جس کو لے کر وہ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے، آج اسی حالت میں سؤروں کے سامنے کھڑے سؤر چرا رہے ہیں۔ شبلیؒ قریب ہوئے پوچھا حضرت! آپ تو قرآن کے حافظ تھے، آپ بتائیے کہ کیا آپ کو قرآن یاد ہے؟ فرمانے لگے قرآن یاد نہیں، پھر پوچھا حضرت کوئی ایک آیت یاد ہے، سوچ کر کہنے لگے مجھے ایک آیت یاد ہے پوچھا کون سی آیت؟ کہنے لگے:

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (الحج 18)

''جسے اللہ ذلیل کرنے پر آتا ہے اسے عزتیں دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔''

پورا قرآن بھول گئے اور صرف ایک آیت یاد رہی جو کہ ان کے اپنے حال سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت شبلیؒ رونے لگ گئے کہ حضرت کو صرف ایک آیت یاد رہی۔ پھر پوچھا حضرت! آپ تو حافظ الحدیث تھے، کیا آپ کو حدیثیں یاد ہیں؟ فرمانے لگے ایک یاد ہے: **مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ** ''جو دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔''

یہ سن کر شبلیؒ پھر رونے لگے تو انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ شیخ روتے رہے اور روتے ہوئے انہوں نے کہا: اے اللہ! میں آپ سے یہ امید تو نہیں کرتا تھا کہ مجھے اس حال میں پہنچا دیا جائے گا۔ رو بھی رہے تھے اور یہ فقرہ بار بار کہہ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ کو توبہ کی توفیق عطا فرما دی اور ان کی کیفیات لوٹا دیں۔ پھر بعد میں شیخ شبلیؒ نے پوچھا یہ سارا معاملہ کیسے ہوا؟ فرمایا میں بستی کے قریب سے گزر رہا تھا، میں نے صلیبیں لٹکتی ہوئی دیکھیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کیسے کم عقل لوگ ہیں، بے وقوف لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس بات پر پکڑ کر لی کہ عبداللہ! اگر تم ایمان پر ہو تو کیا یہ تمہاری عقل کی وجہ سے ہے یا میری رحمت کی وجہ سے ہے، یہ تمہارا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے کہ میں نے تمہیں ایمان پر باقی رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت کو سینے سے نکال لیا کہ اب دیکھتے ہیں تم اپنی عقل پر کتنا ناز کرتے ہو۔ تم نے یہ لفظ کیوں استعمال کیا، تمہیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ اللہ نے ان کو محروم کر دیا ہے، تم نے عقل اور ذہن کی طرف نسبت کیوں کی؟

یہ واقعہ ہماری عبرت کے لئے کافی ہے کہ جب حالات ادلتے بدلتے ہیں ایسے بڑے بڑے مشائخ کے احوال بھی بدل سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمارے ایمان اور ہماری نسبت کی حفاظت فرمائے۔ آمین

10۔ حفاظتِ نسبت کے رہنما اصول:

پہلے وقتوں میں مشائخ عظام اپنے تربیت یافتہ سالکین کو دعوت وارشاد کے منصب پر فائز کرتے وقت ان کو کچھ نصیحتیں کیا کرتے تھے اور ان پر ساری زندگی کاربند رہنے کا عہد لیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنی باقی زندگی نسبت کے اس نور کی حفاظت کر سکیں۔ اہل ارشاد اور مقتداء حضرات کی رہنمائی کے لئے علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کے وہ عہد

جوانہوں نے اپنے مشائخ سے کئے اور اپنی کتاب ''البحر المورود فی المواثیق العہود '' میں درج کئے ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔ یہاں کے فقراء (خلفائے کرام) کو چاہیے کہ ان عہدوں کو پڑھیں اور ان پر گامزن رہنے کا پکا عہد کرلیں تا کہ اکابر سے ایک نسبت قائم ہوسکے۔ اس کی تفصیلات ''رہے سلامت تمہاری نسبت'' کے آخری باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی نصیحتیں برائے خلفاء کرام:

سلسلے کے کام کرنے کا طریقہ:

خلفاء حضرات سے ارشاد فرمایا، کام شروع کرتے ہوئے مشکلات ہوتی ہیں مگر حکمت سے کام لیتے ہوئے کام شروع کریں اور مختلف گھروں میں پروگرام رکھیں، گھر کے پروگراموں سے پھر مساجد کے پروگراموں کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ کام کرنے سے اللہ تعالیٰ کام کے راستے خود ہی کھول دیتے ہیں۔ یہ ہمارے مشائخ کی ایسی پکی نسبت ہے کہ اس کے راستے میں کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ پتھر جیسے سخت بندے کو بھی تبدیل کر کے رکھ دیتی ہے۔

آپ گھروں میں پروگرام کریں لیکن کھانے کا پروگرام نہ رکھیں۔ دعوت وتبلیغ کھانے کے بغیر بھی ہوسکتی ہے۔ اگر کھانے کا پروگرام رکھیں گے تو ایک دفعہ تو رواداری سے پروگرام رکھ لیں گے پھر دوبارہ ان کا بجٹ اتنے کھانے کی اجازت نہیں دے گا اور کام رک جائے گا۔ ہمارے کام کا دارومدار کھانے پر نہیں ہے بلکہ اخلاص پر ہے، جتنا کام اخلاص سے ہوگا وہ کام پھیلے گا اور جو کام دکھاوے اور نمائش کے لیے ہوگا اس

کا اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں ہے۔

محنت کا میدان:

سرگودھا سے آئے ہوئے ایک دوست نے عرض کیا کہ وہاں پتھریوں کا بڑا زور ہے، دل چاہتا ہے کہ پتھریوں کی مسجد میں کوئی پروگرام ہو جائے تو مزہ آ جائے۔ ارشاد فرمایا، بھائی مجھ سے زرخیز زمین پر محنت کرواؤ پتھروں پر محنت کروا کے کیوں وقت ضائع کرواتے ہو۔ پتھریوں پر محنت کرنے کی زیادہ فکر نہیں کرنی چاہیے بلکہ جو اپنے لوگ ہیں اور عقائد بھی ٹھیک رکھتے ہیں ان پر محنت کرنے کی ضرورت ہے اس سے جماعت مضبوط ہو گی۔

سچی توبہ کی نیت:

رات کافی بیت چکی تھی کسی دوست نے عرض کیا کہ کچھ لوگ بیعت کے لیے آئے ہوئے ہیں آپ کو نیند بھی آ رہی ہے اور بہت دور بھی جانا ہے اس لیے پھر کبھی بیعت کر لیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ ہر کام کو آگے پیچھے کر سکتے ہیں مگر نسبت پھیلانے کے کام کو آگے پیچھے نہیں کر سکتے۔ کیا پتہ کوئی سچی نیت سے توبہ کر لے اور ہمارے بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ ہو سکتا ہے کسی کی توبہ ہماری جاں بخشی کروا دے۔

نسبت کے کام کی اہمیت:

ارشاد فرمایا، جو مشائخ نے ہمیں سلسلے کے کام پر متعین کر دیا ہے تو ہم ہر حال

میں اس کے کرنے پر مجبور ہیں۔ کوئی مصروفیات کوئی بہانہ اور کوئی ضرورت بھی اس کام کو مؤخر نہیں کر سکتی۔ خصوصاً میری طرف سے اجازت یافتہ لوگ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اس کام کی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں کو توبہ تائب کروانا ہوتا ہے اب کوئی توبہ تائب ہونے کے لیے کہے اور ہم کہیں کہ نہیں بعد میں توبہ کر لینا۔ بھائی اس دوران اگر اسے موت آگئی تو پھر کون ذمہ دار ہوگا۔ اس لیے ہم سلسلہ کے کام کو کھانے پینے اور سونے سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

توبہ کی فکر:

ارشاد فرمایا اسی نسبت کے پھیلانے کے لیے در در پھر رہے ہیں تا کہ لوگ توبہ تائب ہو کر سچے اور سُچے مسلمان بن جائے۔ ہم نے کام کر کر کے تھکنا ہے اور تھک کے بھی کرنا ہے۔ بلکہ ہم نے تو یہ کام کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے بھی کام کرنا ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ مشائخ کو گناہگاروں پر ترس آتا ہے اسی لیے وہ ان کی توبہ کی اتنی فکر کرتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جانوروں پرندوں اور گناہگار انسانوں پر شفقت و مہربانی کرنے سے بڑی تیزی سے منازل طے ہوتی ہیں انسان انسان کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کو انسان کی یہ ادا بڑی محبوب ہے۔

؎ کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

کسی کے ساتھ بھلائی کرنا اس کو خیر کے راستے پر لگا دینا یہ صدقۂ جاریہ ہے۔

کسی کو اچھی بات بتانے میں کبھی کنجوسی نہیں کرنی چاہیے ہوسکتا ہے سننے والا اس اچھی بات کو اپنا لے اور آپ کے لیے بخشش کا ذریعہ بن جائے۔

توجہات کی اہمیت:

مظفر آباد میں بھی ایک موقع پر ارشاد فرمایا، خاص طور پر خلفاء حضرات کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ توجہ اور دھیان کو مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ بیان میں توجہ کرنی چاہیے آپ لوگ توجہ دینے کی پریکٹس نہیں کرتے اس لیے عین بیان کرتے ہوئے بھی غافل رہتے ہیں۔ غفلت والا بیان دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا۔ ایسے بیانات کی واہ واہ تو ہوجاتی ہے مگر لوگوں میں مثبت تبدیلی نہیں آتی۔ توجہات کے بغیر کام میں پھیلاؤ تو ہوتا ہے مگر گہرائی نہیں ہوتی۔ کسی بھی کام کی پائیداری کے لیے اس کی جڑ کا مضبوط ہونا ضروری ہے تاکہ گہرائی ہو اور کام پکا ہو۔ دل و ذہن پر اس کے اثرات ہوں پھر بات بنے گی۔

نماز کی حضوری اور تہجد:

راقم الحروف کو دو چیزوں پر خاص طور سے توجہ دینے کے لیے فرمایا:

۱۔ اپنی نماز کو ظاہری اور باطنی طور پر درست کریں اس میں حضوری پیدا کریں خالی حاضری کافی نہیں ہے بلکہ حضوری بھی پیدا کریں۔

۲۔ دوسرے سفر و حضر ہر حال میں تہجد کی پابندی ضروری ہے۔ ہم کسی کے مقام اور روحانیت کا اندازہ اس کی شب بیداری اور تہجد سے کرتے ہیں۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ اگر تہجد میں اٹھیں تو ذکر و اذکار کی کیا ترتیب

ہونی چاہیے۔فرمایا ہمارے بزرگ فجر سے پہلے اوراد و وظائف کرتے ہیں اور فجر کے بعد مراقبہ کرتے ہیں۔یاد رکھیں مراقبہ کی بھی پابندی کریں اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے،اسی کے ذریعے عالم بالا سے رابطہ پیدا ہوتا ہے۔

خاموشی کے مزے:

ارشاد فرمایا باتیں زیادہ نہیں کرنی چاہئیں ،زیادہ باتیں تو مراثی بھی کر لیتے ہیں۔مراثی بھی جب باتیں کرتے ہیں تو سماں باندھ دیتے ہیں،زیادہ باتیں کرنا کوئی کمال نہیں ہے۔ہمارے ہاں ذکر آمیز خاموشی بڑی بات سمجھی جاتی ہے۔اگر لوگوں کو خاموشی کی لذت کا پتہ چل جائے تو انہیں زبان ہلانا ہی مشکل ہو جائے۔ہم باتوں کے مزے سے تو واقف ہیں چپ کے مزے سے واقف نہیں ہیں۔کاش ہمیں ذکر کے مزے کا بھی احساس ہو جائے تو پھر زبان کو چپ ہی لگ جائے گی۔

نیند والا مراقبہ:

حضرت جی دامت برکاتہم نے بار بار تہجد کی پابندی کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ سالکین کی صبح ضرور ذکر سے روشن ہونی چاہیے۔عرض کیا کہ مراقبہ میں نیند آتی ہے۔ارشاد فرمایا نیند والا مراقبہ برداشت ہوسکتا ہے مگر غفلت برداشت نہیں ہوسکتی۔بالکل نہ ہونے سے یہی نیند ولا مراقبہ بہتر ہے۔اصل چیز ہے کہ قرب الٰہی نصیب ہو تو یہ لایعنی سے بچنے سے ہی حاصل ہوگا اور یہ چیز مراقبے کی کثرت سے حاصل ہوتی ہے۔

محبت الٰہی کی گھڑیاں:

ارشاد فرمایا ایک دفعہ خانیوال اجتماع کے موقع پر حضرت مرشد عالمؒ پر محبت

الٰہی کی ایسی کیفیت طاری تھی کہ جو آتا اس کے لطائف پر انگلی رکھتے جاتے۔ ہم نے بھی محسوس کرلیا اور دوستوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت مرشدِ عالمؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ رات کے وقت جب خلوت ہوئی تو ہم نے حضرت والا سے عرض کیا کہ آج تو کوئی خاص رحمت الٰہی کی گھڑیاں تھیں، فرمایا آج ایسی کیفیت تھی کہ اگر کسی نئے آدمی کے ساتوں لطائف پر انگلی رکھ دیتا تو لطائف جاری ہو جاتے۔

خاص موقع:

دورانِ سفر یا کسی خاص موقع پر مشائخ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جس کے دل پر بھی انگلی رکھ دیں وہیں دل جاری ہو جاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مناسب موقع دیکھ کر اپنے لطائف تازہ کرواتے رہیں تاکہ کام آسان ہو جائے اور روحانی ترقی نصیب ہو۔ اس کے لیے ہر وقت شیخ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

؎ یک لحظہ تو غافل از آں شاہ نہ باشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی

''ایک لمحہ کے لیے بھی بادشاہ سے غافل نہ ہونا شاید وہ نگاہ کرے اور تجھے خبر نہ ہو۔''

اخلاص کی اہمیت:

ساؤتھ افریقہ سے محمود صاحب کا فون آیا تو فرمایا اخلاص سے کام کرو گے تھوڑا کام بھی زیادہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے پھیلا دے گا۔ اگر کام بہت زیادہ کیا مگر اخلاص سے نہ کیا تو یہ زیادہ کام اور پھیلا ہوا کام بھی فتنہ بن جاتا ہے۔ اس لیے انتہائی ضروری نصیحت یہی ہے کہ ہر کام خالصتاً اللہ کی رضا جوئی اور خوشی کے لیے کریں

ایسے کام پھر اللہ تعالیٰ کی مدد سے صدیوں جاری وساری رہتے ہیں۔

اخلاص وللہیت والے کام چلتے ہیں، جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کچھ اور بھی شامل ہو جائے وہیں پر بے برکتی شروع ہو جاتی ہے۔

مصروفیات:

2 مئی کو رات دس بجے حضرت جی دامت برکاتہم راولپنڈی تشریف لائے، خصوصی مجلس ہوئی پھر ملاقات اور مشورے ہوتے رہے اس کے ساتھ ساتھ کھانا نوش فرمایا پھر تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ صبح تین بجے لمبے سفر کے لے ائرپورٹ روانگی ہوئی پانچ بجے دبئی کی فلائیٹ تھی۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی دین کی خاطر ایسی مصروفیات ہوگئی ہیں کہ جس پر رشک آتا ہے۔ خلفاء کرام کو بھی اس سے سبق سیکھنا چاہیے۔

؎ جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

غصہ سے پرہیز:

ارشاد فرمایا، خلفاء کرام دو باتوں کی اصلاح کریں، ایک تو یہ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے Tension نہ لیں۔ معمولی بات سے غصہ میں آجانا یہ مشائخ طریقت کا ہرگز شیوہ نہیں۔ مشائخ ہی نے تو عوام کے بوجھ کو اٹھانا ہے اگر مشائخ ہی بات بات پر غصہ ہونے لگ گئے تو پھر عوام کا کیا بنے گا؟

دوسرے یہ خیال رکھیں کہ ہر وقت کھلے ہوئے اور مسکراتے چہرے کے ساتھ

رہنا چاہیے، یہ سنتِ نبوی ﷺ ہے اسے اپنانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ چہرہ پر ''وٹ'' ڈال کر رہنا یہ اچھی عادت نہیں ہے۔ سنجیدگی اور وقار اور چیز ہے مگر غصہ میں چہرہ کا وٹ ڈال کر رکھنا یہ مناسب نہیں ہے۔

مشائخ کی صفات:

ارشاد فرمایا اگر میر کارواں بات بات پر غصہ کرے گا تو ماتحتوں کا کیا بنے گا۔ اس لیے خلافِ شریعت کوئی بات دیکھے تو ضرور دکھ ہونا چاہیے اور جلال میں آنا چاہیے مگر بات بات پر عام لوگوں پر غصہ کرنا یہ ہرگز ٹھیک نہیں ہے۔ مشائخ کے اندر تو یہ اعلیٰ صفات ہونی چاہئیں۔

؎ نگہ بلند ، سخن دلنواز ، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

خلفاءِ کرام کا مقام:

ارشاد فرمایا، شیخ سورج کی مانند ہوتا ہے اور اس کے خلفاء سولر سیل کی مانند ہوتے ہیں۔ خلفاءِ کرام شیخ سے فیض لے کر گویا سولر انرجی بناتے ہیں پھر وہ اس سے کئی لوگوں کے دلوں کی مشینوں کو چلاتے ہیں۔ جیسے سورج سے سبزیاں اور درخت فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح لوگ خلفاءِ کرام سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر جو سولر انرجی بنانے والے خود سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں اتنا دوسرے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

صاحبِ نسبت اور تہجد:

فجر سے پہلے راقم الحروف حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوا

تو آپ نے پوچھا کہ کیا آپ کی تہجد پکی ہے؟ عرض کیا کہ پکی تو نہیں ہے بلکہ کبھی کبھار چھوٹ بھی جاتی ہے۔ ذرا ناراضگی کے انداز میں فرمایا کہ صاحبِ نسبت آدمی ہو اور اس کی بھی تہجد چھوٹتی ہو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ صاحبِ نسبت شخص کو تہجد میں ہرگز ہرگز سستی نہیں کرنی چاہیے۔ اس معاملے میں انتہائی سنجیدگی سے کام لینا چاہیے۔

تہجد اور فتنہ:

ارشاد فرمایا، تہجد سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو جاتا ہے اور انسان فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اگر شیخ کی صحبت و محبت کی برکت سے شیخ کی زندگی میں تہجد کے بغیر کام چلتا بھی رہا تو اس کے پردہ فرمانے کے بعد بے تہجد آدمی کا فتنے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جس دن تہجد کے چھوٹنے کا خطرہ ہو اس دن عشاء کے بعد ہی چند نفل پڑھ کر سونا چاہیے، یہ بہت ضروری ہے۔ آپ لوگ اس کی اہمیت کو پوری طرح سمجھیں اور دل و دماغ میں اس کی اہمیت بٹھالیں۔ اس سے کبھی غفلت نہ برتیں۔

؎ تیری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی
مقامِ شوق و سرور و نظر سے محرومی

حال وقال:

ارشاد فرمایا، اگر تہجد کی پابندی نہ ہو تو پھر قال ہی قال رہ جاتا ہے، حال بندے سے نکل جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے زبان کی تاثیر بھی نکل جاتی ہے۔ جب اپنے پر کوئی حال ہوگا کوئی کیفیت ہوگی تبھی وہ کیفیت اور حال کسی اور کو منتقل ہو سکے گا۔ جب اپنے اوپر ہی کوئی حال اور کیفیت نہ ہو تو بھلا دوسروں پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اگر انسان کے

اپنے اوپر نئی سے نئی کیفیات آئیں تو پھر یہی کیفیات دوسروں کی طرف منتقل ہوتی ہیں تب اثرات ہوتے ہیں۔

؎ کبھی حیرت کبھی مستی کبھی آہِ سحرگاہی
بدلتا ہے ہزاروں رنگ میرا دردِ مہجوری

دن اور رات:

ارشاد فرمایا معمولات کی جتنی زیادہ پابندی کریں گے اتنے زیادہ فیض کے دروازے کھلیں گے۔ معمولات سے تہجد کی توفیق بھی حاصل ہوجاتی ہے اور تہجد سے نیکیوں کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ تہجد کے بغیر انسان کی زندگی میں حلاوتِ ایمان پیدا نہیں ہوسکتی، اخلاص والے اعمال نصیب نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو اخلاص والے اعمال کی قبولیت ہے اس لیے تہجد کو اپنے لئے لازم کرلیں تاکہ اخلاص اور قبولیت نصیب ہوجائے۔ دنیاداروں کے دن سے ان کی رات کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے دن کو جیسی کمائی کی ہوگی رات ویسی ہی عیش وعشرت میں گزرے گی۔ اللہ والوں کی رات سے ان کے دن کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ جتنی زیادہ عبادت میں رات گزری ہوگی دن کے کاموں میں اتنی ہی زیادہ برکات حاصل ہوں گی اور بات میں اتنی ہی تاثیر زیادہ ہوگی۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِيۡلاً

”بے شک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور بات بھی صحیح نکلتی ہے۔“

تہجد میں سستی کا علاج:

اگر کسی کو تہجد کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو وہ عشاء کے ساتھ چند نوافل پڑھ کر

33 نمبر ہی لے لے اور جلدی سو جائے تاکہ تہجد گزاروں کے کسی نہ کسی درجے میں تو اس کا شمار ہو سکے اور ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی جاری رکھے کہ صبح سے کچھ پہلے سو نمبر والی تہجد بھی نصیب ہو جائے۔ اگر تہجد میں اٹھنے کے لیے نفس سستی کرے تو ناشتہ بند کر کے یا ایک وقت کا کھانا بند کر کے اسے سزا دیں تاکہ نفس سیدھا ہو جائے۔ نفس ایسا پلیت ہے کہ جب تک اس کو ٹھوکر نہ لگائی جائے یہ راہِ راست پر نہیں آتا۔ تہجد کی اس لئے اتنی تاکید کر رہے ہیں کیونکہ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے:

؎ عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

تہجد کی پابندی کے طریقے:

ارشاد فرمایا، آپ لوگوں کو مختصر گر بتاتا ہوں جس سے آپ کی تہجد فوت نہیں ہوگی۔ آپ کبھی معمولات کا ناغہ نہ ہونے دیں۔ انشاء اللہ آپ کی تہجد پکی ہو جائے گی۔ جس دن بھی تہجد فوت ہو جائے اپنے آپ سے اتنے بیزار ہو جائیں، اتنے اداس ہو جائیں، اپنے آپ کو اتنی سرزنش کریں کہ نفس سیدھا ہو جائے اور یوں سمجھیں کہ تہجد کا چھوٹنا میرے لئے بہت بڑا جرم ہے۔ تب نفس سمجھ جائے گا اور وہ سستی نہیں کرے گا۔ واقعی یہ ضروری ہے کہ تہجد کے اوقات میں مانگا جائے۔ ہمارے سلف صالحین کا بھی ہمیشہ یہی معمول رہا ہے کہ وہ اپنے رب سے تہجد کے وقت مانگتے تھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت سے مانگنے کا اور لینے کا بہترین وقت تہجد کا وقت ہے۔ جو شخص تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ سے نہیں لے گا وہ پھر دن کے اوقات میں لوگوں کو کیا دے گا؟

کاملین اولیاء اللہ کی نشانی بتائی گئی ہے:

كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ٥ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

''رات کے وقت وہ تھوڑا سوتے ہیں اور وقتِ سحر وہ استغفار کرتے ہیں۔''

دین پر استقامت کی برکات:

کسی شہر سے ٹیلی فون آیا اور انہوں نے دین کے متعلق لوگوں کی عدم دلچسپی کی شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا، اخلاص سے خدمت کریں، کلاس میں اگر تین بھی بچے ہوں پھر بھی خوب محنت کریں، اخلاص اور پوری دلچسپی سے پڑھائیں، اللہ تعالیٰ اسی میں برکت ڈال دیں گے۔ استقامت سے کام کرتے رہیں، شیطان ادھر ادھر کی باتیں دماغ میں ڈال کر حوصلہ شکنی کرتا ہے جس سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور انسان کو پریشانی بھی زیادہ اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر استقامت سے کام کرتے رہیں گے تو یہ ساری رکاوٹیں مکڑی کا جالا ثابت ہوں گی اور جلد ہی یہ مشکلات دور ہو جائیں گی۔ یہ پکا اصول ہے اسے ہر دم یاد رکھیں:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ٥

''بے شک تنگی کے ساتھ ہی آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ ہی آسانی ہے۔''

خصوصی مجلس برائے خلفاء کرام

نوٹ: زیمبیا میں عید کی رات اجازت وخلافت دینے کے بعد خلفاء کرام کی اصلاح و تربیت فرماتے ہوئے چند زریں نصیحتیں فرمائیں جو خلفاء کرام کے لئے خصوصی طور پر تحریر کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فائدہ عطا فرمائے۔

نسبت کا کمال:

ارشاد فرمایا ایک عام مقرر کی بات اور ایک غمزدہ اللہ والے کی بات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ غمزدہ آدمی کی بات دل پر بہت اثر کرتی ہے کیونکہ اس کے دل میں اللہ کے دین کا غم ہوتا ہے، درد دل سے جب وہ بات کرتا ہے تو بات دل تک اترتی چلی جاتی ہے۔ اگر بندہ صاحب نسبت بھی ہو تو اس کی باتیں لوگوں کو عمل کے لئے مجبور کر دیتی ہیں۔ اس میں بندے کا کمال نہیں ہوتا بلکہ مشائخ کی نسبت کا کمال ہوتا ہے۔ مشائخ کی دعاؤں اور توجہ سے کام آسان ہو جاتا ہے۔

دن رات نسبت کا کام کرنے کے لئے تیار رہیں:

ارشاد فرمایا جن کو نسبتِ اجازت وخلافت ملی ہو انہیں چاہیے کہ اس نسبت کو پھیلانے کے لیے اپنی جان کو کھپا دیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے جیل کے واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ سلوٹوں میں سے وقت نکال کر نسبت کا کام کرنا ہے۔ انبیاء کرام تو آخری وقت تک دین کی دعوت کے لئے لگے رہتے تھے یوں کام کرے کہ

دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَارًا "میں نے اپنی قوم کو رات اور دن دعوت دی۔"

نسبت سب کو ایک جیسی ملتی ہے جو کام کر کے چمکا لیتا ہے تو وہ بڑھتی ہے اور

پھیلتی جاتی ہے اور اپنی برکاتِ کثیر کو دکھاتی ہے۔

جتنا زیادہ نسبتِ شریفہ کو پھیلائیں گے اتنا نسبت چمکے گی:

ارشاد فرمایا خلفائے کرام میں سے نسبت ملنے کے بعد جو جتنا زیادہ نسبت کو پھیلائیں گے اتنا ہی وہ چمکے گی۔ اس لئے کہ نسبت کے بعد جتنے لوگوں کو اللہ اللہ سکھائیں گے اتنا ہی اس کو پھیلاؤ ملے گا۔ اس نسبت کے پھیلانے سے اتنی ترقی ہوتی ہے کہ انسان حیران ہوتا ہے۔ ویسے بھی حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جس کے دو دن برابر ہو جائیں وہ گھاٹے میں ہے۔ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ

نسبت میں ترقی کا طریقہ:

ارشاد فرمایا نسبت میں ترقی کو حاصل کرنے کے لئے طریقہ کار یہی ہے کہ جس طالب صادق سے ملے، تجدید ایمان اور توبہ کی بات کرے۔ اگر مناسبت ہے تو اسے فوراً توبہ کے کلمات پڑھادیں ورنہ ترغیب دے کر توبہ اور تجدید ایمان کے کلمات ضرور پڑھائیں ورنہ دل پر انگلی ہی لگادیں، اس کی برکات وہ دیکھے گا۔

مناسب ترغیب سے توبہ تائب ہونے کے لئے تیار کرنا چاہیے:

ارشاد فرمایا یہ ہماری سند متصل ہے جو سند متصل کی نسبت سے کام کرے گا وہ برکات کثیرا کا مشاہدہ کرے گا۔ ان پیران عظام کے واسطے سے جو توبہ کرے گا تو اس توبہ کے بہت اثرات ہوں گے۔ فرمایا جو مرشد عالمؒ بنے وہ شروع میں ایک امام مسجد کو ترغیب دے کر بیعت کرتے ہیں مگر بعد میں نسبت کی محنت کی برکت سے مرشد عالم بنا دیئے گئے۔

صبح صبح نسبت کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں:

ارشاد فرمایا اس کام کو کرنے میں نجات بھی ہے سعادت بھی ہے اس لئے اس کو ضرور کرنا ہے روزانہ اپنے آپ کو اشراق کے وقت پیش کریں اور دو رکعت پڑھیں کہ غلام حاضر ہے، آپ نے آج مجھ سے جو کام لینا ہے حاضر باش ہوں۔

نسبت کی برکاتِ کثیر کا تجربہ:

ارشاد فرمایا شیخ کی طرف سے جو اجازت کا حکم ہوتا ہے اسے ہر حال میں کرنا ہے۔ یہ نسبت بالفرض کسی گئے گزرے آدمی کو بھی دے دی جائے تو اس سے بھی عجیب وغریب کام ہوگا۔ اس نسبت کی برکات کے ہمیں تو ہزاروں تجربات ہوئے ہیں۔ ایسی ایسی جگہ سے دین کی خدمت کے راستے کھلے ہیں جو وہم وگمان میں بھی نہیں تھے۔

نسبتِ شریفہ بہت بڑی نعمت ہے:

ارشاد فرمایا یہ ہماری نسبت کوئی معمولی نسبت نہیں ہے، یہ اوپر سے مشائخ کی نسبت ہے اس پر کام کروگے تو پتہ چلے گا کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ کتنی کامل مکمل نسبت ہے۔ دنیا میں کتنے ہی مشائخ کو دیکھا کہ توجہ دینے کا بھی پتہ نہیں ہے اور ہمارے سے آکر پوچھتے ہیں کہ توجہ کیسے دی جاتی ہے۔ اور انتقالِ فیض کیسے منتقل ہوتا ہے۔

عالمی توجہ اور متعلقین پر توجہ:

ارشاد فرمایا اس کا طریقہ یہ ہے کہ متعلقین اور تمام دنیا کے لوگوں کو قلب واحد تصور کر کے تہجد کے بعد اور اوراد و وظائف کے بعد ضرور توجہ دینی چاہیے۔ اس

سے اپنی نسبت کو بھی بہت زیادہ مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔

مشتبہ کھانے سے پرہیز:

ارشاد فرمایا کہ نسبت کو بچانے کے لئے مشتبہ کھانے قطعاً نہ کھائیں۔ اپنے چراغ کو تھپیڑوں سے بچانے کی کوشش کریں کہ ایک وقت کا کھانا ساتھ لے لیں۔ تاہم بندوں کو پتہ نہ چلے کہ ہم تقویٰ کا خیال رکھ رہے ہیں تقویٰ کا ڈھنڈورا نہ پیٹیں، تقویٰ کو بھی پوشیدہ رکھیں۔ یہی تقویٰ کا کمال ہے۔ مشتبہ کھانے سے ضرور بچیں۔ اگر مشتبہ کھانا پڑا تو صاحبِ خانہ کو ہدیہ دے کر کھانے کی نیت کر لے تاکہ اس مشتبہ کھانے کی نحوست سے بچ سکیں۔

عملیات اور نسبت کا کام:

ارشاد فرمایا عملیات سے لوگوں کو ضرور روکیں یہ بڑی بیماری ہے اس سے ایمان کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ جس نے عملیات کا کام شروع کیا اس کا نسبت کا کام پھر نہیں چل سکتا۔ ہر کام کا تعویز مانگتے ہیں حتیٰ کہ ایسا لگتا ہے کہ لوگ تو ریح خارج ہونے کا بھی تعویز مانگیں گے اس لئے لوگوں کو تعویذوں کی عادت نہ ڈالیں۔ یہ لوگوں نے کاروبار بنالیا ہے اس طرح اخلاص ختم ہو جاتا ہے۔ سوچیں اگر حضور ﷺ مدینے میں بیٹھے تعویذ لکھتے رہتے اور صرف دعائیں ہی کرتے رہتے اور میدان جنگ میں تلوار لے کر نہ لڑتے تو اتنی بڑی بڑی فتوحات ہو جاتیں؟

نسبت کے آگے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی:

ارشاد فرمایا نسبت ایسی عظیم الشان چیز ہے جس سے فرشتے بھی ہیبت کھاتے

ہیں جن بیچارے تو نسبت کے سامنے کوئی چیز نہیں ہیں۔ نسبت کے آگے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ نسبت کے اثرات بے پناہ ہوتے ہیں جو تصور سے بھی زیادہ ہیں۔

سبق دینے میں احتیاط کرنی چاہیے:

ارشاد فرمایا ہمارے مشائخ کے ہاں امیر لوگ بھی آتے جاتے تھے مگر سنت کے مطابق زندگی نہیں ہوتی تھی تو انہیں سبق آگے نہیں دیتے تھے۔ سبق کو رشوت کے طور پر نہیں دیتے تھے یہ نسبت کی بے ادبی ہے۔

خاص توجہ دینے کا طریقہ اپنے مشائخ سے سیکھیں:

ارشاد فرمایا خاص سلبی توجہ ڈالنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ورنہ کئی دفعہ سامنے والے کے دل کی ظلمت توجہ کرنے والے پر آجاتی ہے۔ اس لئے اس میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے اور اپنے مشائخ سے خاص توجہ کو اچھی طرح سیکھ لینا چاہیے۔

رذائل دور ہونے کو چیک کرتے رہیں:

ارشاد فرمایا آج کل مشتبہ چیزوں کی وجہ سے اسباق کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے بلکہ رذائل کو دیکھے اور سوچے کہ دل سے شہوت دور ہوئی کہ نہیں ہوئی، روح کے سبق سے غصہ دور ہوا یا نہیں ہوا، لطیفہ سر سے حرص کی اصلاح ہوئی یا نہیں، لطیفہ خفی سے حسد اور بخل کی اصلاح ہوئی یا نہیں، لطیفہ اخفیٰ سے عجب اور تکبر کی اصلاح ہوئی یا نہیں، یہ رذائل دور ہوئے تو تب آگے سبق دینا چاہیے۔

ہر وقت توجہ دینے کی نیت رکھنی چاہیے:

ارشاد فرمایا مدرسہ ہو، خانقاہ ہو، گھر ہو جہاں کہیں بھی ہوں ہر جگہ توجہ ڈالنے

کی نیت کرنی ہے اور آخر کار پہنچنا توبہ تائب کروانے پر ہے تاکہ تجدید ایمان کرنے کی توفیق ملتی رہے۔ فرمایا یاد رکھنا جتنا ذکر زیادہ ہوگا اتنا ہی نگاہ میں اور زبان میں تاثیر آجاتی ہے لیٹے بیٹھے ہر وقت ذکر کریں ورنہ توجہ تو ضرور دیتے رہیں یہ بے بہا نعمت ہے اس کی خود بھی قدر کرنی چاہیے تاکہ نسبت شریفہ کے کمالات ظاہر ہوں۔

اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردیں:

ارشاد فرمایا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیں تاکہ وہ جہاں جہاں، جس جگہ اور جس طرح کام لینا چاہے ''میں حاضر ہوں''۔ حضرت جی نے شکریہ کے طور پر زور دے کر فرمایا کہ میں اپنے اللہ سے بہت راضی ہوں بہت ہی راضی ہوں۔

رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًا

''میں اللہ کے رب ہونے پر راضی اور اسلام کے دین ہونے پر راضی اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی۔''

اصل ترقی اسباق سے ہوتی ہے:

ارشاد فرمایا ہمارا ذکر کرنے والا ہے صرف پڑھنے والا نہیں ہے۔ سالکین کو مراقبہ بتائیں تاکہ وہ فکر مند ہو جائیں کہ میرے دل سے ظلمت، شہوت اور رذائل دور ہو رہے ہیں۔ فرمایا تسبیحات سے ثواب مل جائے گا مگر اصلی ترقی مراقبات اور اسباق سے ہوتی ہے اگر تسبیحات سے پوری ترقی ہوتی تو ہمارے مشائخ رو رو کر اسباق کو نہ مانگتے کامل مکمل ترقیاں صرف تسبیحات سے نہیں ہو سکتی ہیں۔

نسبت والوں کو عورتوں کے فتنے سے بہت بچنا چاہیے:

ارشاد فرمایا Eye to eye contact عورتوں سے ضرور ختم کرنا چاہیے یہ

بڑا خطرناک ہے اور بیعت کو بھی نقصانات پہنچاتا ہے۔ حصولِ فیض کے لئے شیخ سے Eye to eye contact ضرور رکھے۔

فرمایا Joint family میں تقویٰ کا خیال اس طرح رکھے کہ:

1۔ Eye to eye contact نہ ہونے دے۔

2۔ کوئی چیز بھابھی وغیرہ کو ہاتھ میں نہ پکڑائے بلکہ نیچے رکھ دے۔

3۔ خلوت میں کبھی عورتوں کے ساتھ علیحدہ نہ ہوں بلکہ دروازہ کھلا رکھیں۔

پروگرام کیسے رکھیں؟

کسی نے سوال پوچھا مختلف پروگرام کس طرح رکھنا چاہیے؟

ارشاد فرمایا ذکر کی کثرت کرے اور مجلسِ ذکر کروائے تو جس طرح مٹھاس پر مکھیاں ضرور آتی ہیں اسی طرح ذکر کے اوپر بندے ضرور آتے ہیں۔

روزانہ اسباق کا اعادہ کریں:

ارشاد فرمایا دن میں ایک دفعہ تمام اسباق کا اعادہ ضرور کرنا چاہیے سب اسباق کو ضرور ٹائم دینا چاہیے۔ شروع میں محسوس ہوتا ہے کہ ٹائم نہیں ہے مگر اسباق کرنے سے خود بخود وقت نکل آتا ہے۔ پورے وقت کو اسباق پر تقسیم کرنا چاہیے۔

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

دلچسپ تربیتی واقعات

مخالفتِ دین:

ارشاد فرمایا، دین کے علم کے لیے استقامت ضروری ہے۔ اس لیے کہ جو استقامت سے لگا رہے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ کلاس میں پابندی سے آنا اور لوگوں کی مخالفت ہونے کے باوجود پڑھائی کے لیے تیار رہنا اور اپنے مقصد کے لیے ڈٹے رہنا یہی اصل چیز ہے۔ جب انسان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے پھر مخالفین بھی عزت کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے طلباء حالات کی مخالفت کو اللہ کے لیے برداشت کرنا اپنا مقصد اور مشن بنالیں۔

اصل کمائی:

حضرت جی دامت برکاتہم کی صحبت میں ایک عورت پردے کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ عرض کرنے لگی کہ میری بیٹی اور بہو عالمہ فاضلہ بن رہی ہیں لیکن یہ دونوں اگر دین کے علم کے لیے مدرسے میں رہ جائیں تو پھر میرے پاس کوئی نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی یہ سوچیں کہ آخر مر کر بھی جدا ہونا ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ''وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔''

آپ نے اس عورت کی تسلی کے لیے مزید فرمایا، یاد رکھیں! اس جدائی میں بھی کمائی ہے اور یہی اصل کمائی ہے جو ہم آخرت کی تیاری کے لئے کر رہے ہیں۔

جان بھی قربان کرنا:

دورانِ سفر حضرت جی دامت برکاتہم نے حضرت مولانا عندلیب صاحب

سے فرمایا کہ ہم نے آپ کو بے آرام کر دیا ہے۔ انہوں نے بڑی سادگی سے عرض کیا کہ ہمارے لئے تو ایسی بے آرامی ہی بھلی ہے جس میں آپ کی صحبت میسر ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا واقعی دین کے لیے تھکاوٹ پر آرام قربان کر دینا چاہیے بلکہ دین کے کام پر تو جان کی بھی قربانی دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اجازت لینا:

اسی سفر میں جب فیصل آباد پہنچے اور حضرت جی دامت برکاتہم تھوڑی دیر باتھ روم میں جانے لگے تو فرمایا، یہ جوتا کس کا ہے؟ اگر اس کے استعمال کے لیے اذن عام ہے تو یہ استعمال کر لئے جائیں کیونکہ کسی کی چیز اس کے مالک کی اجازت سے لینا سنت ہے اور یہ ضروری ہے کہ باتھ روم یا عام استعمال کی جگہ پر جو جوتے رکھے جائیں ان کے استعمال کے لئے اذن عام دے دیا جائے تا کہ استعمال کرنے والے کسی شک وشبہ کے بغیر تسلی سے انہیں اپنے استعمال میں لا سکیں۔

سلامتی بھیجنا:

آپ تھوڑی دیر بعد باتھ روم سے باہر تشریف لائے تو حاضرین کو سلام کیا۔ جس سے سلام لینے کی اہمیت واضح ہوئی کہ اگر مسلمان تھوڑی دیر کے لیے بھی ایک دوسرے سے جدا ہوں تو پھر دوبارہ ملاقات ہونے پر سلام کر لینا چاہیے۔ کثرت سلام کی وجہ سے ہر طرف سلامتی پھیلے گی اور معاشرہ میں روزمرہ کے جھگڑے خود بخود ختم ہوتے جائیں گے۔ سلام لینے کی سنت اظہر من الشمس ہے مگر ہم نے اس کو رسم بنالیا ہے۔ حالانکہ یہ ضروری ہے کہ سلام عبادت کی نیت سے کیا جائے اور سلامتی کی نیت سے

کیا جائے۔ سلام سلامتی کا ضامن ہے تاکہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔

سلام کی سنت:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ پابندی سے بازار کی طرف جاتے۔ آپ کا غلام آپ کے ساتھ ہوتا۔ وہ پوچھتا، حضرت! آپ بازار سے کچھ خریدتے تو ہیں نہیں پھر بازار روزانہ کس لئے آتے ہیں۔ فرمایا، میں لوگوں کو سلام کرنے کی سنت زندہ کرنے کے لیے بازار جاتا ہوں۔ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ میں لوگوں سے سلام لیتے ہوئے بازار سے گزر جاتا ہوں۔

مطالعہ کی عادت:

حضرت جی دامت برکاتہم نے خواتین کے لئے خاص طور پر فرمایا کہ دین کی پڑھائی اور دین کی سمجھ بوجھ خواتین کے لئے بہت ضروری ہے۔ اگر گھریلو مشکلات میں پھنس بھی گئی ہیں تب بھی پڑھائی نہ چھوڑیں۔ ہر حال میں کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اگر کتابوں کا مطالعہ چھوڑ دیں گی تو پھر اسے دوبارہ جوڑنے کے لئے بڑی محنت درکار ہوگی کیونکہ ایک دفعہ جب عادت خراب ہوجائے تو پھر دوبارہ بڑی مشکل سے عادت سنورتی ہے۔

توجہ وصول کرنے کی تیاری:

راقم الحروف کی اہلیہ صاحبہ کو پردہ کے ساتھ نصیحت فرمائی کہ عورتیں تو ضرور معمولات کی پابندی کریں اس لیے کہ انہیں صحبتِ شیخ بہت کم میسر ہوتی ہے، ان کا زیادہ کام معمولات کی پابندی سے چلتا ہے۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ آپ فرمایا

کرتے ہیں کہ روحانیت میں 95 فیصد ترقی رابطہ سے ہوتی ہے اور 5 فیصد ترقی ورد وظیفہ سے ہوتی ہے پھر تو معمولات کی بہت کم اہمیت ہونی چاہیے۔ ارشاد فرمایا معمولات نہ کرنے سے اخذِ فیض میں Gap (وقفہ) آجاتا ہے۔ جب کہ توجہ وصول کرنے کے لیے بندے کا تیار ہونا ضروری ہے۔ اگر غافل ہوگا تو شیخ کے توجہ کرنے کے باوجود یہ بہت کم توجہ وصول کرے گا۔ توجہ کو صحیح طریقے سے وصول کرنے کے لیے معمولات کی پابندی ضروری ہے۔

استعمال اور نمائش:

ارشاد فرمایا ایک دفعہ عاجز کو کسی دوست نے راڈو گھڑی ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ ایک دو مجالس میں کچھ لوگوں نے بار بار گھڑی کی طرف دیکھا کہ راڈو گھڑی پہنی ہوئی ہے۔ عاجز نے گھڑی کھول کر ادھر پھینکی کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اسے اس طرح اہمیت کے ساتھ بار بار دیکھا جائے۔

یہ چیزیں استعمال کے لیے ہوتی ہیں نمائش کے لیے نہیں ہوتیں۔ جب کوئی چیز نمائش بننے لگے تو اسے چھوڑ دینے میں ہی خیر ہوتی ہے۔

عجیب واقعہ:

ایک دفعہ بڑا عجیب واقعہ ہوا، امریکہ میں ایک بچہ تھا جو بڑا ہی ذہین و فطین تھا اتنا کہ صدارتی ایوارڈ کے لیے منتخب ہوا مگر مدرسہ میں اس سے قرآن مجید کا سبق کئی کئی دن یاد نہیں ہوتا تھا۔ بچے کو بھی بلایا، استاد کو بھی بلایا۔ استاد نے کہا کہ اس کے ساتھ بہت محنت کرتے ہیں مگر بات نہیں بنتی یہ بچہ آگے چلتا ہی نہیں ہے۔ بچے کا انٹرویو لیا تو

پتہ چلا کہ وہ امریکی سٹوروں سے چیزیں لے کر کھاتا تھا۔ حرام چیزیں پیٹ میں جاتی تھیں اس لیے حفظ میں مشکل پیش آتی تھی۔ چنانچہ ہم نے اس بچے کے ماں باپ سے وعدہ لیا کہ آئندہ اسے گھر کی بنی ہوئی حلال چیزیں کھلائیں گے۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ اگلے ایک سال کے اندر اندر اس بچے نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔

عجب کی سزا:

ارشاد فرمایا، انسان کو فخر و غرور کسی بھی حال میں زیب نہیں دیتا۔ اسی طرح بچوں کو بھی کسی حال میں فخر و غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ فخر کبھی نہ کریں کہ میں جلدی سبق یاد کر لیتا ہوں اور فلاں کو یاد ہی نہیں ہوتا۔ کبھی یہ فخر نہ کریں کہ میں نے تو حفظ کر لیا فلاں تو نالائق ہے۔ یہ آپ کا کمال نہیں ہے یہ تو کمال والے اللہ کا کمال ہے کہ وہ آپ کو جلدی یاد کروا دیتا ہے۔ آج وہ آپ کا دماغ خراب کر دے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب تراشے میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ علماء میں بات چلی کہ فلاں عالم تو ہے مگر حافظ نہیں ہے۔ اس عالم کو پتہ چلا تو اسی وقت سے حفظ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ تین دن میں حفظ کر لیا۔ اس عالم کی تعریف کر دی گئی جس سے اس کی طبیعت میں خود پسندی اور عجب پیدا ہو گیا۔ وہ عالم بیان کرتے ہیں کہ اس عجب سے میرے اندر ''میں'' آ گئی کہ میں بڑی چیز ہوں۔ بس اسی وقت میری پکڑ آ گئی، میں جمعہ کی تیاری کرنے لگا ناخن کاٹے پھر داڑھی کو درست کرنے لگا اتنا یاد ہی نہیں رہا کہ داڑھی کو کدھر سے کاٹنا ہے۔ داڑھی کو پکڑ کر نیچے سے

کاٹنے کی بجائے اوپر سے ساری ہی کاٹ دی۔ ایسا احساس ختم ہوا، یاداشت کا ہیر پھیر ہوا کہ بعد میں اپنے آپ پر حیرانی ہوتی تھی کہ یہ مجھ سے کتنی بڑی غلطی ہوگئی۔ کیونکہ دل میں فخر اور عجب آ گیا تھا اس لیے اتنی بڑی حماقت ہوگئی۔

نصیحت آموز واقعہ:

حضرت جی دامت برکاتہم نے عجب اور تکبر کا ایک اور واقعہ سنایا تا کہ سب لوگ عبرت حاصل کریں۔ عجب اور خود پسندی کو کبھی دل میں نہ آنے دیں۔ ارشاد فرمایا میرے ایک استاد کا واقعہ ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے کوئل جیسی خوبصورت آواز دی تھی۔ ان کی آواز میں اتنا سوز تھا کہ کچھ بتا نہیں سکتے۔ کسی نے عرض کیا کہ قاری صاحب رمضان شریف ہے، ایک رات میں قرآن مجید سنادو۔ انہوں نے قرآن مجید سنانا شروع کیا اور پہلی رکعت میں 29 پارے پڑھ دیئے۔ مزے کی بات یہ کہ نہ کوئی اٹکن آئی نہ کوئی متشابہ لگا ایسے پڑھا جیسے رواں دریا چل رہا ہوتا ہے۔ اس سے دل میں عجب پیدا ہو گیا کہ میرے پیچھے چالیس حافظ کھڑے ہیں مگر کسی کو لقمہ دینے کی جرأت ہی نہیں ہوئی۔ بس یہ عجب اور خود پسندی آئی تو دوسری رکعت میں نقد سزا مل گئی آخری پارہ پڑھتے ہوئے۔ جب قل ھو اللہ پر پہنچے تو ایسا متشابہ لگا کہ ایک غیر حافظ نے لقمہ دیا تو لفظ پورا ہوا جس سے فوراً سمجھ آ گیا کہ یہ کمال والے کا کمال تھا آپ کا کمال نہیں تھا۔ ایک رکعت میں بغیر کسی رکاوٹ کے 29 پارے سنا دیے۔ یہ انسان کے اپنے بس کی بات نہیں ہو سکتی۔

بچوں کو اور بڑوں کو بھی ان واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ دل

میں کبھی خود پسندی اور فخر پیدا نہ ہونے دیں۔ یہ نہ سمجھو کہ میں حافظ ہوں میں یہ ہوں اور وہ ہوں۔ یہ سوچ اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے فضل و کرم سے ہی کام بنتے ہیں۔

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

دوسروں کے لیے پینا:

راقم الحروف نے شوگر فری بوتل پیش کی تو فرمایا کہ یہ ایسے ہی لکھ دیتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ شوگر تو ہوتی ہی ہے۔ آپ نے ایسے ہی تکلف کیا مگر آپ کے دل کو خوش کرنے کے لیے ایک دو گھونٹ لے لیتے ہیں۔ اس لیے کہ کبھی اپنے لیے پیتے ہیں تو کبھی دوسروں کے لیے بھی پیتے ہیں۔

محبت کا والہانہ انداز:

حضرت جی دامت برکاتہم راقم الحروف کے گھر تشریف فرما تھے، کسی سلسلہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس دوران راقم الحروف نے عرض کیا کہ فلاں آدمی کے اندر تو والہانہ اندازِ محبت ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ واقعی مرید کی محبت میں اگر والہانہ انداز ہو تو پھر روحانی ترقی میں بڑی آسانی سے ہوتی ہے۔ اس ملفوظ کی خاص بات یہ تھی کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے (والہانہ انداز) پر بڑا خوش ہو کر

زور دیا اور فرمایا محبت میں والہانہ انداز مرید کے لیے ضروری ہے۔

دین کے کام میں حوصلہ بڑا رکھیں:

ایک دفعہ ایک صاحب نے جامعۃ الصالحات کی بلڈنگ خریدنے میں بہت تنگ کیا۔ بعد میں اسی کی بچی داخلے کے لیے آئی تو حضرت جی دامت برکاتہم نے راقم الحروف سے فرمایا سب چیزیں بھلا دیں اور داخلہ دے دیں اس سے سکون نصیب ہوگا۔

خلیفۂ مجاز حضرت حاجی محمد صدیق نقشبندی مجددی مدظلہ

نصیحت کے انداز

س......اصلاحی واقعات جس نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

باب فہد سے باہر نکلتے ہوئے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ مکتبہ نے معہد الفقیر کی بڑی خدمت کی ہے مگر اخلاص یہی ہے کہ کتابوں پر آپ کا نام نہ آئے اور نہ نام آنے کی دل میں ہوس ہو۔

ایک دفعہ حرم شریف میں حضرت جی کے اکرام کے لئے کپڑا بچھانے لگا تو ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ فرمایا کہ کپڑا نہ بچھاؤ یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمام دوست بھی ایک دوسرے سے دور دور بیٹھیں۔ یہ کسی حکمت کے تحت فرمایا گیا۔

س......آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

ہمارے شیخ شمس و قمر کی مانند ہیں جو دیکھتا ہے وہ سمجھتا ہے حضرت جی دامت برکاتہم کی محبت اور توجہ میری طرف ہی زیادہ ہے۔ واقعی اللہ کی خاطر محبت بندے کو ایسا ہی محسوس کرواتی ہے۔

س......ایسا واقعہ جس سے زندگی کا رخ بدل گیا۔

1998ء کا واقعہ ہے کہ پہلا 15 روزہ تربیتی کورس جھنگ میں کروانا تھا اس میں داخلہ لینے کے لئے حضرت جی دامت برکاتہم نے حکم فرمایا۔ عاجز نے دو تین بہانے کرنے کی کوشش کی مگر حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑے مشفقانہ انداز میں

بہانے کو ترغیب کے ذریعہ ختم فرمایا اور بالآخر حضرت جی کی باطنی توجہ کی برکت سے اس کورس میں شمولیت اختیار کر لی۔ یہ کورس کرنے سے حضرت جی کا اتنا قرب نصیب ہوا کہ روحانی دنیا سے پیچھے ہٹنے کو دل نہ چاہا۔ اصلاح و تربیت کی زندگی کے وہ پندرہ دن سب سے زیادہ قیمتی ہیں جس کی وجہ سے حضرت جی کی اصلاح و تربیت کے انداز کا کچھ شعور حاصل ہوا اور زندگی کا رخ ہی بدل گیا۔

ے جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب

س...... وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت جی نے فرمایا تقویٰ یہی ہے کہ غیر محرم عورتوں کے کپڑوں پر نظر ڈالنے سے بھی بچا جائے۔ کیونکہ حدیث شریف ہے: ''نظر شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔''

ے نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ حق نے کیا ہے دل کو نگاہ کا پیرو

س...... کون کون سی کتاب نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ ہوا؟

سفرنامۂ روس اور دوائے دل نے بہت متاثر کیا اور بہت فائدہ ہوا جو کہ دل پر نقش ہو گیا اور اتباعِ سنت کا جذبہ پیدا ہوا۔

س...... کون سی عادت نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

کسی بڑے سے بڑے جرم کو بھی ناصحانہ انداز میں سمجھا کر شرمندہ کئے بغیر اصلاح و تربیت فرما دینا یہ عادت بڑی متاثر کن ہے اور ایسا کرنا کسی بلند حوصلہ اور عالی

ظرف والے کونصیب ہوتا ہے۔

س...... کس بیان نے بہت متاثر کیا اور بہت فائدہ اٹھایا؟

2008ء میں حج کے بعد مدینہ شریف جانا تھا تو قصر جود کی بیسمنٹ میں مدینہ شریف کی محبت اور آداب میں بہت ہی متاثر کن بیان کیا جس سے بہت گریہ طاری ہوا اور سچے دل سے توبہ تائب ہوا۔ وہ بیان یادگار ہے اور بھلانے سے بھی نہیں بھولتا ہے ۔مدینے کا وہ سفر بہت ہی عشق ومحبت والا تھا اور یادگار رہے گا۔

؎ میں مدینے جاؤں پھر آؤں پھر مدینے جاؤں
اسی میں تمام عمر تمام ہوجائے

س...... حضرت جی کے کس شفقت ومحبت کے واقعہ نے بہت متاثر کیا؟

2008ء میں حج کے موقع پر بیمار ہوا ہسپتال سے شفایاب ہو کہ آیا تو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ بندے کی جان اللہ کی امانت ہے اس کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ کی جان اب آپ کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک ادارہ کے لئے ہے اس لئے جیسے یہ فقیر کہتا ہے اسی طرح علاج کروائیں۔ ان محبت بھرے جملوں نے حضرت جی دامت برکاتہم کی محبت دل میں دوچند کردی۔

؎ دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

عورتوں کی اصلاح کیسے کریں؟

عورتوں کی محبت کیسی ہوتی ہے؟

ارشاد فرمایا، عورتوں کی یہ نفسیات ہوتی ہے کہ پہلے تو آسانی سے کسی سے محبت کرتی ہی نہیں ہیں کیونکہ ان میں فطرتاً شرم وحیا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر محبت کرتی ہیں تو پھر مرد کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ مرد کی نفسیات تو یہ ہے کہ محبت کے چکر میں اگر بدکاری کا مرتکب ہو گیا تو اس کی محبت 50 فیصد ختم ہو جاتی ہے، مرد کا جوش کم پڑ جاتا ہے۔ حقیقتاً یہ محبت نہیں ہے بلکہ یہ تو ہوس پرستی اور شہوت پرستی ہے۔ عورتیں فقط شہوت پرستی کے لیے شادی نہیں کرنا چاہتیں بلکہ وہ تو تحفظ چاہتی ہیں۔ مرد عزت کر رہا ہوتا ہے، خوشامد کر رہا ہوتا ہے، اسے سبز باغ دکھا رہا ہوتا ہے اس لیے مرد کے چنگل میں پھنس جاتی ہیں۔ پھر دن رات یہی دعائیں کرتی ہیں کہ بس اسی سے شادی ہو جائے، بس یہی مل جائے، گو اس سے اچھے لوگ بھی ہوں مگر یہ اسی کے لیے دن رات دعائیں کر رہی ہوں گی کیونکہ وہی دل میں بیٹھ چکا ہے۔ بعض اوقات تہجد پڑھ پڑھ کے یہی ایک دعا کرتی رہتی ہیں حالانکہ بہتر سے بہترین مستقبل کی دعا کرنی چاہیے۔ ہمیں کیا علم کہ ہمارے لیے کون بہتر ہے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ بہترین معاملہ فرما دے۔ اپنی پسند کو اللہ تعالیٰ پر ٹھونسنا اور اسی کے لیے مرنا مناسب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اللہ جو کرے گا بہتر کرے گا۔ انشاء اللہ

عورتوں کے گناہ:

ارشاد فرمایا، مردوں کے لیے آنکھ کی حفاظت کرنا مشکل کام ہے اور عورتوں

کے لیے زبان کی حفاظت کرنا مشکل ہے۔ مرد اگر آنکھ کی حفاظت کرلیں اور عورتیں زبان کی حفاظت کرلیں تو وہ ولی اللہ بن جائیں۔ اکثر مرد کسی نہ کسی شرمگاہ کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی کسی نہ کسی زبان کے گناہ میں مبتلا ہوتی ہیں۔ کبھی غیبت، کبھی چغلی، کبھی بدزبانی اور کبھی بدگمانی کرنے لگ جاتیں ہیں۔ بعض اوقات اتنی غافل ہوتی ہیں کہ زبان کے گناہ کرنے کے بعد سوچتی بھی نہیں ہیں کہ میں یہ خوفناک قسم کے گناہ کرچکی ہوں۔ جب احساس ہی نہیں ہوتا تو پھر اس پر ندامت کب ہوگی، توبہ کب کریں گی اور معافی کب مانگیں گی۔

عورت کے لیے آسان دینداری:

ارشاد فرمایا، عورتوں کے لیے دینداری بڑی آسان ہے۔ وہ اس طرح کہ فرض نماز پابندیٔ وقت سے پڑھتی رہیں اور خاوند کو خوش رکھیں تو بڑی آسانی سے جنت میں جاسکیں گی۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے: ’’جس عورت نے اپنے خاوند کو خوش رکھا اور پابندی سے نماز پڑھتی رہی اگر وہ اسی حال میں مرگئی تو سیدھی جنت میں جائے گی۔‘‘

عورتوں کے راز:

ارشاد فرمایا عورتیں خوف کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی باتوں میں بہانہ بازی کی شکل میں جھوٹ بول جاتی ہیں اور بڑی بڑی باتوں میں تو مجبوری کو بہانہ بنا کر جھوٹ بولنا ضروری سمجھتی ہیں۔ ایک بچی نے فقیر کو خط میں لکھا کہ مجھ سے زنا کاری ہوئی ہے۔ مگر میں نے اپنے گھر والوں سے چھپانے کے لیے اور انہیں اعتماد میں لینے کے

لیے اللہ کی قسم کھا کر کہہ دیا ہے کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو تو مجھے موت کے وقت کلمہ نصیب نہ ہو۔ توبہ توبہ!!!

عورتیں اپنے بڑے راز یا تو ڈاکٹروں کو بتاتی ہیں یا پھر پیروں کو بتاتی ہیں ورنہ ہر کسی سے چھپاتی پھرتی ہیں۔

کوئی تو راز داں ہوگا:

ارشاد فرمایا مرد اکیلا بغیر کسی کو بتائے ہوئے بھی ہوس پرستی کرتا رہتا ہے۔ مگر عورت، مرد کے خاندان یا کسی سہیلی کو ضرور راز داں بناتی ہے پھر وہ ایسے ویسے کام کرتی ہے۔ مگر ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے کاموں کا نتیجہ خوفناک نکلتا ہے۔ تقویٰ، طہارت کی زندگی ہی محفوظ زندگی ہوتی ہے۔

گناہوں سے ہلاکت:

ارشاد فرمایا گناہ کو شروع ہی سے روک دیا جائے تو آسانی سے رک جاتا ہے۔ اگر گناہوں کا چسکا پڑ گیا تو پھر گناہوں سے جان چھڑانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا انسان کی آنکھ گناہ کو دیکھتی ہے، دل طلب کرتا ہے اور شرمگاہ پھر تصدیق کر دیتی ہے۔ اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ گناہ کو شروع ہی سے روک دیں ورنہ گناہ پھنکارنے والے سانپ کی طرح خطرناک بن جاتا ہے۔

برائی کو شروع ہی سے روکو۔ **Nip the evil in the bud.**

کسی بزرگ کا قول ہے جو کوئی اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اس کا شمار صدیقین میں کر لیا جاتا ہے۔ حضرت حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ گناہ

کے چھوٹے یا بڑے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ میں کس عظیم الشان پروردگار کی نافرمانی کر رہا ہوں۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے بڑی خوبصورت مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ چھوٹا گناہ چھوٹے بچھو کی مانند ہے اور بڑا گناہ بڑے بچھو کی مانند ہے زہر دونوں کا ہی جان لیوا ہوتا ہے۔

سکون کی تلاش:

ارشاد فرمایا تصور کریں کہ اللہ رب العزت کو نافرمانی اور گستاخی و بے ادبی کر کے ناراض کیا ہے تو پھر بھلا سکون کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ اگر سکون کی تلاش ہے تو توبہ تائب ہو کر اس کی ناراضگی کو دور کریں اور آئندہ اس کی ناراضگی سے ڈرتے رہیں۔ جب اس کی ناراضگی کا ڈر ہوگا تو انسان گناہ بھی چھوڑ دے گا اور اس کے ساتھ ساتھ لایعنی کاموں سے بھی بچنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ اللہ رب العزت کو ناراض کر کے کوئی بھی خوش نہیں رہ سکتا۔

غفلت کی انتہا:

ارشاد فرمایا آج انسان اتنا غافل ہو گیا ہے کہ بیوی بچوں، دوست، احباب، ماں باپ کی ناراضگی سے ڈرتا ہے مگر اللہ رب العزت کی ناراضگی سے ڈرنا تو دور کی بات اس کو سوچنا بھی گوارا نہیں کرتا کہ میری کسی حرکت سے اللہ تعالیٰ ناراض تو نہیں ہو گئے۔

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حیا دل میں ہوتی ہے:

کسی نے سوال پوچھا کہ عورتیں کہتی ہیں پردہ سے کیا ہوتا ہے؟ برقعہ کی کوئی

ضرورت نہیں ہے، بس انسان کا دل صاف ہونا چاہیے، دل میں حیا ہونی چاہیے۔ ارشاد فرمایا اس دل کی بات کو سمجھنے کے لیے ایک دل چسپ واقعہ سناتا ہوں۔ ایک سنی نے ایک دفعہ حیران ہو کر ایک شیعہ سے پوچھا حیرت ہے کہ تم محرم میں کالے کپڑوں کے بجائے سفید کپڑے پہنے پھر رہے ہو؟ تو وہ کہنے لگا کپڑوں سے کیا ہوتا ہے اصل میں تو دل کالا ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا یہ لوگ جو بے پردگی کرتے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ دل صاف ہونا چاہیے۔ ان کی بے پردگی ان کے دل کی سیاہی کو ظاہر کر رہی ہوتی ہے انسان کا ظاہر اس کے باطن کی عکاسی کرتا ہے۔ چہرہ اندر کا عکس ہوتا ہے۔

Face is index of mind.

مرتب: حضرت مولانا خلیل الرحمٰن انوری، حضرت حاجی محمد صدیق نقشبندی مجددی

حضرت مولانا پروفیسر محمد اسلم نقشبندی مجددی سے پوچھے گئے سوالات

س......آپ کو کون سے قول نے بہت متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم سے کئی بار سنا ہے جس قول نہ بہت متاثر کیا "جو اپنے علم اور ارادہ سے گناہ کرنا چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسے اپنے صدیقین میں شامل کر لیتے ہیں"۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم کی قلبی طور پر عاجزی انکساری کی کیفیت کو کچھ نہ کچھ محسوس کرتے رہتے ہیں اس چیز نے بہت متاثر کیا خصوصاً سفرنامے میں جب اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں تو پتھر دل سے بھی آنسو بہہ پڑتے ہیں۔

زمین کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کی
خدا کی رحمتوں نے ڈھانپا اسے آسمان ہو کر

س......آپ کی زندگی کا بہترین اصلاحی واقعہ جس نے بہت متاثر کیا؟

ایک دفعہ عمرے پر حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ مع اہل خانہ گئے کراچی ائرپورٹ پر ذرا گھر والوں سے آگے پیچھے ہو گئے مگر حضرت جی دامت برکاتہم نے اشارے کنائے سے اصلاح فرمائی۔ عمرہ کی واپسی پر پھر غلطی ہوئی شُرطے نے یَلا ،یَلا کر کے مجھے مردوں کی طرف بھیج دیا۔ اہل خانہ مستورات کے ساتھ تھیں حالانکہ محرم کو بھی ساتھ ہونا چاہیے تھا حضرت جی دامت برکاتہم مجھے بلانے آئے اور خوب ڈانٹ ڈپٹ کر کے عقل کو ذرا ٹھیک کیا کہ ہمیشہ یاد رہے گا۔

ہوائی جہاز میں مسلسل پانچ گھنٹے مراقبہ میں رہا کہ زندگی میں اتنا لمبا کبھی مراقبہ نہ کیا

تھا اپنے نفس پر اتنی ندامت اور افسوس ہوا کہ یہ واقعہ بھلانے سے نہیں بھولتا، واقعی نفس خبیث کی اصلاح کے لئے کوئی شیخ نہ ہو تو بندے کے معاملات درست نہیں ہوتے، معاملات کی صفائی تو محسن شیخ ہی سکھاتا ہے۔ اس لئے حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا، اولاد کسی کی ہوتی رونا شیخ کو پڑتا ہے

س......اصلاح وتربیت کا کوئی واقعہ جس نے زندگی کا رخ ہی بدل دیا ہو؟

یہ عاجز آٹھ سال متبع قرآن وسنت شیخ کو ڈھونڈتا رہا بڑی مشکل سے شیخ کامل ملا اور بیعت ہوئے واقعی بیعت ہونے سے زندگی کا رخ ہی بدل کر دنیا کی محبت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف مڑ جاتا ہے۔ کاش اللہ تعالیٰ ہمیں بیعت کے مقاصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پہلی ہی بیعت کے وقت میری روحانی بیماریوں کے سبب حضرت جی دامت برکاتہم نے ھائی پوٹینشل کی ڈوز پلائی اور فرمایا!

سچا مرید وہ ہے کہ جس کو شیخ چوک پر کھڑا کر کے بلاقصور جوتے مارے اور وہ جوتا اٹھا کر دے کہ حضرت جی میں اسی قابل ہوں، یہ بات پندرہ دن تک سمجھ میں نہ آئی بار بار اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے دل میں بات ڈالی کہ بلاقصور ماریں گے تو نہیں اگر کبھی مارا تو تمہاری ''میں'' چیک کرنے کے لئے ماریں گے کیونکہ انسان کا نفس اور شیطان بڑے خبیث دشمن ہیں۔

دتا مرشد سبق پڑھا فقیرا
مٹ مٹ کے مٹ جا فقیرا
جے تو سمجھیا میں ہاں مٹیا اجے وی نہیں توں مٹیا
راہ دے بھیدی راہ وچ تینوں اچا کر کر لٹیا

س......حضرت جی دامت برکاتہم کی کونسی کتاب ہے جس نے بہت متاثر کیا اور فائدہ ہوا؟

سفرنامہ روس نے بہت متاثر کیا اور بہت فائدہ ہوا، جب کبھی دل میں سختی ہوئی تو مسلسل سفرنامے کو پڑھنے سے دل کی سختی نرمی میں بدل گئی۔ بلکہ رقت طاری ہو جاتی ہے۔ دوسری کتاب رہے سلامت تمہاری نسبت ہے، حصول نسبت کے لئے اسے بار بار پڑھنا اکسیر کا درجہ رکھتا ہے اور حفاظت نسبت کے لئے معزز خلفاء کرام آخری باب کو بار بار پڑھیں اور نسبت کی مضبوطی کے لئے پوری کتاب کو بار بار پڑھیں تو یقیناً فائدہ ہوگا۔ تیسری کتاب مکتوبات فقیر ہے جو کہ بقول مولانا سجاد نعمانی انڈیا کے علماء میں بہت مقبول ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم سے ایک دفعہ پوچھا کہ مکتوبات فقیر میں بڑی تاثیر ہے۔ فرمایا، وہ انفرادی توجہ سے لکھے گئے ہیں اس لئے ان میں زیادہ توجہ محسوس ہوتی ہے۔

س......حضرت جی دامت برکاتہم کی کونسی عادت نے آپ کو بہت متاثر کیا؟

حضرت جی دامت برکاتہم کی حکمت و دانائی اور دعوت دین کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دینے والی عادت نے بہت ہی متاثر کیا۔ خواہ رات ہو دن ہو جتنی مرضی مصروفیت ہو، حتیٰ کہ بیماری میں بھی گلا خراب ہونے کے باوجود بیان فرماتے ہیں بلکہ پوری توجہ سے فرماتے ہیں۔ لوگوں کو آپ پر ترس آنے لگتا ہے مگر آپ دین کے کام کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہیں۔

جو دیکھی ہسٹری اس بات کا کامل یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا

س......حضرت جی دامت برکاتہم کے کس بیان نے بہت متاثر کیا اور کیا فائدہ ہوا؟

یوں تو حضرت جی دامت برکاتہم کا ہر بیان ہی متاثر کن ہوتا ہے مگر پہلی

ملاقات کے بیان نے بہت متاثر کیا جو کہ شاید توبہ کے موضوع پر تھا اس کے علاوہ موت کی تیاری اور خصوصاً قرآن عظیم الشان کے موضوع پر بھی بیانات بہت متاثر کرتے ہیں اور دل سے بعض اوقات عشق قرآن سے آنسو جاری کر دیتے ہیں۔

مغوی تو ملیں گے تمہیں شیطان سے بہتر
ھادی نہ ملے گا کوئی قرآن سے بہتر

س......حضرت جی دامت برکاتہم کی اتنی مصروفیات ہیں کہ بعض اوقات ٹائم ملنا مشکل ہو جاتا ہے تو فیض کس طرح اٹھائیں؟

حضرت جی دامت برکاتہم کا فرمان ہے کہ سچا طالب ہزار میل دور بھی بیٹھا ہو اللہ تعالیٰ اس کی طرف قلب کو متوجہ کر دیتے ہیں۔فیض کے لئے اصل چیز سچی طلب ہے،اس موبائل کے دور میں فاصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

1۔......حصول فیض کے لئے اس عاجز کا یہ تجربہ بھی ہے کہ کیسٹ سن کر بھی بہت فیض اٹھایا جا سکتا ہے۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا قول ہے کہ شیخ کی بات دوا کی مانند ہے اور اس کی نظر اور صحبت شفا کی مانند ہے۔

2......حصول فیض کے لئے مسلسل حضرت جی دامت برکاتہم کی کتب کا مطالعہ جاری رکھیں خصوصاً کتب کے شائقین اور علماء کرام اور طلباء کو تو ہر نئی کتاب پڑھنے سے فیض، حاصل ہوگا،محبت و معرفت بڑھے گی کیونکہ بقول حضرت جی دامت برکاتہم کتاب بہترین مونس اور ساتھی ہے جو نہ غیبت کرتی ہے نہ آپ کا برا چاہتی ہے بلکہ آپ کے وقت کو بابرکت بناتی ہے۔

3......حصول فیض کے لئے کسی قریبی خلیفہ کی مجلس ذکر میں بھی آنے جانے سے فائدہ

ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی آپ کو آپ کے شیخ کی باتیں ہی سنائے گا، وہ بھی اسی مرکز کے ساتھ جوڑے گا۔

4......اس حصول فیض کے لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے رہیں کہ حصول فیض و برکت کو میرے لئے آسان فرما دے، مجھے قبول فرما لے، میری اصلاح فرما دے، مجھے تربیت کروانے کا ذوق وشوق نصیب فرما دے اور اپنا محاسبہ کرنے کا احساس نصیب فرما دے۔

کہہ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب

کچھ بھی نہ کہا اور کچھ کہہ بھی گئے
کچھ کہتے کہتے رہ بھی گئے
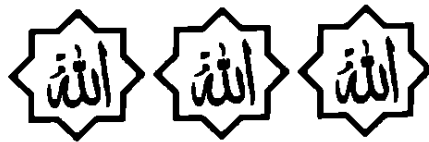
حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا، میرے حضرت مرشد عالمؒ نے اپنے بیٹے مولانا عبدالرؤف شہیدؒ سے پوچھا کہ سالک بننا ہے یا صاحبزادہ؟ تو انہوں فرمایا، کہ سالک بننا ہے۔ پھر مرشد عالمؒ نے فرمایا، جو صاحبزادے بنتے ہیں وہ بدبخت بنتے ہیں۔ یہی اصلاحی تربیتی واقعہ ہے جو کئی دفعہ ذہن میں آتا رہتا ہے۔

کسی بڑے سے بڑے جرم کو بھی ناصحانہ انداز میں سمجھا کر شرمندہ کیے بغیر اصلاح و تربیت فرما دینا یہ عادت بڑی متاثر کن ہے اور ایسا کرنا کسی بلند حوصلہ اور عالی ظرف والے کو نصیب ہوتا ہے۔

ایک صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ کو حضرت جی دامت برکاتہم کی کس ادا نے بہت متاثر کیا؟

تو جواب فرمایا، ہمارے شیخ شمس و قمر کی مانند ہیں جو دیکھتا ہے وہ سمجھتا ہے حضرت جی دامت برکاتہم کی محبت اور توجہ میری طرف ہی زیادہ ہے۔ واقعی اللہ کی خاطر محبت بندے کو ایسا ہی محسوس کرواتی ہے۔